اُجرتیں

مورلیس ڈاب

قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی

اُجرتیں

اُجرتیں

مصنف

موریس ڈاب

مترجم

عبدالرشید

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
ویسٹ بلاک۔1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی110066

Ujratien

By

Maurice Dobb

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت :

پہلا اڈیشن : 1977

دوسرا اڈیشن : 2003 تعداد 500

قیمت : =/95

سلسلہ مطبوعات : 1125

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک ا، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066

طابع : لاہوتی پرنٹ ایڈس، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے اُن اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدارسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب

ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں شائع کیں ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے اب ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا پروگرام شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

کتابوں کے اس سلسلے کا تعارف

جنرل ایڈیٹر

"۱۹۱۴-۱۸ء کی جنگ کے فوراً بعد معاشیات کے موضوع پر ایسی تمہیدی کتابوں کی ضرورت محسوس کی جانے لگی" جنکے ذریعے عام پڑھنے والوں اور نئے طالب علموں کو اُن اصولوں سے واقف کرایا جا سکے جن کا اطلاق آجکل کے ماہر معاشیات اقتصادی مسائل کے سلسلے میں کرتے ہیں"

"کیمبرج اکنامک ہینڈ بک" کے نام سے اِن کتابوں کا سلسلہ مرحوم ڈاکٹر کینس نے شروع کیا تھا۔ مندرجہ بالا عبارت اُس عام تمہید کا حصّہ ہے جو اُنھوں نے اِس سلسلے کے لئے لکھی تھی۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں لارڈ کینس نے ایڈیٹر کے فرائض۔ ڈی۔ ایچ۔ رابرٹسن (D. H. Robertson) کے سپرد کر دئے جو لندن یونیورسٹی میں معاشیات کے پروفیسر ہونے تک یہ فرائض انجام دیتے رہے۔ اِن کتابوں کو جتنی وسیع مقبولیت حاصل ہوئی اُس سے اِس بات کی تصدیق ہو گئی کہ یہ سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ درست تھا۔ اس سلسلے کی کتابیں سلطنت برطانیہ کے علاوہ امریکہ میں بھی شائع ہوئیں اور ان کے ترجمے ابتک جرمن، اسپینی، اطالوی، سویڈش، جاپانی، اور لیتھوانیئن زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

پندرہ برس کی مختصر مدّت کے اندر اِس سلسلے کی تمہید پر نظر ثانی کی ضرورت

تعارف

اس بات کی علامت ہے کہ زمانۂ حال میں معاشیات کے میدان میں کتنی تیزی سے تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ اِن تبدیلیوں کے لانے میں خود لارڈ کینس کی تصنیفات اور اور اُن کے خیالات کا بڑا دخل ہے۔ اِس سلسلے کے لئے پہلی تمہید جو اُنھوں نے لکھی تھی اُس کا آخری پیرا یوں ہے:

"نظریات کے معاملے میں ابتک پروفیسروں میں اتفاق رائے نہیں ہے۔ اِس سلسلہ کتب کے مصنفین خود کو معاشیات کے کیمبرج اسکول کے تقلید پسند پیروکار شمار کرتے ہیں۔ اِس مضمون کے بارے میں بیشتر خیالات اور تعصبات کے پس پشت ان دو ماہرین معاشیات، یعنی ڈاکٹر مارشل اور پروفیسر پیگو کے لکچر اور ان کی تصنیفات جنھوں نے پچھلے پچاس برس تک کیمبرج خیالات کو خاص طور سے متاثر کیا ہے۔"

جب اِس سلسلے میں ایڈیٹری مسٹر رابرٹسن کو منتقل ہوئی تو لارڈ کینس اِس بات پر رضامند ہو گئے کہ اُن کی لکھی ہوئی عام تمہید کو برقرار رکھا جائے لیکن انھوں نے آخری پیرے کو دوبارہ یوں لکھا:

"نظریات کے معاملے میں بھی اِس موضوع پر پیشہ ورانہ طالب علموں میں ابتک اتفاق رائے نہیں ہے۔ جنگ کے فوراً بعد روزآنہ کے معاشی واقعات اتنے حیرت ناک قسم کے تھے کہ نظریاتی پیچیدگیوں کی طرف سے توجہ ہٹ گئی تھی۔ لیکن اب معاشیات کے مضمون نے اپنا صحیح رُخ پالیا ہے۔ روایتی طریقوں اور روایتی حل کے بارے میں شبہات ظاہر کئے جانے لگے ہیں، اِنھیں بہتر بنایا جارہا ہے اور اِن پر نظر ثانی کی جارہی ہے۔ اِس تحقیقی سرگرمی کے نتیجے میں نزاعی مسائل طے پاجانا چاہیئے تھے لیکن فی الوقت شبہات

اُبھرتیں

اور تنازعات بڑھ گئے ہیں۔ اِس سلسلے کے مصنفین عام پڑھنے والوں
سے معذرت خواہ ہیں کہ اِن کے مضمون کے بہت سے پہلو ابھی قطعی
طور پر اتنا واضح نہیں ہو پاتے ہیں جیسا کہ آسانی سے پڑھے اور سمجھے
جانے کے لئے ضروری ہے۔

جدید ترین واقعات نے ایک ایسی دنیا تخلیق کی ہے جو اُس دنیا سے بہت
مختلف ہے جس میں پہلی تمہید لکھی گئی تھی۔ چنانچہ موجودہ ایڈیٹر کو بدلے ہوئے حالات کے
پیشِ نظر نئی تمہید لکھنی پڑ رہی ہے۔

اِس ملک میں پچھلے تیس برس کے دوران معاشی افکار کے جو خاص رجحانات
ظاہر ہوئے ہیں اُن میں سے کچھ کے مختصر جائزے کا یہ اچھا موقع ہے۔ ۱۹۱۴ء
سے قبل تک معاشی نظریئے پر الفرڈ مارشل حاوی تھے۔ مارشل کے بعد ماہر معاشیات
اقتصادی نظام کے مختلف حصوں کے طویل المدت رجحانات کی طرف توجہ دیتے
تھے جو توازن کے لیے کوشاں رہتے تھے اگرچہ دائمی متحرک عناصر موجودہ ڈھانچے
کو برابر بدلتے رہتے تھے اور نئی منزلیں متعین کرتے رہتے تھے جو تغیر اور تبدل کے
محرک کا کام دیتی تھیں۔ اِس کے علاوہ مارشل کے نظام کے تحت یہ رجحانات اُن
مُضمر بیرونی قوتوں کا نتیجہ تھے جنھیں ماہیتی اعتبار سے بڑی حد تک مسابقتی سمجھا جاتا
تھا۔ اجارہ داری کی طرف بڑھتا ہوا رجحان بھی معاشی افکار کو یقیناً متاثر کر رہا تھا
لیکن یہ اثر نظریۂ قدر کے باب میں اِس قدر نہیں تھا جتنا کہ نجی اور سماجی مفاد کے
درمیان اختلافات کی تاکید کے بارے میں جس پر زور دیا جا رہا تھا۔ پروفیسر پیگو
کے زیرِ اثر پرانی نسل کی قدری معاشیات کے بطن سے فلاحی معاشیات جنم
لے رہی تھی اور اُس کے دوش بدوش پروان چڑھ رہی تھی۔

۱۹۱۸ء کے بعد بہت سے نئے عناصر کارفرما نظر آتے ہیں، مثلاً دُنیا کے

تیسرے ایڈیشن کے لیے نوٹ

ایک مدت گزارنے کے بعد عمارتوں کی طرح کتابوں کے لیے وہ منزل آجاتی ہے جب مرمت کے بجائے از سرِ نو تعمیر زیادہ اطمینان بخش ہوتی ہے۔ کس عمر پر پہنچکر یہ منزل آئیگی اس کا انحصار اصل ڈھانچے کی مضبوطی یا کمزوری پر ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قارئین یہ سمجھتے ہوں کہ اِس کتاب کے لئے وہ منزل آچکی ہے۔ لیکن غلط یا صحیح مصنف نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ کتاب پر ایک بار اور نظرِ ثانی کی جائے اور چونکہ نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن بیس برس پہلے کے ایڈیشن سے بہت مختلف ہے اس لیے اِس کی وضاحت کی ضرورت ہے کہ خاص فرق کہاں کہاں نظر آسکتا ہے۔

وقت کا ساتھ دینے کی غرض سے دوسرا باب دوبارہ لکھا گیا ہے۔ اِسی غرض سے باب تین، چھے، سات اور آٹھ میں ردوبدل کیا گیا ہے اگرچہ دوسرے باب جتنا نہیں۔ لیکن ۱۹۳۸ء کے ایڈیشن اور موجودہ ایڈیشن، دونوں کے چوتھے اور پانچویں باب میں اہم ترین تبدیلیاں کی گئی ہیں جو دوبارہ غور و فکر اور از سرِ نو لکھنے کا نتیجہ ہیں۔ یہ باب جنکا اولین نقشہ برائے نام ہی باقی رہ گیا ہے، اُصولِ اُجرت سے متعلق ہیں۔

ایم۔ ایچ۔ ڈی

کیمبرج : اپریل ۱۹۴۶ء

فہرست ابواب

پہلا باب

نظامِ اُجرت

۱۔ تمہید	۱۹
۲۔ غلام، سرف (نیم غلام) اور کاریگر	۲۰
۳۔ نظامِ اُجرت کی خصوصیات	۲۲
۴۔ معاشی آزادی	۲۴
۵۔ پرولتاری کا ارتقا	۲۸
۶۔ پابندی کے مختلف درجے	۳۱
۷۔ اُجرت اور خالص پیداوار	۳۴

دوسرا باب

اُجرت اور معیارِ زندگی

۱۔ امتیازات اور تعریف	۳۷
۲۔ اُجرت مجموعی آمدنی کے ایک حصّے کی حیثیت سے	۳۹
۳۔ ظاہری اُجرت اور حقیقی اُجرت	۴۴

۴- شرحِ اُجرت اور کمائی ۴۹
۵- مصارفِ زندگی کے اشاریے ۵۵
۶- حقیقی اُجرت میں تبدیلیاں ۶۱
۷- غُربت ۶۸

تیسرا باب

اُجرتوں کی ادائیگی

۱- اُجرتیں اور مصارفِ پیداوار ۷۳
۲- اُجرت کی ادائیگی اور ترغیب ۷۷
۳- پارچہ وار شرح اور سرعت کاری ۷۹
۴- شرح کی تخفیف ۸۲
۵- پریمیم بونس کے طریقے ۸۴
۶- ٹاسک بونس کے طریقے ۸۶
۷- بیڈو سسٹم ۸۷
۸- پارچہ وار اُجرت کا میدان ۹۰
۹- ضمنی ٹھیکے ۹۵
۱۰- ناپ تول ۹۷
۱۱- وضعات اور منہائی ۹۹
۱۲- مُنافع میں شرکت ۱۰۰
۱۳- ماحصل اور آمدنی سے معاوضہ کی ادائیگی ۱۰۳
۱۴- بدلتی شرحیں ۱۰۷

۱۵۔ اوقاتِ کار ۱۱۰

چوتھا باب
اُجرت کے اصول

۱۔ اُصولِ اُجرت کا مقصد ۱۱۴
۲۔ اُجرتوں کے روایتی اصول ۱۱۶
۳۔ گزر اوقات کا نظریہ ۱۱۸
۴۔ عادات اور رواج کا اثر ۱۲۰
۵۔ اجتماعی سودا بازی کی قوت کے بارے میں مارکس کا نظریہ ۱۲۲
۶۔ اُجرت فنڈ کا نظریہ ۱۲۴
۷۔ مختتم پیدا آوری کا نظریہ ۱۲۹
۸۔ طلب اور رسد کے بارے میں مارشل کے خیالات ۱۳۴
۹۔ محنت کی رسد ۱۳۷
۱۰۔ ایجادات اور اُجرتیں ۱۳۹

پانچواں باب
اُجرتیں اور سودے بازی کی قوت

۱۔ عدم مداخلت کا نظریہ ۱۴۵
۲۔ معمولی مسابقتی اُجرت ۱۴۷
۳ دو شرائط ۱۵۰
۴۔ مصارف اور سرمایہ کاری کے معیار ۱۵۳

۵۔ لیبر مارکیٹ میں نامکمل مسابقت ۱۵۶
۶۔ اجارہ داری اور فاضل استعداد کا اثر ۱۵۸
۷۔ اُجرتیں کتنی بڑھائی جا سکتی ہیں ۱۶۱

چھٹا باب

اُجرتوں میں تفاوت

۱۔ درجوں میں تفاوت ۱۶۶
۲۔ نامسابقتی گروہ ۱۷۰
۳۔ صنعتی اور علاقائی تفاوت ۱۷۲
۴۔ اتفاقی روزگار ۱۷۵
۵۔ عرق ریز پیشے ۱۷۶
۶۔ مردوں اور عورتوں کی اُجرتیں ۱۷۷
۷۔ مساوی کام کی مساوی اُجرت ۱۸۲
۸۔ بین الاقوامی سطح پر اُجرتی تفاوت ۱۸۴

ساتواں باب

ٹریڈ یونین اور اُجرتیں

۱۔ ٹریڈ یونینوں کی خصوصیت ۱۸۸
۲۔ ٹریڈ یونین تحریک کا آغاز ۱۸۹
۳۔ قدیم ٹریڈ یونین تحریک ۱۹۱
۴۔ نئی ٹریڈ یونین تحریک ۱۹۴

۵۔ ٹریڈ یونین اور حکومت ۱۹۷

۶۔ اصلاحی اور انقلابی یونینوں میں مقابلہ ۱۹۸

۷۔ مزدوروں کا کنٹرول ۲۰۱

۸۔ اجتماعی سوداکاری نظام ۲۰۵

۹۔ مفاہمت اور ثالثی ۲۰۷

آٹھواں باب

اُجرتیں اور حکومت

۱۔ سرکاری مداخلت ۲۰۹

۲۔ ویج کونسل کا طریق کار ۲۱۰

۳۔ کم از کم اُجرت کے مسائل ۲۱۵

۴۔ سرکاری ثالثی ۲۱۹

۵۔ اُجرتی پالیسی کا مستقبل ۲۲۰

پہلا باب

نظامِ اُجرت

تمہید

ماہرینِ معاشیات میں اس سوال پر کافی بحث رہی ہے کہ معاشی قوانین کس حد تک کلیے اور اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، آیا اِن اصولوں کو ہر معاشی نظام پر منطبق کیا جاسکتا ہے (بشرطیکہ وہ نظام کسی قسم کے تبادلے پر مبنی ہو) یا ان کا اطلاق بعض حالات اور سماجی اداروں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ ماہرینِ معاشیات پر اکثر یہ طنز کیا جاتا ہے کہ انھیں رابنسن کروسو سے مشابہت نکالنے کا بڑا شوق ہے اور اِن میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ یہ کسی سادہ معاشی نظام کو لے کر اُصول مرتب کرتے ہیں اور پھر اِن اصولوں کو آج کی پیچیدہ دُنیا پر منطبق کرتے ہیں اور اُن مختلف اداروں کو قطعی نظر انداز کرتے ہیں جو ہماری دُنیا کو کروسو کی دنیا سے الگ کرتے ہیں۔ اِس وسیع سوال کے بارے میں کسی شخص کی رائے خواہ کچھ بھی ہو، اِس بات سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ اُجرت کا سوال ایک ایسا سوال ہے جس کا ہمارے جدید معاشی نظام سے گہرا تعلق ہے اور اس سلسلے میں ہمیں جن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہ اس نظام کے خدوخال اور اس کے اداروں سے اُبھرتے ہیں، مثلاً اس نظام میں ملکیت کی شکل، اُس کی تقسیم، پیداوار کا نہج اور محنت کی تقسیم۔

نظامِ اُجرت

کردسو کی دُنیا سے مشابہت کے ذریعے عام اصولوں کی تلاش کم از کم اُجرت کے معاملے میں بے سود ہے بلکہ ان کی وجہ سے ہماری توجہ مسئلے کے اصل خدوخال کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو یہ خدوخال بنیادی اہمیت کے حامل نظر آئیں گے۔ چنانچہ پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ماضی اور حال کے مسائل میں کیا فرق ہے۔ یہ فرق دیکھنا نہ صرف اس لئے ضروری ہے کہ اس سے ہمیں مسائل کے اہم پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملیگی بلکہ اس لئے بھی کہ اس سے ہم صحیح اور واقعی مشابہتوں کو آسانی سے سمجھ سکیں گے۔ ماضی میں محنت کے معاوضے کا جو طریقہ رائج تھا اُس کا موازنہ اگر آج کے نظامِ اجرت سے کیا جائے اور اس نظام کی خصوصیات کو واضح کیا جائے تو ان دونوں میں کچھ بنیادی فرق نظر آئیں گے جنکی وجہ سے موجودہ صنعتی نظام کے مسائل ایک بے مثال خصوصیت کے حامل بن جاتے ہیں۔

۲۔ غلام، سَرف (نیم غلام) اور کاریگر ماضی میں تین قسم کے نظام رہے ہیں جن سے جدید نظامِ اجرت کا مفید موازنہ اور مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے غلامی تھی جسکے تحت مزدور اپنے آقا کی ملک ہوتا تھا جس کو خریدا اور فروخت کیا جا سکتا تھا۔ غلام کے سارے وقت پر آقا کو اختیار تھا۔ آقا اپنے غلام کو اتنا کھانا دیتا تھا جتنا وہ غلام کی صلاحیت کار کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری سمجھتا تھا اور اُس کے وقتِ کار کو یا تو براہ راست اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یا ایسی اشیا پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتا تھا جنھیں وہ فروخت کر سکے۔ آقا کی آمدنی کا انحصار اس پر تھا کہ اُس کے پاس کتنے غلام ہیں اور ان غلاموں کی پیداوار خود اُن کی گذر اوقات کی ضروریات سے کتنی فاضل ہے۔ گویا غلاموں کی گذر اوقات پر جو کچھ صرف ہوتا تھا

اُجرتیں

وہ اُن کی لاگت تھی اور اِس لاگت سے اُوپر جو کچھ وہ پیدا کرتے تھے وہ زائد پیداوار (سَرپلس) یا آقا کی خالص آمدنی تھی۔ جس زمانے میں غلاموں کی رسد بہ افراط ہوتی اور غلام سستے ہوتے اُس زمانے میں آقا کو غلاموں پر زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ وہ اِن سے زیادہ سے زیادہ کام لے کر اور جلد تھکا کر انھیں ختم کر سکتا تھا اور پھر نئے غلام خرید سکتا تھا۔ لیکن جب نئی فتوحات کے دروازے بند ہوتے یا غلاموں کی تجارت میں کمی کی وجہ سے غلام کمیاب ہوتے تو اُس صورت میں غلام ایک قیمتی شے بن جاتے جنکے لئے زیادہ احتیاط اور خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی۔ اب شاید آقا کو ہر غلام کے لئے اتنا فراہم کرنا پڑتا کہ وہ بچے پیدا کر سکے اور خاندان کی پرورش کر سکے۔

دوسرا نظام نیم غلامی کا تھا جو قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں جاگیرداری کے نام سے رائج تھا اور جو دُنیا کے دوسرے حصوں میں بھی مختلف وقتوں اور مختلف شکلوں میں رہ چکا ہے۔ اِس نظام کے تحت ہر گاؤں بنیادی طور سے خودکفیل ہوتا تھا اور گاؤں سے باہر اگر لین دین تھا بھی تو وہ عام نہیں بلکہ اتفاقی تھا۔ یہاں سَرف (نیم غلام) آقا کی مِلک نہیں ہوتا تھا بلکہ آقا کو اُس سے کچھ خدمات کا روایتی حق حاصل ہوتا تھا۔ سرف آقا کی جاگیر سے مُنسلک ہوتا تھا اور اِس سے الگ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اکثر یہ ایک آقا کے پاس سے دوسرے کے پاس مُنتقل ہو جاتا، جیسا کہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی کے جرمنی میں اور اُنیسویں صدی کے رُوس میں ہوتا تھا جہاں جاگیر کی قیمت سکّوں کے بجائے نفوس کی تعداد میں ظاہر کی جاتی تھی جنھیں گروی رکھا جا سکتا تھا اور بیچا جا سکتا تھا۔ انگلینڈ میں ایڈورڈ اوّل کے زمانے میں جب شاہی کانوں کو استعمال کرنے کی اجازت اطالوی قرض خواہوں کو عطا کی گئی تو اُس میں شاہی کانکنوں کی

لازمی بیگار بھی شامل تھی۔ عموماً سرف کے گذارے کے لیے کھیتوں کی کچھ پٹیاں دیدی جاتی تھیں جنھیں روایتی حق کے تحت وہ اپنا سمجھتا تھا۔ اس روایتی حق کے عوض اُس کا فرض تھا کہ وہ باقی وقت آقا کے کھیتوں پر کام کرے یا اُس کے گھر پر معمولی خدمات انجام دے۔ سرف کے پاس جتنی زمین تھی اور جتنا اپنا وقت تھا اُسی سے اُس کو اپنی اور اپنے کُنبے کی کفالت کرنی پڑتی تھی۔ زمین جتنی ہی زرخیز اور محنت جتنی ہی بارآور ہوتی اتنی ہی کم زمین اور اتنا ہی کم وقت سرف کو دینے کی ضرورت ہوتی اور اتنا ہی زیادہ سرپلس آقا کو سرف کی محنت سے حاصل ہوتا۔ جس طرح غلام کی قدر بحیثیت اصل اِس پر منحصر تھی کہ اُس کی کارگزاری سے کتنی زائد پیداوار حاصل ہوتی ہے (خصوصاً اُس زمانے میں جب کہ غلام کمیاب ہوتے تھے)۔ جاگیر کی قیمت زائد پیداوار کی مقدار پر منحصر تھی۔

تیسرا نظام وہ ہے جس میں دستکار یا کاریگر آزاد ہوتا ہے۔ اُس کے اپنے اوزار ہوتے ہیں۔ اُس کی اپنی ورک شاپ ہوتی ہے اور وہ خود اپنا مال فروخت کرتا ہے۔ زراعت میں اِس نظام کے تحت آزاد کسان ہوتا ہے جو اپنے کھیت پر اپنے خاندان کے ساتھ کام کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کی مثالیں ہر زمانے میں یکساں ملتی ہیں چاہے وہ کلاسیکی دور ہو یا قرونِ وسطیٰ کے قصبات یا زمانہ حال۔ اس میں مزدور خود اپنا مُلازم ہوتا ہے، خود سامان بناتا اور فروخت کرتا ہے اور اُس کی گذر اوقات اور خام مال کی خریداری کے مصارف کے بعد جو بچتا ہے وہ اُس کی فاضل پیداوار یا خالص آمدنی ہوتی ہے جس کو وہ اپنے پاس رکھتا ہے۔

۳۔ نظامِ اُجرت کی خصوصیات اگر ہم ان تین نظاموں کا موازنہ جدید نظامِ اُجرت سے کریں تو یہ واضح

اُجرتیں

ہو جائیگا کہ ان کے اور جدید نظام کے درمیان سب سے اہم فرق مزدور کی معاشی آزادی کے درجے کا ہے جس کا انحصار اس پر ہے کہ مزدور کا معاشی ملکیت سے کیا رشتہ ہے، آیا ملکیت اُس کو حاصل ہے یا نہیں، یا وہ خود کسی آقا کی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ غلامی اور نیم غلامی دونوں میں مزدوروں کی آزادی کے گرد قانون کا حصار ہوتا ہے۔ غلامی کے تحت مزدور اپنے آقا کا بالکل پابند ہوتا ہے اور نیم غلامی میں اُس کی آزادی کا دائرہ اُس معاہدے کی وجہ سے بہت تنگ ہوتا ہے جس کے تحت آقا کی خدمات کی انجام دہی اُس پر فرض ہوتی ہے لیکن نظام اُجرت کے تحت مزدور ایسی قانونی زنجیروں سے نہیں بندھا ہوتا ہے۔ قانوناً وہ اپنا مالک ہوتا ہے، اُس کو آزادی ہوتی ہے کہ وہ چاہے تو کام کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ یہ اُس کی مرضی پر ہے کہ وہ اُجرت پر کام کرے یا آزاد کاریگر کی حیثیت سے کام کرے۔ سرمایہ دار جو کسی ورک شاپ، فیکٹری یا فارم کا مالک ہوتا ہے، چونکہ اب نہ غلام خرید سکتا ہے اور نہ سَرف کی محنت پر اُسکو روایتی حق حاصل ہے، اس لئے اُسکو ایک دن یا ایک ہفتے کے لئے مزدور کے وقت کو استعمال کرنے کا اختیار کرائے پر لینا پڑتا ہے اور کرایہ بازار کی شرح کے مطابق ادا کرنا ہوتا ہے۔ سرمایہ دار جو اُجرت ادا کرتا ہے اور پیداوار کو بیچ کر جو قیمت حاصل کرتا ہے، ان دونوں کا فرق اُس کا منافع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے، جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے، کہ مزدور کی آزادی پر سے تمام پابندیاں ہٹانا نظامِ اُجرت کے وجود میں آنے کی پہلی شرط ہے۔

۴۔ معاشی آزادی

سو سال پہلے کے کلاسیکی ماہرین معاشیات عموماً ماضی کے جبری نظام کے مقابلے میں جدید نظامِ اُجرت کی آزادی کو سراہ کر بات ختم کر دیتے تھے۔ اِن کا خیال تھا کہ

نظامِ اُجرت

اِس نظام کے تحت مزدور کو جو اختیار حاصل تھا وہ اِس جبر کی دُنیا میں انتہائی ممکن اختیار تھا۔ یہ خود مختار کاریگروں کے نظام جیسا آزاد لیکن اُس سے زیادہ کارگزار تھا۔ یہ درست ہے کہ اُجرتی مزدور کچھ گھنٹوں کے لئے اپنے کو کسی فیکٹری کا پابند بنا لیتا تھا جہاں اُسے آجر یا سُپروائزر کی نگرانی میں وہ کام انجام دینا پڑتا تھا جس کا حکم دیا جاتا تھا۔ اِس کے مقابلے میں کاریگر خود اپنا آقا تھا اور جو اُس کا جی چاہتا اور جب اُس کا جی چاہتا کرتا تھا۔ لیکن مزدور یہ پابندی اپنی مرضی سے اور آزادانہ معاہدے کے تحت قبول کرتا ہے۔ اگر وہ سمجھتا تھا کہ اُجرت کی پیش کش اُس کی تلافی نہیں ہے جو کام کرنے میں اُس کو ہوگی، تو اُسے اختیار تھا کہ وہ روزگار کی شرائط نامنظور کر دے۔ ایک خود مختار کاریگر کی حیثیت سے اُس کو کسی بھی روزگار کو پسند کرنے کی اتنی ہی آزادی تھی جتنی کاریگر کو یہ فیصلہ کرنے کی آزادی تھی کہ وُہ اُجرت پر کام کریگا جس طرح منافع ایک آجر کی خدمات کی معاشی قیمت تھی اِسی طرح اُجرت ایک آزاد بازار میں کام کی معقول قیمت تھی۔ رہی یہ بات کہ کسی نے ایک ذریعہ معاش پسند کیا اور کسی نے دوسرا، یہ تقسیم کار کی وہ مخصوص صورت ہے جو قوموں کی دولت میں اضافے کا سبب ہے۔

لیکن یہ کلاسیکی نظریہ حالات کی پوری تصویر نہیں پیش کرتا اور اپنی اِس شکل میں نہایت نامکمل ہے۔ ایک ایسے نظام کا تصور تو ممکن ہے جس میں بیشتر لوگ معاشی جدوجہد کے دوران اُس مقام پر کھڑے ہوں جہاں اُنھیں یہ پسند کرنے کا اختیار ہو کہ وہ چاہیں تو کسی پڑوسی کے یہاں اُجرت پر کام کرنا پسند کرلیں اور چاہیں تو خود آجر بن جائیں۔ کسانوں کے گاؤں اور قرونِ وسطیٰ کے قصبات میں شاید اِسی سے ملتی جُلتی کوئی صورت تھی۔ لیکن جدید صنعتی تہذیبوں کے نظام

اُجرتیں

اُجرت میں مزدوروں کا دائرہ انتخاب اِس سے بہت زیادہ تنگ ہوتا ہے۔ انتخاب کی یہ حد بندی پہلے کی طرح کی قانونی بندش نہیں ہے بلکہ یہ معاشی بندش ہے جو کم و بیش اتنی ہی موثر ہے جتنی ماضی کی قانونی بندش تھی۔ اِس کی بُنیاد یہ حقیقت ہے کہ مزدور ایک نادار اور بے بلک طبقے کا رکن ہے۔ یہ حقیقت اُس کی آزادیِ انتخاب کو محدود کر دیتی ہے۔ اُس کو انتخاب کا اختیار معاش کے صرف اُن ذریعوں تک ہے جنکے لئے زمین اور سرمائے پر تصرف ضروری نہیں ہوتا بلکہ بیشتر زیادہ تعلیم اور تربیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ڈِک وِٹنگٹن جیسے خوش قسمتوں کو چھوڑ کر ایک مزدور کی پسند عموماً محدود ہوتی ہے اور وہ مجبور ہوتا ہے کہ اُجرت کے عوض اپنی محنت فروخت کر دے۔ تاریخ میں تقریباً ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ جہاں کی نظامِ اُجرت آیا ہے وہاں پہلے ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا ہے جس کے پاس خود مختار کاریگر یا کسان بننے کے وسائل نہیں ہوتے۔ یا وہ حلقہ جس کے اندر کم سرمائے والے کاریگر نفع بخش طریقے سے کام کر سکیں بہت تنگ ہوتا ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ مواقع کے انتخاب کی تنگی بذاتِ خود مزدور کی آزادی پر پابندی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ یوں اگر دیکھا جائے تو آدمی کو یہ آزادی کبھی بھی نہیں ہے کہ وہ جو بھی جی چاہے کرے۔ قدرت ہمیشہ ممانعت نافذ کرتی ہے اور آدمی کے اختیار کو محدود کرتی ہے۔ اُن مواقع کی نہ پیمائش کیجا سکتی ہے اور نہ اُنکا موازنہ کیا جا سکتا ہے جو مختلف لوگوں کو اور مختلف دور میں دستیاب رہے ہیں۔ "آزاد اور شریف وحشی" کو آج کے مزدور کے مقابلے میں بہت کم مواقع حاصل تھے۔ اسی طرح چین یا مشرقی یورپ کے کسانوں کو فورڈ کے کارخانے کے مزدوروں کے مقابلے میں بہت کم مواقع حاصل ہیں۔ ایسے موازنے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے اگر ہم اس موازنے میں 'معاشی مواقع' جیسی مبہم شے کو 'آزادی' شمار کرتے ہیں

نظامِ اُجرت

یہ درست ہے کہ آزادی کوئی مقدار نہیں ہے جس کو ناپا جاسکے لیکن ایسی شے ضرور ہے جس کے وجود و عدم کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ اِس کے علاوہ یہ سمجھنا غلط ہے کہ آدمی کے عمل پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں وہ محض قانونی ہوتی ہیں۔ واقعتاً اس کے عمل پر بہت سی خارجی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ خصوصاً معاشی اور سماجی، لیکن ایسا موازنہ تب ہی ممکن ہے جب موازنہ کی جانے والی اشیا ایسی ہوں جنھیں ایک ترتیب سے لگایا جاسکتا ہو اور یہ فرض کیا جاسکتا ہو کہ اُس ایک پہلو کو چھوڑ کر جس کا موازنہ کیا جارہا ہے باقی ہر لحاظ سے اِن میں مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔ ممکن ہے آج کے عوام کی آزادی کا موازنہ کئی صدی پہلے کے عوام کی آزادی سے نہ کیا جاسکتا ہو اور مجموعی معاشی بہبود کا لحاظ کیے بغیر ایسا کرنا بے معنی ہو۔ لیکن کسی بھی دیے ہوئے سماج میں دو طبقوں کا موازنہ اُن مواقع کے اعتبار سے یقیناً کیا جاسکتا ہے جو ایک کو حاصل رہے ہیں اور دوسرے کو نہیں حاصل رہے ہیں بشرطیکہ اُن فائدوں کو دیا ہوا فرض کرلیا جائے جو پورے سماج کے لئے مشترک ہیں۔ آج کے اُجرتی مزدور پر ایک پابندی اور بھی ہے اور وہ یہ کہ روزی کمانے کے لیے اُس کے پاس اسکے علاوہ کوئی صورت نہیں ہوتی کہ وہ اُن لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا معاہدہ کرے جن کے پاس زمین اور سرمایہ ہے اور جن پر وہ اُس کو کام سے لگاسکتے ہیں۔ اِس مزدور کا موازنہ اُن لوگوں کے ساتھ یقیناً ممکن ہے جن سے وہ روزگار مانگتا ہے اور یہی بات ہماری اس بحث کے لیے اہم ہے، چونکہ روزگار دینے والے لوگ مالدار اور صاحبِ ملک ہوتے ہیں اس لئے اُنھیں مزدور سے معاہدے کی اتنی عجلت نہیں ہوتی جتنی مزدور کو ہوتی ہے[1]۔ آجروں کے اختیار میں یہ ضرور ہے کہ

---

[1] ٹکنیکل اصطلاح میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی طور سے دونوں ایسے گروپ ہیں جنکا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ ان میں سے ایک کی آمدنی کا افادۂ مختتم دوسرے کے افادۂ مختتم سے بہت زیادہ ہے۔ یہی فرق اِنکے سودے کی شرائط متعین کریگا۔

اُجر میں وہ اگر چاہیں تو اُجرتی مزدور بن جائیں لیکن مزدور کے لئے آجر بننا ممکن نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ آجروں کی رسائی دوسرے پیشوں تک ہے جو مزدور کی دسترس سے باہر ہیں کیونکہ اُس کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ چنانچہ مزدور کی معاشی آزادی میں کمی کی وجہ سے اور اُس کا دائرہ انتخاب تنگ ہونے کی وجہ سے وہ سرمایہ دار کا محتاج ہے۔ سرمایہ دار کو اُس کی اتنی غرض نہیں ہوتی جتنی اُس کو سرمایہ دار کی ہوتی ہے اور دونوں کے مابین معاہدے پر اِس حقیقت کا بنیادی اثر پڑتا ہے۔

یہ انحصار جس کی ماہیت اب قانونی نہیں بلکہ معاشی ہے، ایسا انحصار نہیں ہے جس میں مزدور کسی مخصوص آجر کا پابند ہو بلکہ اس کے تحت مزدور عام طور سے ایک ایسے طبقے کے پابند ہوتے ہیں جو آجر ہوتا ہے یا آجر بن سکتا ہے۔ ساتھ ہی اِس کا اظہار مزدوروں اور کسی ایک آجر کے رشتے کی مخصوص ماہیت سے کبھی ہوگا۔ بظاہر یہ انحصار ایک ترقی یافتہ نظامِ اُجرت کی اتنی عام خصوصیت ہے کہ اِسکو اِس نظام کی بنیادی خصوصیت تصور کیا جاسکتا ہے۔ جدید صنعتی سرمایہ داری کے نظامِ اُجرت کی تو یہ خصوصیت بہر حال ہے۔

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُجرت پر کام کرنے والے وہاں نہ ملیں گے جہاں ایسا مجبور طبقہ نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ خود اپنا کام کرنے کے بجائے دوسرے کا کام کرنا زیادہ نفع بخش سمجھیں اگرچہ اُنکی اجرت کی سطح اتنی کم ہو کہ اُس کی وجہ سے اُنکے آجروں کو سرپلس یا زائد پیداوار کی شکل میں کافی منافع حاصل ہو رہا ہو۔ ایسی صورت اس لئے پیدا ہوسکتی ہے کیونکہ پیداوار کی تنظیم اور کاروبار کو کامیابی سے چلانے کے لئے جس قدرتی صلاحیت، مہم جوئی اور پہل کرنے کے شوق کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب لوگوں میں یکساں نہیں ہوتا۔ لیکن غالباً قدرتی صلاحیت میں اتنا زیادہ فرق نہیں ہو سکتا کہ اس کی وجہ سے لوگ عام طور سے اُجرت پر کام کرنے پر اتنے بضد ہوں کہ

نظامِ اُجرت

اُجرت پر کام کرنے کا طریقہ پیداوار کے تمام شعبوں میں عام ہو اور یہی ہر کاروبار کا نمایاں طریقہ پیداوار ہو، تاوقتیکہ مختلف سماجی گروہوں کے درمیان معاشی حیثیت اور مواقع کا فرق کافی نہ بڑھ گیا ہو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ یہ نظام اتنا ہمہ گیر ہو گا کہ پوری صنعت پر حاوی ہو اور ہر آجر کے تحت ہزاروں آدمی کام کرتے ہوں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ جدید نظام اُجرت کا اِرتقا بنیادی طور سے کسی ایسی صورت کا نتیجہ تھا اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ مزدور اور آجر کا رشتہ صنعتی نظام کی عام خصوصیت بن جاتا ہے۔ یہ رشتہ طبقات کے درمیان اس سماجی فرق کا نتیجہ تھا جو پہلے پیدا ہو چکا تھا اور جس کا تعلق معاشی مواقع سے تھا۔ ان میں بنیادی فرق جائداد کی ملکیت کا تھا۔

۵- پرولتاری کا اِرتقا چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک پختہ نظامِ اُجرت کے لیے دو چیزیں لازمی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ قانونی بندشیں ہٹائی جائیں جو ایک مزدور کو کسی مخصوص آقا کا پابند رکھتی ہیں اور دوسرے یہ کہ ایک ایسا نادار طبقہ 'یعنی پرولتاری' وجود میں آئے جو کسی دوسرے ذریعہ معاش کے نہ ہونے کی وجہ سے اُجرت پر کام کرنے پر رضامند ہو۔ جب تک پہلی شرط نہیں پوری ہوتی اس وقت تک مزدور فقط غلام یا نیم غلام رہتا ہے اور اُس کی حیثیت اُس مزدور کی نہیں ہوتی جو اپنی محنت کھلے بازار بیچتا ہے۔ جبتک دوسری شرط نہیں پوری ہوتی اس وقت تک آجر کے لیے اُجرت پر مزدوروں کو رکھ کر کسی خاص پیمانے پر پیداوار کا اہتمام کرنا کوئی خاص نفع بخش نہیں ہوتا۔ اِس ملک (انگلستان) میں اوّلالذکر تبدیلی کافی عرصہ پہلے اُس وقت واقع ہو چکی تھی جب پندرھویں صدی میں یہ رواج عام ہو گیا کہ ایک سرف روپیہ دیکر یا زمین کا لگان ادا کر کے جاگیردارانہ خدمات سے سبکدوشی حاصل کر سکتا تھا۔

اُجرتیں

دوسرے ملکوں میں یہ تبدیلی بعد میں آئی مثلاً ۱۸۰۶ء اور ۱۸۱۲ء کے درمیان جرمنی کی مختلف ریاستوں نے سرف کار کھنا ممنوع قرار دیدیا اور سب سے آخر میں ۱۸۶۱ء میں رُوس نے ایک قانون کے ذریعے سرف کے طبقے کو آزادی دیدی۔

دوسری تبدیلی ایک زیادہ متنوّع انداز سے رُونما ہوئی۔ کچھ تو یہ آبادی کے قدرتی اضافے کا نتیجہ تھی جس کی وجہ سے زمین کی گنجائش کو دیکھتے آبادی بڑھ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلب کے مقابلے میں زمین کمیاب ہوگئی اور مالکان زمین کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ اب زمین خاصی قیمت ادا کرکے ہی حاصل کیجا سکتی تھی۔ بڑے زمینداروں کے ہاتھوں میں زمینوں کی منتقلی اور ان کی احاطہ بندی نے اس عمل کو اور تیز کردیا جو پہلے روایتی حق کے طور پر چھوٹے کسانوں کے پاس تھیں اور اب بڑے زمینداروں کے پاس چلی گئیں تھیں۔ انگلستان میں یہ عمل اُن احاطہ بندیوں کی شکل میں رونما ہوا جو بھیڑ پالنے کے لیے کی گئی تھیں اور جن کی وجہ سے اُن مُسٹنڈے فقیروں کی ایک قوم پیدا ہوگئی جنکا ٹیوڈر عہد میں بہت ذکر ملتا ہے۔ مزید یہ کہ ۱۸۰۷ء اور ۱۸۵۰ء کے درمیان زمین کی احاطہ بندی سے متعلق کئی ایکٹ نافذ کیے گئے جنکا مقصد کاشت کے جدید طریقوں کو ترقی دینا تھا۔ ڈنمارک کے برعکس جرمنی میں اس قسم کی احاطہ بندی سرف کی نجات کے وقت بڑے پیمانے پر عمل میں آئی جنکے ذریعے اُن جاگیرداروں کی تلافی کی گئی جو جاگیردارانہ خدمات سے محروم ہوگئے تھے۔ افریقہ کے بعض حصوں میں اس قسم کا اثر اب مرتب ہورہا ہے جو یا تو قبیلوں کے ذخیرۂ محنت میں کمی کا نتیجہ ہے یا دیسی باشندوں پر جھونپڑی ٹیکس یا پول ٹیکس لگنے کا نتیجہ ہے جو اس وقت عائد ہوتا ہے جب وہ قبیلوں کے محفوظ علاقوں میں رہتے ہیں اور اُن علاقوں سے باہر

نظامِ اُجرت

اُجرت پر کام نہیں کرتے۔

ساتھ ہی شہروں میں کاریگروں اور تاجروں کے گلڈ روز بروز زیادہ مخصوص ہوتے جا رہے تھے۔ ایک طرف تو یہ گلڈ چارٹر حاصل کر لیتے تھے جس کے تحت صرف گلڈ کے ممبر ہی ماسٹر کی حیثیت سے وہ پیشہ اختیار کر سکتے تھے۔ دوسری طرف فیس اتنی اونچی تھی، داخلے کی شرطیں اتنی کڑی تھیں اور کار آموزی کے قواعد اتنے سخت تھے کہ گلڈ میں داخلہ بہت مشکل اور محدود تھا۔ اِنگلستان میں سولہویں صدی تک برآمد کی تھوک تجارت کا بڑا حصّہ مالدار طبقے کے ایک چھوٹے حصّے کی اجارہ داری تھا۔ اُدھر شہروں میں رہنے والا مزدوروں کا ایک نچلا طبقہ تھا جس کی تعداد دِن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ جن میں سے صرف چند کے لیے اِس کا امکان تھا کہ وہ کاریگروں کے حلقے میں شامل ہو سکیں اور ماسٹر کی حیثیت سے اپنا کام شروع کر سکیں۔ اِس روز بروز بڑھتی ہوئی اجارہ داری کے خلاف کچھ ردِ عمل کا اظہار سترھویں صدی میں اس وقت ہوا جب سرمایہ دار لوگوں نے اُن چھوٹے کاریگروں کو کام دینا شروع کیا جو اپنے گاؤں میں گھروں پر کام کرتے تھے اِس کو ڈومسٹک سسٹم کا نام دیا گیا۔ یہ شہری کاریگروں کے گلڈ کے قواعد سے بچنے کا ایک طریقہ تھا۔ اگر کسی شخص کے پاس اتنا سرمایہ تھا کہ وہ دیہات میں ایک مکان اور لوُم یا نٹنگ فریم خرید سکے تو وہ دیہات میں کاریگر کی حیثیت سے کام کر سکتا تھا لیکن دیہات کے یہ کاریگر خود مختار ہونے کے بجائے اُن بیوپاری صنعت کاروں کے پابند بنے لگے جو انھیں کام فراہم کرتے تھے ـــــ مثلاً وسٹ اِنڈ کے بڑے درزی چھوٹے درزیوں کو کام دیتے تھے جو وہ اپنے گھروں پر انجام دیتے تھے۔ عموماً چونکہ کاریگروں کے پاس بہت کم سرمایہ ہوتا تھا اِس لیے وہ اپنے مال کی فروخت کا کام نہیں کر سکتے تھے۔ اُن کے بس میں زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ وہ چھوٹا سا اپنا کارخانہ قائم

اُجرتیں کریں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کاریگر کو خام مال بھی تاجر فراہم کرتے تھے اور مال تیار ہونے پر لے جاتے تھے اور کام کا معاوضہ کاریگر کو دیدیتے تھے۔ بعض کاریگر آلات اور اوزار بھی اُسی سرمایہ دار سے کرائے پر لیتے تھے جس کا وہ کام کرتے تھے۔ مثلاً فریم فٹنگ کا کام کرنے والے فریم کرائے پر لیتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اِن کاریگروں میں بیشتر کے گزارے کا ذریعہ پیشگی یا قرض بنکر رہ گیا جو یہ سرمایہ داروں سے لیتے رہتے تھے۔ اِس طرح وہ ایک مخصوص آجر کے پابند بنکر رہ جاتے جیساکہ دستی آلات کے کاروبار میں عام تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِن کاریگروں کی حیثیت کم و بیش اُجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کی تھی، بالکل اُسی طرح جیسے بہت سے زراعتی ملکوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نادار طبقہ پیدا ہو رہا ہے جس نے اپنی زمینیں تاجروں اور ساہوکاروں کے پاس رہن رکھدی ہیں اور خود دِن بدن افلاس کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ آخر میں پاور سے چلنے والی مشینوں اور فیکٹری کے طریق پیداوار کا رواج ہوا جس نے اِس عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اِس نے ہاتھ سے کپڑا بنانے والوں اور دستی اوزار بنانے والوں سے مقابلہ کرکے اِن کی رہی سہی روزی بھی چھین لی اور اُن چند کو چھوڑ کر جنکے پاس خود اپنا کارخانہ شروع کرنے کے وسائل تھے باقی سب کو اُجرت پر کام کرنے کے لئے شہروں کا رُخ کرنا پڑا۔

۶۔ پابندی کے مختلف درجے خود نظامِ اجرت کے اندر بھی مزدوروں کی معاشی آزادی میں کافی تفاوت ہو سکتا ہے۔ جہاں مزدوروں کی ٹریڈ یونین تحریک مضبوط ہے اور ان کے پاس کافی محفوظ رقم ہے، یا جہاں انھوں نے خوشحال کوآپریٹو تنظیم قائم کرلی ہے جو انھیں قرض اور کھانے پینے کا سامان فراہم کرسکتی ہیں، یا جہاں سیاسی اثر اور

رسوخ کے ذریعے ایسے قوانین نافذ کرالیے گئے ہیں جو مزدوروں کے حق میں ہیں، وہاں اُجرت پر کام کرنے والوں کی معاشی کمزوریاں بحیثیت طبقے کے بڑی حد تک دور کی جا سکتی ہیں۔ عارضی طور پر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مخصوص صنعت کے مزدور اِس بات سے فائدہ اُٹھالیں کہ اِن کے آجروں نے کارخانے کے آلات اور مشینوں پر بہت کافی سرمایہ لگایا ہے جنھیں وہ بیکار کھڑے رکھنا نہ چاہیں گے۔ یا اُن کے پاس خراب جانے والی اشیا کا کافی بڑا ذخیرہ ہے جسے وہ خراب نہ ہونے دینا چاہیں گے یا اُن کے کاروباری تعلقات ایسی پارٹیوں سے ہیں جنھیں وہ رسد بند کر کے ناخوش نہ کرنا چاہینگے۔ ظاہر ہے کہ اِن صورتوں میں آجر اپنے کارخانوں کو بند رکھنے سے گریز کرینگے۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر معاشی صورت حال کچھ ایسی ہوتی ہے جس سے مزدوری کرنے کی آزادی میں رخنہ پڑتا ہے اور بعض صورتوں میں تو مزدور کی پسند اِتنی محدود ہوتی ہے کہ وہ روزگار کے لیے کسی خاص آجر یا آجروں کے ایک چھوٹے سے حلقے کا پابند ہو جاتا ہے۔ ایک مزدور جب فرد کی حیثیت سے کسی آجر سے سودا کرتا ہے اُس وقت اگر اُس کی پُشت پر ٹریڈ یونین نہیں ہوتی تو اُس کو پوری معلومات نہیں حاصل ہو پاتیں کہ اُس کے لیے روزگار کے کیا مواقع کھُلے ہیں۔ اُس کے لئے روزگار کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بھی مشکل ہوتا ہے۔ غرضیکہ اِس میں شک نہیں کہ اِن تمام معاملات میں مزدور آجر کے مقابلے میں کمزور پڑتا ہے کیونکہ آجر کو جو سہولتیں حاصل ہوتی ہیں وہ مزدور کو نہیں ہوتیں مثلاً آجر ٹیلی فون کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتا ہے، فورمین اور ایجنٹوں کو استعمال کر سکتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو دوسرے شہروں سے مزدور بھرتی کر سکتا ہے۔ چنانچہ مزدور کی پسند صرف اُس روزگار تک محدود ہوتی

ہے جس کا اُسے علم ہوتا ہے اور جو آس پاس مل سکتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ مزدور آجروں کے مکانوں میں رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں آجر مالک مکان بھی ہوتا ہے اور اِس حیثیت سے اُس کو مزدور پر جو اختیار حاصل ہوتا ہے اُس کی حیثیت کچھ جاگیر دارانہ ہوتی ہے۔ سَو برس پہلے کے شہروں میں یہ صورت عام تھی۔ دیہات میں اب بھی ایسی صورت پائی جاتی ہے جہاں مزدوروں کے لیے جھونپڑیاں بنی ہوتی ہیں، یا کانکنی کے علاقوں میں جہاں کان میں کام کرنے والوں کو کمپنی کے مکانات کرائے پر دیے جاتے ہیں۔ "ٹرک سسٹم" جس کا ذکر ہم تیسرے باب میں کرینگے، اس کے تحت آجر اکثر اپنے مزدوروں کو واؤچر کی شکل میں اُجرت ادا کرتا ہے جس کے ذریعے مزدور مقامی اسٹور سے اشیا خرید سکتے ہیں۔ یہ اسٹور اکثر آجروں کی ملکیت ہوتے ہیں۔ ڈیزرائیلی نے اپنے مضمون 'سبل' میں اِنھیں کا ذکر 'ٹامی شاپ' کے نام سے کیا ہے۔ امریکہ کے کانکنی کے شہروں میں عموماً پورا شہر کمپنی کی ملکیت ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو پولیس اور مجسٹریٹ بھی کمپنی کے ہوتے ہیں۔ اِن صورتوں میں مزدوروں کو روزگار بدلنے اور آجروں سے معاہدہ کرنے سے انکار کرنے سے روکا جاسکتا ہے کیونکہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو وہ اپنی رہائش گاہ سے محروم ہو سکتے ہیں۔ واؤچر کی صورت میں روزگار کی ادائگی کی وجہ سے مزدوروں کو اِس کی آزادی نہیں رہتی کہ وہ سب سے سستے بازار میں سامان خرید سکیں۔ مزدوروں کی منتقلی محدود کرنے اور اُنھیں کسی مخصوص فرم کا پابند رکھنے سے متعلق جن بہت سی اسکیموں کا ذکر ہم امریکہ میں سنتے ہیں اُن سب کے یہی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جہاں بھی بیروزگار لوگوں کا محفوظ ذخیرہ ہوتا ہے وہاں کے مزدوروں کو ایسی ہی صورت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ تکمیل آجروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اپنی مرضی کے مطابق نئے کاریگروں کو بھرتی کر سکتے ہیں۔

آزاد رہی ہے۔ محنت کی قلت کے زمانے میں صورتِ حال اِس کے برعکس رہی ہے۔ قطع نظر اِس کے کہ یہ تعمیم کہاں تک درست ہے، یہ بات واضح ہے کہ جہاں تک نظامِ معیشت کے برتاؤ اور سماجی اور اقتصادی پالسیوں کا سوال ہے اِسکا انحصار بنیادی طور سے بازارِ محنت کی عام حالت پر اور اُن اثرات پر ہوگا جو سرمائے اور محنت کی اضافی معاشی حیثیت اور قوت سے مرتّب ہوں گے۔

دوسرا باب

اُجرت اور معیارِ زندگی

۱- امتیازات اور تعریف

اِس سے قبل کہ ہم مزدور طبقے کے معیارِ زندگی کے سلسلے میں اُجرت اور اُجرت کی تبدیلیوں پر غور کریں ضروری ہے کہ بعض ضروری امتیازات کو واضح کر دیا جائے۔

سب سے پہلے دو قسم کی تبدیلیوں میں فرق کرنا بہت اہم ہے۔ یعنی وہ تبدیلی جو بحیثیت مجموعی پورے ملک کے گوشوارۂ اُجرت میں واقع ہو سکتی ہے اور وہ تبدیلی جو ایک دی ہوئی مدت (سال، ہفتہ یا مہینہ) میں فی کس اوسط کمائی میں واقع ہو سکتی ہے۔ صرف اُس صورت میں اِن دونوں میں ہم وزن تبدیلی واقع ہوگی جب برسرِ روزگار مزدوروں کی تعداد جیوں کی تیوں قائم رہے۔ لیکن جب کارگزار آبادی تغیر پذیر ہو تو مجموعی اُجرت کے گوشوارے اور فی کس کمائی میں یکساں تبدیلی رونما نہ ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ اِن تبدیلیوں کی سمتیں ایک دوسرے کی مخالف ہوں۔ مثلاً اگر برسرِ روزگار مزدوروں کی تعداد میں ٪۲۰ کا اضافہ واقع ہوا لیکن اُجرت کے گوشوارے میں بیس فیصدی سے کم کا اضافہ ہوا تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ فی کس کمائی واقعتاً گھٹ گئی۔

نمبر ۲ یہ کہ بعض اوقات دو قسم کی اور تبدیلیوں میں بھی فرق کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک تو اُجرت میں مطلق تبدیلی جو مذکورہ بالا دو معنوں میں سے کسی معنی میں

آزاد رہی ہے۔ محنت کی قلت کے زمانے میں صورتِ حال اِس کے برعکس رہی ہے۔ قطع نظر اِس کے کہ یہ تعمیم کہاں تک درست ہے، یہ بات واضح ہے کہ جہاں تک نظامِ معیشت کے برتاؤ اور سماجی اور اقتصادی پالسیوں کا سوال ہے اِسکا انحصار بنیادی طور سے بازارِ محنت کی عام حالت پر اور اُن اثرات پر ہوگا جو سرمائے اور محنت کی اضافی معاشی حیثیت اور قوت سے مرتب ہوں گے۔

دوسرا باب

اُجرت اور معیارِ زندگی

۱۔ امتیازات اور تعریف

اِس سے قبل کہ ہم مزدور طبقے کے معیارِ زندگی کے سلسلے میں اُجرت اور اُجرت کی تبدیلیوں پر غور کریں ضروری ہے کہ بعض ضروری امتیازات کو واضح کر دیا جائے۔

سب سے پہلے دو قسم کی تبدیلیوں میں فرق کرنا بہت اہم ہے۔ یعنی وہ تبدیلی جو بحیثیت مجموعی پورے ملک کے گوشوارۂ اُجرت میں واقع ہو سکتی ہے اور وہ تبدیلی جو ایک دی ہوئی مدت (سال، ہفتہ یا مہینہ) میں فی کس اوسط کمائی میں واقع ہو سکتی ہے۔ صرف اُس صورت میں اِن دونوں میں ہم وزن تبدیلی واقع ہو گی جب برسرِ روزگار مزدوروں کی تعداد جیوں کی تیوں قائم رہے۔ لیکن جب کارگزار آبادی تغیر پذیر ہو تو مجموعی اُجرت کے گوشوارے اور فی کس کمائی میں یکساں تبدیلی رونما نہ ہو گی بلکہ ممکن ہے کہ اِن تبدیلیوں کی سمتیں ایک دوسرے کی مخالف ہوں۔ مثلاً اگر برسرِ روزگار مزدوروں کی تعداد میں ۲۰٪ کا اضافہ واقع ہوا لیکن اُجرت کے گوشوارے میں بیس فیصدی سے کم کا اضافہ ہوا تو اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ فی کس کمائی واقعتاً گھٹ گئی۔

نمبر ۲ یہ کہ بعض اوقات دو قسم کی اور تبدیلیوں میں بھی فرق کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک تو اُجرت میں مطلق تبدیلی جو مذکورہ بالا دو معنوں میں سے کسی معنی میں

آزاد رہی ہے۔ محنت کی قلت کے زمانے میں صورتِ حال اِس کے برعکس رہی ہے۔ قطعِ نظر اِس کے کہ یہ تعمیم کہاں تک درست ہے، یہ بات واضح ہے کہ جہاں تک نظامِ معیشت کے برتاؤ اور سماجی اور اقتصادی پالسیوں کا سوال ہے اِسکا انحصار بنیادی طور سے بازارِ محنت کی عام حالت پر اور اُن اثرات پر ہوگا جو سرمائے اور محنت کی اضافی معاشی حیثیت اور قوت سے مرتب ہوں گے۔

دوسرا باب

اُجرت اور معیارِ زندگی

۱- امتیازات اور تعریف

اِس سے قبل کہ ہم مزدور طبقے کے معیارِ زندگی کے سلسلے میں اُجرت اور اُجرت کی تبدیلیوں پر غور کریں ضروری ہے کہ بعض ضروری امتیازات کو واضح کر دیا جائے۔

سب سے پہلے دو قسم کی تبدیلیوں میں فرق کرنا بہت اہم ہے۔ یعنی وہ تبدیلی جو بحیثیت مجموعی پورے ملک کے گوشوارۂ اُجرت میں واقع ہو سکتی ہے اور وہ تبدیلی جو ایک دی ہوئی مدت (سال، ہفتہ یا مہینہ) میں فی کس اوسط کمائی میں واقع ہو سکتی ہے۔ صرف اُس صورت میں اِن دونوں میں ہم وزن تبدیلی واقع ہو گی جب برسرِ روزگار مزدوروں کی تعداد جیوں کی تیوں قائم رہے۔ لیکن جب کارگزار آبادی تغیر پذیر ہو تو مجموعی اُجرت کے گوشوارے اور فی کس کمائی میں یکساں تبدیلی رونما نہ ہو گی بلکہ ممکن ہے کہ اِن تبدیلیوں کی سمتیں ایک دوسرے کی مخالف ہوں۔ مثلاً اگر برسرِ روزگار مزدوروں کی تعداد میں ۲۰٪ کا اضافہ واقع ہوا لیکن اُجرت کے گوشوارے میں بیس فیصدی سے کم کا اضافہ ہوا تو اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ فی کس کمائی واقعتاً گھٹ گئی۔

نمبر دو یہ کہ بعض اوقات دو قسم کی اور تبدیلیوں میں بھی فرق کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک تو اُجرت میں مطلق تبدیلی جو مذکورہ بالا دو معنوں میں سے کسی معنی میں

واقع ہوا اور دوسرے اُجرتوں میں وہ تبدیلی جو مجموعی پیداوار یا قومی آمدنی کے مقابلے میں نسبتاً واقع ہو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مجموعی آمدنی میں اُجرتوں کا کیا حصّہ ہے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ ملک کے گوشوارۂ اُجرت اور فی کس کمائی میں اضافہ واقع ہو لیکن چونکہ قومی آمدنی میں اضافہ اُس سے بھی زیادہ تیزی سے ہوا ہے اس لیے مجموعی آمدنی میں اُجرت کا تناسب گھٹ گیا ہو۔

واقعات کے طویل المدت رجحانات کا اندازہ کرتے وقت یہ جاننا کافی اہم ہے کہ قومی آمدنی میں اُس حصّے کا کیا تناسب ہے جو اُجرت کے نام سے جاتا ہے۔ مثلاً یہ جاننا اُس وقت بہت ضروری ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ صنعت کی مجموعی پیداوار میں مختلف طبقوں کے حصّوں پر معاشی ترقی کا کیا اثر پڑتا ہے۔ لیکن جب ہم آمدنی کی تقسیم کی تبدیلیوں کو طبقوں یا آمدنی کے خانوں کے لحاظ سے دیکھنے کے بجائے بہ لحاظ افراد دیکھنا چاہتے ہیں تو اس سے کچھ زیادہ جاننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت صرف یہ جاننا کافی نہیں ہوتا کہ کسی ایک طبقے کو قومی آمدنی کا کتنا حصّہ ملا ہے اور دوسرے طبقے یا طبقوں کو کتنا۔ بلکہ یہ بھی جاننا ضروری ہوتا ہے کہ جن طبقوں میں آمدنی تقسیم ہوتی ہے اُن میں سے ہر ایک میں آمدنی پانے والوں کی تعداد کیا ہے۔ اگر اُجرت پانے والوں کی تعداد مالدار لوگوں کی تعداد کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بڑھی ہے تو اس کا بالکل امکان ہے کہ مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب بڑھنے کے باوجود مزدور مطلقاً اور نسبتاً دونوں اعتبار سے مالدار لوگوں کے مقابلے میں زیادہ غریب ہو گئے ہوں۔ ایسا ہونے کا امکان اس صورت میں اور بھی زیادہ ہوگا جب بازارِ اُجرت میں روزگار تلاش کرنے والوں کی تعداد بڑھنے کے ساتھ دوسری طرف ملکیت چند ایک ہاتھوں میں مجتمع ہو رہی ہو۔ اس کے برعکس اگر ملکیت کی تقسیم وسیع تر ہو رہی ہے (مثلاً کسانوں کی زمینیں چھوٹے

حصوں میں بٹ رہی ہیں) یا ملکیت ریاست کے ہاتھوں میں منتقل ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں اِس کے باوجود کہ مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب گھٹ گیا ہو، آمدنی کی تقسیم زیادہ مساوی ہو سکتی ہے۔

آخر میں اُجرت بشکل زر (ظاہری اُجرت) اور اُجرت بہ لحاظ قوتِ خرید (حقیقی اُجرت) میں بھی فرق کرنا چاہئے۔ ساتھ ہی اُجرت کی شرح میں تبدیلی اور مزدور کی کمائی میں تبدیلی میں بھی امتیاز ضروری ہے۔ اُجرت کی شرح سے مراد وہ رقم ہے جو مزدور کو معینہ کام یا معینہ وقفے تک کام کرنے کے عوض ملتی ہے۔ مزدور کی کمائی سے مُراد وہ آمدنی ہے جو مزدور کو ایک دی ہوئی مدت میں تنخواہ کی صورت میں ملتی ہے۔ آگے چل کر اِن امتیازات کو ہم تفصیل سے دیکھیں گے۔

۲۔ اُجرت مجموعی آمدنی کے ایک حصّے کی حیثیت سے

پچھلے باب میں ہم نے نظامِ اُجرت کے جن عام خدوخال کو دیکھا اُن کی بنا پر یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ اُن تمام ملکوں میں جہاں سرمایہ دارانہ نظامِ اُجرت پایا جاتا ہے۔ مجموعی آمدنی میں اُجرت کا تناسب یکساں ہوگا۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو جن ملکوں میں محنت کی پیداآوری زیادہ ہے وہاں فی کس اُجرت زیادہ ہوتی اور ہر ملک میں پیداآوری کے بڑھنے کے ساتھ اُجرت میں اضافے کا رُجحان پایا جاتا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ سرمایہ داری جیسے جیسے ترقی کریگی ویسے ویسے مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب غالباً گھٹتا جائیگا کیونکہ دن بدن محنت بچانے والی مشینوں کا استعمال زیادہ ہوگا۔ پچھلے ڈیڑھ سو برسوں میں جو تکنیکی تبدیلیاں رُونما ہوئی ہیں وہ بیشتر ایسی ہی ہیں جس طرح ایک ملک کی مختلف صنعتوں میں اُن صنعتوں کی مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب زیادہ ہوگا جہاں جسمانی محنت کا استعمال زیادہ ہے اور اُن صنعتوں میں کم ہوگا جہاں فی آدمی مشـ

واقع ہوا اور دوسرے اُجرتوں میں وہ تبدیلی جو مجموعی پیداوار یا قومی آمدنی کے مقابلے میں نسبتاً واقع ہو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مجموعی آمدنی میں اُجرتوں کا کیا حصّہ ہے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ ملک کے گوشوارۂ اُجرت اور نی کس کمائی میں اضافہ واقع ہو لیکن چونکہ قومی آمدنی میں اضافہ اُس سے بھی زیادہ تیزی سے ہوا ہے اس لیے مجموعی آمدنی میں اُجرت کا تناسب گھٹ گیا ہو۔

واقعات کے طویل المدت رجحانات کا اندازہ کرتے وقت یہ جاننا کافی اہم ہے کہ قومی آمدنی میں اُس حصّے کا کیا تناسب ہے جو اُجرت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مثلاً یہ جاننا اُس وقت بہت ضروری ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ صنعت کی مجموعی پیداوار میں مختلف طبقوں کے حصّوں پر معاشی ترقی کا کیا اثر پڑتا ہے۔ لیکن جب ہم آمدنی کی تقسیم کی تبدیلیوں کو طبقوں یا آمدنی کے خانوں کے لحاظ سے دیکھنے کے بجائے بہ لحاظ افراد دیکھنا چاہتے ہیں تو اس سے کچھ زیادہ جاننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت صرف یہ جاننا کافی نہیں ہوتا کہ کسی ایک طبقے کو قومی آمدنی کا کتنا حصّہ ملا ہے اور دوسرے طبقے یا طبقوں کو کتنا۔ بلکہ یہ بھی جاننا ضروری ہوتا ہے کہ جن طبقوں میں آمدنی تقسیم ہوتی ہے اُن میں سے ہر ایک میں آمدنی پانے والوں کی تعداد کیا ہے۔ اگر اُجرت پانے والوں کی تعداد مالدار لوگوں کی تعداد کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بڑھی ہے تو اس کا بالکل امکان ہے کہ مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب بڑھنے کے باوجود مزدور مطلقاً اور نسبتاً دونوں اعتبار سے مالدار لوگوں کے مقابلے میں زیادہ غریب ہو گئے ہوں۔ ایسا ہونے کا امکان اس صورت میں اور بھی زیادہ ہوگا جب بازارِ اُجرت میں روزگار تلاش کرنے والوں کی تعداد بڑھنے کے ساتھ دوسری طرف ملکیت چند ایک ہاتھوں میں مجتمع ہو رہی ہو۔ اس کے برعکس اگر ملکیت کی تقسیم وسیع تر ہو رہی ہے (مثلاً کسانوں کی زمینیں چھوٹے

حصّوں میں بٹ رہی ہیں) یا ملکیت ریاست کے ہاتھوں میں منتقل ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں اِس کے باوجود کہ مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب گھٹ گیا ہو، آمدنی کی تقسیم زیادہ مساوی ہو سکتی ہے۔

آخر میں اُجرت بشکل زر (ظاہری اُجرت) اور اُجرت بہ لحاظ قوت خرید (حقیقی اُجرت) میں بھی فرق کرنا چاہئے۔ ساتھ ہی اُجرت کی شرح میں تبدیلی اور مزدور کی کمائی میں تبدیلی میں بھی امتیاز ضروری ہے۔ اُجرت کی شرح سے مراد وہ رقم ہے جو مزدور کو معینہ کام یا معینہ وقفے تک کام کرنے کے عوض ملتی ہے۔ مزدور کی کمائی سے مُراد وہ آمدنی ہے جو مزدور کو ایک دی ہوئی مدت میں تنخواہ کی صورت میں ملتی ہے۔ آگے چل کر ان امتیازات کو ہم تفصیل سے دیکھیں گے۔

۲۔ اُجرت مجموعی آمدنی کے ایک حصّے کی حیثیت سے

پچھلے باب میں ہم نے نظامِ اُجرت کے جن عام خد و خال کو دیکھا اُن کی بنا پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اُن تمام ملکوں میں جہاں سرمایہ دارانہ نظامِ اُجرت پایا جاتا ہے۔ مجموعی آمدنی میں اُجرت کا تناسب یکساں ہوگا۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو جن ملکوں میں محنت کی پیداوری زیادہ ہے وہاں فی کس اُجرت زیادہ ہوتی اور ہر ملک میں پیداآوری کے بڑھنے کے ساتھ اُجرت میں اضافے کا رُجحان پایا جاتا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ سرمایہ داری جیسے جیسے ترقی کریگی ویسے ویسے مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب غالباً گھٹتا جائیگا کیونکہ دن بدن محنت بچانے والی مشینوں کا استعمال زیادہ ہوگا۔ پچھلے ڈیڑھ سو برسوں میں جو تکنیکی تبدیلیاں رُونما ہوئی ہیں وہ بیشتر ایسی ہی ہیں جس طرح ایک ملک کی مختلف صنعتوں میں اُن صنعتوں کی مجموعی پیداوار میں اُجرت کا تناسب زیادہ ہوگا جہاں جسمانی محنت کا استعمال زیادہ ہے اور اُن صنعتوں میں کم ہوگا جہاں فی آدمی مش

ہارس پاور کا استعمال زیادہ ہے۔ اسی طرح یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ مجموعی آمدنی میں اُجرت کا تناسب اُن ملکوں میں کم ہوگا جہاں مشینوں کا استعمال زیادہ ہے بمقابلے اُن ملکوں کے جنکی تکنیکی سطح پست ہے۔

یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ مجموعی پیداوار میں محنت کا حصّہ بازارِ محنت کے اثرات سے متاثر ہوگا۔ مثلاً مزدوروں کی افراط یا قلت اور مزدوروں کی سودہ کاری کی قوت کیونکہ مزدور اپنی قوت محنت کا کیا معاوضہ حاصل کر پائیگا اُس پر اِن باتوں کا اثر پڑیگا۔ کسی بھی ملک میں اور کسی بھی وقت محنت کا جتنا ہی وسیع زخیرہ ہوگا، محنت کے خریداروں کا پلّہ اتنا ہی بھاری ہوگا، بازارِ محنت اتنا ہی زیادہ خریداروں کا بازار ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت کا حصّہ تخفیف کی طرف مائل ہوگا۔ اِس کے برعکس جہاں طلب کے دیکھتے محنت کی قلت ہوگی، جہاں مزدور کے کسان بننے یا کاریگر بنکر اپنا کام شروع کرنے پر پابندیاں کم ہوں گی، یا جہاں ٹریڈ یونین تحریک مضبوطی سے منظّم ہوگی وہاں توقع کی جا سکتی ہے کہ مزدور مجموعی پیداوار میں زیادہ بڑا حصّہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ دوسرے اور بھی عوامل ہیں جنکا گہرا اثر پڑ سکتا ہے، مثلاً صنعت میں اجارہ داری کا فروغ، اُن نو آبادیاتی علاقوں کو سرمائے کی منتقلی جہاں محنت سستی ہے اور قدرتی وسائل بافراط ہیں یا سستے غلّے کی درآمد کے مواقع جس کی وجہ سے دی ہوئی اجرت کی قوت خرید بڑھ جائے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ قومی آمدنی میں اُجرت کے تناسب سے متعلق جو اعداد و شمار ملتے ہیں اِن میں بہت نمایاں استقامت پائی جاتی ہے۔ یہ استقامت قلیل مدت کے دوران، مثلاً ایک تجارتی چکر کے دوران اور طویل مدت میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ استقامت اِس درجہ نمایاں ہے کہ بعض لوگ اِسے سرمایہ دارانہ نظام کے ایک معاشی

قانون کی حیثیت دیتے ہیں جس کے تحت اُجرتیں ایک حد سے اُوپر جا ہی نہیں سکتیں چاہے ٹریڈ یونین کی ترقی کی وجہ سے مزدوروں کی سوداکاری کی قوت کتنی ہی بڑھتی رہے۔ ماہرِ شماریات ڈاکٹر بولے کے تخمینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالص داخلی قومی آمدنی میں (جس میں بیرونِ ملک سے آئی ہوئی آمدنی شامل نہ تھی) اُجرت کا تناسب ۱۸۸۰ء اور ۱۹۱۳ء میں تقریباً ۳۸ فیصدی اور ۳۹ فیصدی تھا۔ درمیانی زمانے میں بلندترین سطح ۴۱ فیصدی تک پہنچ پائی جو ۱۸۹۰ء اور اُس کے اگلے پانچ برسوں میں تھی۔ ۱۹۲۵ء میں یہ ۴۲ فیصدی پر پہنچ گئی لیکن ۱۹۳۰ء کی دہائی کے وسط میں گر کر ۳۹ فیصدی پر آ گئی۔ دوسری جنگ عظیم کے آغاز سے بالکل پہلے یہ ۳۹ فیصدی اور ۴۰ فیصدی کے درمیان تھی اور اگر ہم افواج کی تنخواہ کو گوشوارۂ اُجرت اور قومی آمدنی سے الگ کر دیں تو بعد جنگ کے برسوں میں اضافہ ۴۱ فیصدی سے زیادہ نہیں تھا۔[۱] ایک اور ذرا مختلف قسم کی بھی درجہ بندی کی گئی ہے جو اِس امتیاز پر مبنی ہے کہ آیا آمدنی کام سے ہوتی ہے یا ملکیت سے۔ کام سے آمدنی کے خانے میں پیشوں سے آمدنی اور منافع سے آمدنی شامل ہے اور اِس طرح یہ درجہ بندی اُس سے وسیع تر ہے جس کو ہم اُجرت شمار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بولے کے تخمینے کے مطابق ۱۸۸۰ء کی قومی آمدنی میں اول الذکر کا تناسب ۴۷½ فیصدی تھا جو صدی کے ختم پر گر کر ۴۵ یا ۴۶ فیصدی پر آ گیا۔[۲] جہاں تک ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا تعلق ہے ڈاکٹر کنگ کے تخمینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالص قومی آمدنی میں اُجرت کا

۱۔ بولے کی تصنیف "Wages & Income in U. K. since 1860" صفحہ ۷۶ اور ۹۲ اور "Shares in National Income." صفحہ ۲۵ تا ۱۱۸ — یہاں صرف شاپ اسسٹنٹ کا گوشوارۂ اجرت شمار کیا گیا ہے۔ مزید دیکھئے T. Barnes کی تصنیف "Profits" (ٹریڈ یونین ریسرچ پمفلٹ نمبر ۵)۔ کولن کلارک کے مطابق یہ فیصد ۱۹۱۱ء میں داخلی آمدنی کا ۵۵ و ۴۹، ۱۹۲۴ء ۴۳، ۱۹۲۷ء ۴۰، ۱۹۲۸ء اور ۱۹۳۲ء ۴۲ اور ۱۹۳۵ء میں ۵، ۴۰ تھی۔ نیشنل انکم اینڈ آؤٹ لے، صفحہ ۹۴۔

۲۔ Changes in the Distribution of the National Income 1880-1913 p. 25.

تناسب سنہ ۱۹۰۹ء کے ۳۸ فیصدی سے بڑھ کر سنہ ۱۹۲۵ء میں ۴۴ فیصدی ہوگیا۔ امریکہ کے ماہرِ شماریات ڈاکٹر کُزنیٹس کے اعداد شمار کو استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر کلیکی نے تخمینہ لگایا ہے کہ نجی صنعت سے حاصل ہونے والی مجموعی آمدنی میں اجرتوں کا حصہ سنہ ۱۹۲۰ء کی دہائی کے شروع میں اوسطاً ۲۷٫۶ فیصدی، سنہ ۱۹۲۵ء اور سنہ ۱۹۲۹ء میں ۳۶٫۵ فیصدی اور سنہ ۱۹۳۰ء کی دہائی کے پہلے نصف میں ۳۵٫۸ فیصدی تھا۔[1] ممکن ہے کہ اعداد شمار کی یہ ظاہری یکسانی اُن اثرات کا نتیجہ ہو جو مختلف سمتوں میں کار فرما تھے۔ مثلاً اُن پیشوں کے نسبتی وزن میں کمی بیشی ہوگئی ہو جن میں سے ہر ایک کی مجموعی آمدنی میں اُجرت کا تناسب مختلف ہوتا ہو اور اس تبدیلی کی وجہ سے اُن عوامل کے اثرات دھندلے پڑ گئے ہوں جو پیداوار کے الگ الگ شعبوں کی خالص آمدنی میں اُجرت کے حصّے کو گھٹانے بڑھانے میں لگے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ مصنفوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آج کی دنیا میں آمدنیوں کے مختلف طبقوں کے درمیان آمدنی کی تقسیم میں یہ امر بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ معاشی نظام میں اِجارہ داری کس حد تک ہے۔ ان کا خیال ہے کہ معاشی نظام کی بڑھتی ہوئی اجارہ داری میں محنت کے حصّے کی تخفیف کا رجحان اُن عوامل کے عمل نے رَد کر دیا ہوگا جنکا اثر مختلف سمت میں رہا ہے۔

بعض تخمینوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مجموعی قومی آمدنی کے مقابلے میں مصنوعاتی صنعت کی خالص پیداوار میں اجرتوں کے تناسب میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ اِسی طرح منفرد صنعتوں کی پیداوار میں بھی اُجرتوں کے تناسب میں بڑا فرق ہے۔[2]

---

[1] Essay in the Theory of Economic Fluctuations—M. Kalecki pp. 16-17.

جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے شاپ اسسٹنٹ کو شامل کیا گیا ہے۔ امریکہ میں انھیں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

[2] Wage Distribution under Trade Unions—T. T. Dunlop pp. 165-80

اُجرتیں

امریکہ کے بارے میں زمانۂ حال کے دو ماہروں نے حساب لگایا ہے کہ مصنوعات سے قدر میں جو اضافہ ہوا ہے اُس میں اُجرتوں کا تناسب ۱۸۴۹ء میں ۵۱ فیصدی تھا اور ۱۹۲۷ء میں صرف ۳۹ فیصدی ہے[1]۔ اس کے بھی شواہد ملتے ہیں کہ ۱۹۲۰ء کی دہائی میں یہ فیصدی گھٹ گئی اور ۱۹۳۳ء تک گھٹتی رہی۔ اِس کے بعد صدر روزولٹ کی نیوڈیل کے دوران یہ فیصدی کچھ تھوڑی۔ برطانیہ میں جہاں یہ فیصدی امریکہ اور جرمنی کے مقابلے میں کچھ اونچی تھی وہاں بھی دو لڑائیوں کے دوران اِس میں تخفیف کا رجحان رہا ہے[2]۔ قومی آمدنی میں تنخواہوں (اُجرت سے الگ) کے تناسب میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں یہ ۱۵ء۶ فیصد تھا جو ۱۹۳۵ء میں ۲۵ فیصدی ہو گیا۔ اِس اضافے کا جزوی سبب جدید صنعت میں تکنیکی گریڈوں اور کلرکوں کی بڑھتی ہوئی اہمیت تھی۔ لیکن زیادہ اضافہ اونچے تنخواہ داروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے تھا۔ ممکن ہے اِس کا سبب یہ رہا ہو کہ بڑے کاروبار کے تنخواہ دار منیجر روز بروز آزاد آجروں پر غالب آتے جا رہے تھے[3]۔ جہاں تک افراد کے درمیان آمدنی کی تقسیم کا سوال ہے پیریٹو (Pareto) کے موازنے کے مطابق اس میں تمام ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں حیرت انگیز یکسانیت نظر آتی ہے۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے اس کے کچھ آثار تھے کہ مجموعی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اُن بڑی آمدنی والوں کے پاس

---

[1] Movement of Money & Real Earnings in the United States—Douglas & Jannison p. 51.
اگر تنخواہوں کو جوڑ دیا جائے تو ۱۹۲۷ء کی اُجرتوں اور تنخواہوں کی مجموعی فیصد تقریباً اُس کے برابر آتی ہے جو ۱۸۴۹ء میں صرف اُجرتوں کی فیصد تھی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اِن تاریخوں کے درمیان یعنی صدی کے تین چوتھائی کے دوران تقسیمی کاروبار اور تجارتی پیشوں اور صنعت کے تنخواہ پانے والوں میں بہت اضافہ ہوا۔ چنانچہ یہ اعداد مجموعی قومی آمدنی میں اُجرتوں اور تنخواہوں کے تناسب نہیں ظاہر کرتے۔

[2] Productivity in Britain, Germany & United States—D. L. Rotas (Ecomomic Journal April 1947 pp. 53-54)

[3] National Income & Outlay—Colin Clark pp. 94, 99, 101

جا رہا تھا جو سرٹیکس ادا کرنے والے طبقے میں آتے تھے۔ دورانِ جنگ کے وسط سنہ ۱۹۳۹ء میں تمام آمدنی والوں میں ۶۰ فیصدی کی آمدنی ۲۵۰ پونڈ سالانہ سے کم تھی لیکن مجموعی آمدنی میں ان کا حصہ صرف ۳۰ فیصدی تھا۔ دوسری طرف تمام آمدنی والوں کے صرف نصف فیصدی کی آمدنی دو ہزار پونڈ سے زیادہ تھی۔ ۱۔۴ فیصدی کی آمدنی ۱۰۰۰ پونڈ سے اُوپر تھی۔ تاہم ہزار یا اُس سے اُوپر والوں کے حصے میں مجموعی آمدنی کا ۲۳ فیصدی حصہ آتا تھا۔ یہ فیصدی سنہ ۳۶ء میں گھٹ کر ۱۸ فیصدی پر آ گئی۔[1]

۴۔ ظاہری اُجرت اور حقیقی اُجرت

اگر اُجرت بشکلِ زر دوگنی بھی کر دی جائے لیکن مزدوروں کے استعمال کی اشیا کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہ آئے تو اُس کا معیارِ زندگی بظاہر جیوں کا تیوں برقرار رہیگا۔ قلت بڑھیگی اور اشیا حاصل کرنے کے لیے قطاریں بنیگی جیسا کہ دوران جنگ رسد کم اور طلب زیادہ ہونے کی وجہ سے عام طور سے ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتیں چڑھ جائینگی یہاں تک کہ قیمتیں بھی اتنی ہی چڑھ جائینگی جتنی لوگوں کی آمدنی بڑھی ہے (کم از کم آمدنی کا وہ حصہ جس کو صرف ہونا ہے)۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہا جانا چاہیے کہ اگرچہ اُجرت بشکل زر بڑھی ہے لیکن حقیقی اُجرت جیوں کی تیوں قائم رہی۔ کچھ لوگوں کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ اُجرتوں میں ہمہ جہت اضافے کا امکان ہمیشہ بہت محدود ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک دی ہوئی مدت

---

[1] The Conditions of the British People.—M. Abram 1931-45 p. 109.

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے وہ ٹیکس سے پہلے کی آمدنی سے متعلق ہے۔ جہاں تک بڑی آمدنیوں پر ترقی پذیر ٹیکس کے اثر کا اور اُن سماجی مصارف کا سوال ہے جو ریاست آمدنی کی تقسیم میں تبدیلی لانے کے لیے کرتی ہے۔ اسکا اندازہ حال میں ڈاکٹر برنا نے کیا ہے جس کے مطابق مجموعی آمدنی کا ۱۳ فیصدی حصہ دولتمندوں سے لے کر غریبوں میں تقسیم ہوا۔ ڈاکٹر برنا کی تصنیف Re Distribution of Income سنہ ۱۹۴۷ء صفحہ ۲۲۳ دیکھیے۔

اُجرتیں

میں اشیائے خوردنی کی مقدار قائم ہوتی ہے جس میں اضافہ ایک وقفے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ کافی وقت گزرنے کے بعد، مثلاً سال دو برس، ایسا ہو سکتا ہے کہ اُجرت کمانے والوں کے استعمال کی اشیا کی قیمتیں بڑھی ہونے کی وجہ سے سرمایہ اور محنت اِن اشیا کی پیداوار کی طرف منتقل ہوں اور اِس طرح اِن اشیا، کی رسد بڑھے اور ایسی صورت میں ظاہری اور حقیقی دونوں اجرتوں میں اضافہ واقع ہو۔ لیکن ایسا تب ہی ہوگا جب ساتھ ہی دوسری سمتوں سے طلب میں اضافہ نہ واقع ہو اور جن اشیا کی پیداوار بڑھی ہے وہ وہی ہوں جو اُجرت کمانے والوں کے استعمال کی ہیں اور جنکی قلت تھی۔ لیکن اگر ساتھ ہی مزدوروں کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی طلب بڑھی ہے تو قیمتوں میں ہمہ جہت اضافہ واقع ہوگا۔ دوسرے لوگوں کی طرف سے طلب بڑھنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ لوگوں کی آمدنی بڑھ گئی ہے یا خوشحال لوگوں نے اپنے صَرف کے لیے بینک سے رقمیں نکال کر خرچ کی ہیں۔ ایسی صورت میں اُن اشیا کی پیداوار کی طرف وسائل نہ منتقل ہوں گے جو مزدوروں کے استعمال کی ہیں۔ چنانچہ حقیقی اُجرت میں اضافہ نہ واقع ہوگا۔ صورت یہ ہوگی کہ بیشتر وہ چیزیں جو مزدور استعمال کرتے ہوں گے وہ سماج کے دوسرے حلقوں میں بھی استعمال ہوتی ہوں گی۔ اگر مزدوروں کی اُجرت میں اضافے کی وجہ سے اِن اشیا کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ غیر اُجرت کش لوگ، خصوصاً خوشحال لوگ، اپنے صَرف کو کم کرنے اور اِن اشیا کو مزدوروں کی بڑھتی ہوئی طلب کی تشفی کے لیے چھوڑ دینے کے بجائے یہ کریں کہ اپنے حصّے کو برقرار رکھنے کے لیے بینک سے روپیہ نکال کر اِن اشیا پر اپنا صَرف بڑھا دیں۔ غرضیکہ اِس کا امکان کافی ہے کہ بینک بیلنس رکھنے والے (جنکی طلب قیمتوں کے تھوڑے اضافے سے کم متاثر ہوتی

ہے۔) اپنے عمل سے مزدوروں کی اُس کوشش کو نام بنادیں جو انھوں نے اپنی اُجرت بڑھوا کر حاصل اشیا میں اپنا حصہ بڑھانے کے لیے کی ہے۔

تاوقتیکہ قیمتوں پر کسی قسم کا کنٹرول نہ ہو ایسا واقع ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے معاشی نظام میں اجارہ داری کافی ہے۔ اِس موضوع پر ہم اگلے باب میں بحث کرینگے۔ لیکن اگر کسی صنعت میں یہ عام روایت ہے کہ فرمیں قیمتوں اور پیداوار کی ایسی آمیزش پسند کرتی ہیں جو اُنھیں مصارف پیداوار پر زیادہ سے زیادہ منافع دے سکے[۱] اور اپنی قیمت فروخت تک پہنچنے کے لئے مصارف پیداوار میں کچھ اضافہ کرلیتے ہیں (چاہے یہ اضافہ کلّی ہو یا فیصدی کے حساب سے) تو غالباً نتیجہ یہ ہوگا کہ اُجرتوں یعنی براہ راست مصارف پیداوار میں اضافے کے ساتھ اُسی تناسب سے قیمت فروخت بھی بڑھ جائیگی۔ اگر اجرت میں اضافے کے تناسب سے طلب میں اضافہ نہیں واقع ہوتا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اُس قیمت پر مال کی کھپت کم ہو جائیگی چنانچہ پیداوار گھٹ جائیگی اور ممکن ہے کہ اتنی گھٹ جائے کہ فرموں کو قیمت کی پالیسی پر نظر ثانی کرنی پڑے اور اُنھیں مال کی ہر اکائی پر منافع کی گنجائش کم کرنی پڑے تاکہ کھپت بڑھ سکے۔ لیکن اگر اُجرتوں، مصارف پیداوار اور طلب میں ایک ساتھ اضافہ واقع ہوتا ہے تو مذکورہ بالا وجوہ کی بناپر قیمتوں کی اونچی سطح اور کھپت کی پچھلی ضخامت دونوں کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور فرمیں

۱۔ اگر قیمتیں اور اُجرتیں دونوں بڑھتی ہیں تو منافع میں بھی اضافہ ہوگا اور اِس کا مطلب ہوگا کہ اُن لوگوں کی آمدنیاں بڑھ جائیں گی جن کا بینک بیلنس ہے اور جنھوں نے اپنے مصارف بڑھائے ہیں۔ اب بڑھی ہوئی آمدنی کی وجہ سے وہ اپنے مصارف کی اونچی سطح برقرار رکھ سکیں گے۔ یعنی قیمتوں میں اضافے کا ابتدائی ردِعمل خود اپنی تائید کریگا۔ اگر ابتدائی ردِعمل اور اُس کے اثرات کے درمیان تھوڑا وقفہ ہوا تو جتنی تیزی سے بینک بیلنس میں کمی واقع ہوگی تقریباً اتنی ہی تیزی سے پوری ہو جائے گی۔

اُجرتیں اپنے بڑھتے ہوئے مصارف پیداوار اونچی قیمتوں پر ڈالنے میں کامیاب ہوں گی۔ اُجرت بشکل زر، قیمتیں، منافع بشکل زر اور طلب اِن سب میں اضافہ واقع ہوگا۔ لیکن اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حقیقی اُجرت اور مجموعی پیداوار میں مزدور کا حصہ وہی رہیگا جو پہلے تھا۔ قومی آمدنی میں محنت کا حصہ اِس درجہ استقامت پذیر ہونے کی وجہ غالباً یہی ہے۔

انیسویں صدی کے اواخر سے لے کر پہلی جنگ عظیم کے آغاز کی درمیانی مدت کی مثال اکثر دیجاتی ہے جب اُجرت بشکل زر بڑھنے کے ساتھ قیمتیں اتنی تیزی سے بڑھیں کہ حقیقی اُجرت واقعتاً گھٹ گئی۔ اِس دوران ملک میں سونے کی رسد اور آمد بڑھنے کی وجہ سے اور غیر ملکی سرمایہ کاری کی سرگرمی بڑھنے کی وجہ سے آمدنی بشکل زر میں عام طور سے اضافہ واقع ہوا۔ لیکن ہوا یہ کہ دوسرے حلقوں کی آمدنی اُجرتوں کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بڑھی۔ اِس کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ جو اشیا ان حلقوں کے استعمال کی تھیں، خصوصاً تعیشات اور آسائشات، ان کی قیمتیں چڑھ گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ قیمتوں میں اِس اضافے کا نتیجہ یہ ہوا کہ چونکہ آسائشات کی پیداوار نسبتاً زیادہ نفع بخش تھی اِس لئے محنت اور سرمائے کا رُجحان مزدوروں کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے والی اشیا کی طرف سے ہٹکر آسائشات کی پیداوار کی طرف بڑھ گیا۔ وسائل کی اِس منتقلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن اشیا پر مزدور اپنی آمدنی صرف کرتے تھے اُن کی رسد گھٹ گئی چنانچہ اُن کی قیمتیں چڑھ گئیں اور اِس طرح حقیقی اُجرت کم ہو گئی۔ اِس کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ جو اشیا اِن حلقوں کے استعمال کی تھیں ان کی قیمتیں بڑھ جانے کی وجہ سے حقیقی اُجرت کم ہو گئی۔

اس صورت میں چڑھتی ہوئی اُجرتیں اور قیمتیں، گرتی ہوئی حقیقی اجرت سے متعلق نظر آتی ہیں۔ اس مثال اور ایسی ہی دوسری مثالوں کی بنیاد پر عام طور سے

اُجرت اور معیارِ زندگی

یہ سمجھا جاتا ہے کہ چڑھتی ہوئی قیمتوں کے زمانے میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ اُجرتوں کے مقابلے میں قیمتیں زیادہ تیزی سے بڑھتی ہیں اور گرتی ہوئی قیمتوں کے دور میں قیمتیں اُجرت کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے گرتی ہیں۔ اِسی لیے اول الذکر حقیقی اُجرتوں کے گرنے کا زمانہ ہوتا ہے اور موخرالذکر دور میں مزدوروں کا معیارِ زندگی اونچے ہونے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پچھلے کچھ برسوں میں اِس تسلیم شدہ نظریے پر شک ظاہر کیا گیا ہے اور ایسے شواہد یکجا کیے گیے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرم بازاری کے زمانے میں جب پیداوار اور روزگار میں اضافے کا رُجحان ہوتا ہے۔ (جب قیمتیں اور اُجرتیں دونوں بلندی کی طرف مائل ہوتی ہیں) حقیقی اُجرتیں واقعتاً بڑھتی ہیں اور کساد بازاری کے دور میں جب پیداوار اور روزگار میں تخفیف کا رُجحان ہوتا ہے، حقیقی اُجرتیں اتنی ہی تیزی سے گر بھی سکتی ہیں جتنی تیزی سے بڑھی تھیں۔[1] چونکہ شواہد قطعی نہیں ہیں اِس لیے اِس بارے میں اب بھی اختلاف ہے۔ لیکن یہ بات صاف ہے کہ اُجرت بشکل زر اور حقیقی اُجرت کے تعلق کا سوال ابتک جتنا پیچیدہ سمجھا جاتا تھا اُس سے زیادہ پیچیدہ ہے اور اِسکا صحیح جواب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اِس تعلق کے بارے میں کوئی تعمیم ہر صورت میں صادق نہیں آتی۔[2]

---

[1] Movement of Real Wages & Money Wage Rates—J. T. Dunlop.
یہ مضمون اکنامک جرنل کے ستمبر ۱۹۳۸ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

[2] دو صورتوں میں خصوصاً نتائج مختلف ہو سکتے ہیں مثلاً جہاں پیداوار اور اُجرت بشکل زر دونوں میں تبدیلی رونما ہو رہی ہو اور جہاں اُجرت بشکل زر تو بدل رہی ہو لیکن پیداوار نہ بدل رہی ہو۔ اس کے علاوہ غالباً یہ بھی ہوگا کہ اِن دونوں اجرتوں کا رشتہ اجارہ داری کی شدت میں تبدیلی اور درآمد شدہ خام مال اور غذائی سامان کی قیمتوں میں بیک وقت تبدیلی کا بھی اثر پڑیگا۔

اُجرتیں:

۴۔ شرح اجرت اور کمائی

جب ہم شرح اُجرت کی بات کرتے ہیں تو ہماری مُراد اس رقم سے ہوتی ہے جو مزدور کو فی گھنٹہ یا فی یوم کے حساب سے یا کسی معینہ کام کی انجام دہی کے عوض ادا کی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر ہماری مُراد وہ رقم ہوتی ہے جو مزدور کو اُس کے کام کی مقررہ پیداوار کے عوض ملتی ہے۔ کام مدّت کار سے ناپ کر شاید کام کی مقدار کو صحیح نہ ناپا جا سکے اور یہ اندازہ نہ کیا جا سکے کہ مزدور کو اُس کام میں کتنی جسمانی قوت صرف کرنی پڑی کیونکہ محنت کی شدت میں فرق ہو سکتا ہے (محنت کی شدت سے مراد وہ کوشش ہے جو ایک دی ہوئی مدت میں کرنی پڑتی ہے)۔ کام کے مطابق کمائی بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ صحیح پیمانہ ہو کیونکہ ایک مزدور کے ذمّے کام کی جتنی مقدار ہے وہ صرف اسی پر منحصر نہیں ہے۔ بہرحال شرح اُجرت فی گھنٹہ یا فی کام کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مزدور کی صرف کردہ قوت کو کم و بیش ظاہر کرتی ہے۔ جب ہم مزدور اور اُس کے خاندان کے معیارِ زندگی کی بات کرتے ہیں تو ہم کو یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ خاندان کی مکمل اکائی کی مجموعی آمدنی ایک ہفتے یا ایک سال میں کیا رہی ہے۔ یہ ہمارے لیے باعثِ دلچسپی نہیں ہوتا کہ فی گھنٹہ یا فی کام اُجرت کی شرح کیا ہے، بلکہ یہ کہ مجموعی طور سے مزدور کو کیا کتنا ملا ہے۔ اوّل الذکر کے اعداد و شمار سے موخر الذکر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور بہت سے اسباب کی بنا پر اِن دونوں کی مقدار میں تبدیلی غیر یکساں طریقوں سے رُونما ہو سکتی ہے۔

اوّل تو مزدور کی کمائی میں اِس بنا پر فرق ہو سکتا ہے کہ ہفتے میں کتنے گھنٹے کا کام وہ حاصل کر پاتا ہے اور سال میں کتنے ہفتے وہ کام کرتا ہے۔ اگر ایک مدّت میں ایک مزدور ہر روز ایک یا دو گھنٹے اوور ٹائم کرتا ہے اور دوسری مدّت میں نہیں کرتا تو شرح اجرت ایک ہی ہونے کے باوجود اُن مدتوں کی اُس کی کمائی ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔ کساد بازاری کے زمانے میں بہت سی صنعتوں میں کم

وقت کام ہوتا ہے (مثلاً سوتی صنعت) اور مزدوروں کو فی روز، فی ہفتہ یا فی نصف ماہ معمول سے کم روزگار مِل پاتا ہے۔ دو جنگوں کے درمیان سوتی کپڑوں کی بُنائی کی صنعت میں مزدوروں کو مسلسل کام نہیں ملتا اور ہر مزدور کو کام کرنے کے لیے پہلے سے کم لُوم ملتے تھے۔ کانکنی کی صنعت میں کانوں کے اندر کام کرنے والے مزدور عام طور پر پورے چھے شفٹ فی ہفتہ کام نہیں کرتے تھے کیوں کہ یا تو اتنا کام نہیں تھا یا وہ خود کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لڑائیوں کے دوران سُست بازاری کے برسوں میں کانکنوں کے گاؤں کے افلاس کا ایک اہم سبب یہی تھا کہ کانکن جتنے شفٹ کام حاصل کر پاتے تھے اُن کی تعداد کم تھی۔ مثلاً ۱۹۳۲-۳۳ میں کوئلے کی کانوں میں ہفتے میں اوسطاً صرف ۴½ دن کام ہوتا تھا۔ بندرگاہوں کی گودی میں جہاں مزدور روایتاً کسی مخصوص کام کے لیے مزدور ہوتے تھے، مشکل ہی سے ایسے خوش قسمت ہوں گے جنھیں پورے ہفتے یا پورے سال کام مِل پایا ہو۔ دو لڑائیوں کی درمیانی مدت میں ایک گودی مزدور ہفتے میں چار روز سے زیادہ کام شاذ ہی حاصل کر پاتا تھا۔ سادتھ ایمپٹن کے گودی مزدور کو ہفتے میں تین دن سے بھی کم کام مِل پاتا تھا۔ بے روزگاری کے زمانے میں پوری صنعت میں مزدوروں کو سال میں جتنے ہفتے کام مِل پاتا تھا وہ معمول سے کم تھے جبکہ بعض مزدور سال کے بیشتر مہینوں میں اور کبھی کبھی پورے سال بے روزگار رہتے تھے۔ ایسے موقعوں پر مزدور کی کمائی میں جو تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ معینہ کام کی شرحِ اُجرت کی تبدیلیوں سے مختلف ہے۔

دوسری بات یہ کہ درجوں یا مختلف گریڈوں کے درمیان منتقلی کی وجہ سے بھی کمائی اور شرحِ اجرت کی تبدیلی ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہے کیونکہ اس نقل و حرکت کے نتیجے میں مختلف گریڈوں میں تعداد گھٹ بڑھ جائیگی۔ مثلاً فرض کیجیے ایسا ہو کہ ایک سال کے بعد مزدوروں کو ترقی مِل جاتی ہے اور وہ اونچے

گریڈ میں آجاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مدت کے خاتمے پر نچلے گریڈوں کے مقابلے میں اونچے گریڈوں میں مزدوروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ہر گریڈ کی شرحِ اُجرت برقرار رہتے ہوئے بھی تمام مزدوروں کی اوسطاً کمائی بڑھ جائیگی۔ مختلف گریڈوں میں لوگوں کی تعداد گھٹنے بڑھنے کا جو اثر مرتب ہوتا ہے وہی اثر اُن مختلف صنعتوں کے مزدوروں کی تعداد گھٹنے بڑھنے سے بھی واقع ہوتا ہے جہاں اُجرتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

تیسرے یہ کہ جن مزدوروں کو اُجرت کام کے مطابق ملتی ہے اُنکی کمائی کام کی رفتار بدلنے سے متاثر ہوتی ہے۔ ایک مزدور کے دن بھر کے کام کی تعداد میں کئی وجہ سے تبدیلی آسکتی ہے۔ مثلاً ممکن ہے خود مزدور نے اپنی کارکردگی بڑھانے کی زیادہ کوشش کی ہو یا جو مشینری اور خام مال وہ استعمال کرتا تھا اُس میں تبدیلی آگئی ہو، یا اُس نے کام کا طریقہ بدل دیا ہو۔ مثلاً کوئلہ کھودنے والے مزدوروں کی فی ٹن شرحِ اُجرت ایک ہوتے ہوئے بھی اِن کی کمائی میں فرق ہو سکتا ہے جس کا انحصار اِس پر ہے کہ جس حصے میں وہ کوئلہ کھود رہے ہیں وہاں کوئلہ کھودنا کتنا آسان ہے۔ کتائی کا کام کرنے والوں کو اگر ادنیٰ قسم کی روئی دیجاتی ہے تو وہ شکایت کرتے ہیں کیونکہ بار بار دھاگا ٹوٹنے کی وجہ سے کتائی کی رفتار گھٹ جاتی ہے اور اُن کی کمائی کم ہو جاتی ہے۔ جوتے اور دوسرے مشینی کارخانوں کے مزدوروں کا کام اگر معیاربند ہے اور ایک ہی طرح کا کام زیادہ دیر تک کرنے کو ملتا ہے تو مزدوروں کی فی گھنٹہ یا فی روز پیداوار کافی زیادہ ہوتی ہے بمقابلہ اُس صورت کے جب کام جلدی جلدی بدلتا رہتا ہو اور مختلف کام صرف تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے جلد جلد اُن کے سامنے آتے ہوں جس کی وجہ سے اُنھیں بار بار مشینوں کو ٹھیک کرنا پڑتا ہو اور عمل میں تبدیلی لانی پڑتی ہو۔

سنہ ۱۹۱۴ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۴ء تک کے دس برسوں میں جس میں پہلی جنگِ عظیم کی صنعتی تبدیلیاں شامل تھیں مزدوروں کی کمائی شرحِ اُجرت سے زیادہ بڑھنے میں اِن عوامل کا اثر بہت کافی تھا۔ ڈاکٹر بولے کا تخمینہ تھا کہ اُس دہائی کے دوران مزدور کی اوسط کمائی میں (بیروزگاری کے اثرات کو نکالکر) ۹۴ یا ۹۵ فی صدی کا اضافہ ہوا۔ جبکہ شرحِ اُجرت بشکل زرِ صرف ۷۰ سے لے کر ۷۵ فیصدی تک بڑھی[1]۔ چونکہ شائع شدہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اسی دوران مصارفِ زندگی میں ۷۵ فیصدی اضافہ واقع ہوا۔ اِس لیے حقیقی اُجرت جیوں کی تیوں رہی بلکہ کچھ گھٹ گئی جبکہ برسرِ روزگار مزدوروں کی اوسط حقیقی کمائی ۱۰ فیصدی بڑھ گئی۔ سنہ ۱۹۲۴ء سے سنہ ۱۹۳۵ء کے دوران شرح اور کمائی دونوں میں یکساں تبدیلی واقع ہوئی۔ لیکن دوسری عالمی جنگ کے زمانے میں وہ اثرات جنکا اُوپر ذکر آیا ہے، پھر رُو نما تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۸ء اور سنہ ۱۹۴۴ء کے دوران شرحِ اُجرت میں ۴۵ فیصدی کا اضافہ ہوا جبکہ اوسط کمائی ۸۱ فیصدی بڑھی۔ اس فرق کی بنیادی وجہ ایک تو گریڈ کی ترقی تھی دوسرے ایسے روزگار میں اضافہ جہاں کام کے مطابق ادائیگی ہوتی تھی جس کی وجہ سے شرحِ پیداوار تیز تھی۔ تیسرے یہ کہ مزدور رات کو کام کر کے زائد کام یا اوور ٹائم زیادہ کر لیتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف صنعتوں میں روزگار پانے والوں کی تعداد میں تبدیلی بھی ایک حد تک اِس فرق کا سبب تھی[2]۔ لیکن مزدور اور اُس کے خاندان کے معیارِ زندگی کا حساب لگانے کے لیے

---

[1] A. L. Bowley, Wages & Incomes since 1860 pp. 11-18 London & Cambridge Service—Memorandum No. 12. London and Cambridge Economic Service—

[2] A. L. Bowley— Memorandum No. 97, 102. Ministry of Labour Gazette, Feb. 1945.

جولائی سنہ ۱۹۴۵ء میں جنگ کے خاتمہ تک شرحِ اُجرت سنہ ۱۹۳۸ء سے ۴۴ فیصدی بڑھ چکی تھی اور تمام مزدوروں کی اوسط کمائی ۸۰٪ بڑھ چکی تھی۔

اُجرتیں

صرف یہ جاننا کافی نہیں ہے کہ منفرد مزدور کی کمائی کیا تھی اور اس کا وسیلہ کیا تھا۔ یہاں خاندان ایک اکائی ہے اور یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ ایک خاندان میں کتنے کمانے والے ہیں اور خاندان کتنا بڑا ہے جس کو اُس آمدنی میں گزارا کرنا پڑتا ہے۔ اس زاویئے سے اگر دیکھا جائے تو مختلف زمانوں، مختلف ملکوں اور مختلف خاندانوں میں کافی تفاوت کی گنجائش ہے۔ آسٹریلیا میں ۱۹۲۰ء میں تمام مرد کمانے والوں کے زیرِ سرپرستی بچوں کی اوسط تعداد ۹ء۵ تھی جبکہ برطانیہ میں یہ تعداد ۱ء۱ تھی۔ اِن مرد کمانے والوں میں سب اُجرت کمانے والے شامل تھے، یعنی شادی شدہ اور غیر شادی شدہ، بچوں والے اور بے بچوں والے۔ اس ملک میں ۱۴ سال سے کم عمر کے بچوں کی فی گھرانا اوسط تعداد ۱۹۱۱ء اور ۱۹۳۱ء کے دوران ۲۹ء۱ سے گھٹ کر ۱ء۱ پر آگئی۔ ایک ہی شہر کے مختلف خاندانوں میں کافی تفاوت ہو سکتا ہے۔ ایک خاندان میں ہو سکتا ہے کہ باپ، دو بیٹے اور ایک بیٹی کما رہی ہو جبکہ دوسرے خاندان میں ممکن ہے کہ باپ یا بیوہ ماں کو بہت سے بچوں اور غالباً بوڑھے دادا اور دادی کی بھی سرپرستی کرنی پڑ رہی ہو۔ مسٹر رونٹری نے صدی کے آغاز میں یارک کے مزدوروں کی حالت کا مطالعہ کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ تقریباً ½ خاندان ایسے تھے جن میں زیرِ سرپرستی بچوں کی تعداد پانچ یا پانچ سے زیادہ تھی۔ ایک تہائی خاندان ایسے تھے جن میں تین یا تین سے زیادہ بچے تھے۔ اور دو تہائی خاندانوں میں دو سے کم بچے تھے۔ لیکن جب ۱۹۳۶ء میں مسٹر رونٹری نے دوبارہ جائزہ لیا تو انھوں نے دیکھا کہ شرح پیدائش گھٹ جانے کی وجہ سے تین یا تین سے زیادہ بچوں والے خاندانوں کا تناسب ۹ فیصدی گھٹ گیا تھا جبکہ تین چوتھائی سے اُوپر فرد مزدور غیر شادی شدہ تھے اور اگر شادی شدہ تھے تو ان کے دو سے کم ایسے بچے تھے جنکی سرپرستی انھیں کرنی پڑتی تھی۔

ماخذ: B. Subham—Human Needs of Labour—1937 Ed. pp. 29-30.

Poverty & Progress pp. 71. 483.

تھی۔ لیکن اگرچہ اوسط سائز اور خاندان کے تفاوت کا سائز پچھلی دہائیوں کے دوران بدل گیا ہے، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ ایک ہی اُجرت پانے والے دو خاندانوں میں سے ایک کا معیارِ زندگی معقول ہو سکتا ہے اور دوسرے میں فاقوں کی نوبت ہو سکتی ہے کیونکہ دوسرا خاندان بڑا ہے اور کمانے والا صرف ایک ہے۔ دوسری طرف ممکن ہے کہ ایک اوسط درجے کے خاندان کے لیے ایک اُجرت بہت ہی پست ہو لیکن وہی کام کرنے والے اور وہی اُجرت پانے والے غیر شادی شدہ مزدور اتنی ہی کمائی میں سے کچھ عیش و آسائش کے لیے بچا لیتے ہوں۔

ماضی میں مزدوروں کے معیارِ زندگی کو حاصل اعداد و شمار کی بنیاد پر ناپنے کی کوشش میں شرحِ اُجرت اور کمائی کے فرق کو ملحوظ رکھنا ہمیشہ آسان نہیں رہا ہے۔ فی گھنٹہ شرحِ اُجرت کے مکمل اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔ کچھ عرصے سے وزارتِ محنت کے گزٹ میں ہر ماہ بہت سے پیشوں کی شرحِ اُجرت شائع ہوتی رہی ہے۔ یہ اعداد و شمار اُن اجتماعی سمجھوتوں پر مبنی ہیں جو آجروں اور ٹریڈ یونینوں کے درمیان کئے گیے۔ لیکن یہ اعداد و شمار تمام صنعتوں کے نہیں ہیں اور جنکے ہیں بھی ان کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ پوری صنعت میں اِن کی تعمیل ہو رہی ہے۔ ویج کونسلوں نے اُجرت کی جو کم ترین شرحیں مقرر کی ہیں وہ صرف اُن صنعتوں میں ہیں جہاں یہ کونسلیں موجود ہیں لیکن یہ صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ صنعت میں عام طور سے کس حد تک آجر اِن پر عمل پیرا ہیں یا کتنے مزدور اِس کمترین اُجرت سے زیادہ پا رہے ہیں۔ جہاں تک اُن مزدوروں کا تعلق ہے جنکو کام کے مطابق اُجرت ملتی ہے، ایک شکل اور بھی ہے اور وہ یہ کہ جہاں یہ شرحِ اُجرت معلوم بھی ہے وہاں جبتک اُس صنعت سے متعلق

تفصیلی معلومات نہ ہوں، یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ایک اوسط درجے کا مزدور فی گھنٹہ یا فی روز کتنا کام کر لیتا ہے (یہ مشکل اُن صنعتوں کے ساتھ نہیں ہے جہاں آجر اپنا مجموعی گوشوارۂ اُجرت فراہم کرتے ہیں)۔ صرف کبھی کبھی اور لمبے وقفوں[1] پر ایسے اعداد و شمار جمع اور شایع کیے جاتے رہے ہیں جن سے یہ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں کہ ملک کی خاص صنعتوں میں اوسطاً کتنے گھنٹے روزانہ کام کیا گیا اور اوسط کمائی کیا تھی۔ خوش قسمتی سے چند برسوں سے وزارتِ محنت نے کمائی سے متعلق ہر چھٹے مہینے اعداد و شمار اکٹھا کرنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ اب پہلے کے مقابلے میں زیادہ جامع معلومات دستیاب ہیں[2]۔

۵- مصارف زندگی کے اشاریے

اس وقت اور بھی مشکلات پیدا ہوتی ہیں جب مصارف زندگی کے تفاوت کو ملحوظ رکھکر اُجرت بشکل زر کے اعداد و شمار سے حقیقی اُجرت میں تفاوت کا تخمینہ لگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جن دو صورتوں کا موازنہ کیا جا رہا ہے اگر اُن دونوں میں ایک ہی قسم کی اشیا کا استعمال ہے تو زیادہ دقت نہیں پیش آتی۔ ایسی صورت میں ایک دیے ہوئے سال میں کسی مزدور خاندان کے بجٹ کے سیمپل کے بارے میں معلومات حاصل کیجا سکتی ہیں اور سیمپل کے مختلف بجٹوں کا اوسط نکالا جا سکتا ہے۔ اِس اوسط بجٹ میں مختلف اشیا کی مختلف مقداریں شامل ہونگی، مثلاً روٹی پر اتنا صرف ہوا، گوشت پر اتنا، ایندھن پر اتنا، روشنی پر اتنا، کپڑوں پر اتنا اور مکان کے کرایے پر اتنا۔ اس کے بعد اِس اوسط بجٹ کی قیمت کا حساب اُن دونوں صورتوں میں لگایا جا سکتا ہے اور دونوں کے فرق کو اشاریے کی حیثیت

---

[1] یہ اعداد و شمار ۱۸۸۶ ، ۱۹۰۶ ، ۱۹۲۳/۱۹۲۸، ۱۹۳۱ اور ۱۹۳۵ میں شایع ہوئے۔

[2] یہ ۱۰۰۰ شمار تقریباً ۲۵۰۰ کارخانوں پر مشتمل ہیں جن میں تقریباً ½ ۵۲ لاکھ مزدور کام کرتے تھے۔

سے دکھلایا جاسکتا ہے۔ آسانی کے لیے ایک بجٹ کے اعداد کو بنیاد مان کر ۱۰۰ فرض کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو صورتوں کے مصارف زندگی کا اشاریہ اس طرح دکھلایا جاسکتا ہے:

(۱) ---------- ۱۰۰

(۲) ---------- ۱۲۰

جن دو صورتوں کا موازنہ کیا جارہا ہے وہ دو ملک ہوسکتے ہیں یا دو سال۔ اس کے بعد دونوں کی اُجرت بشکل زر کے فرق کو مصارف زندگی کے اشاریے کے فرق سے تقسیم دیکر دونوں حقیقی اُجرت کے رشتے کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اگر دو زمانوں کے درمیان اُجرتیں ۴۰ شلنگ سے بڑھ کر ۴۸ شلنگ ہوگئیں اور مصارف زندگی کا اشاریہ ۱۰۰ سے بڑھکر ۱۲۰ ہوگیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی اُجرتوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ دو مختلف ملکوں یا زمانوں کے خاندانی بجٹوں میں شامل اشیا یکساں ہوں۔ عموماً دونوں صورتوں میں مختلف اشیا کو مختلف درجے کی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ایک جگہ اگر ایک چیز استعمال ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ دوسری جگہ اُس کا کوئی بدل یا کوئی دوسری چیز استعمال ہوتی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک مدت میں لوگ مکھن کو چھوڑ کر مارجرین استعمال کرنے لگے ہوں یا عمدہ گوشت کی جگہ معمولی گوشت کھانے لگے ہوں، یا بیئر کی جگہ چائے کا استعمال زیادہ ہونے لگا ہو۔ برطانیہ میں مزدور طبقہ چائے پیتا ہے جبکہ یورپ میں زیادہ تر کافی پی جاتی ہے۔ بعض ملکوں میں سفید گیہوں کی روٹی استعمال ہوتی ہے اور بعض میں جو کی روٹی یا آلو کا آٹا بنیادی غذا ہے۔ مشرقی ملکوں میں زیادہ تر چاول پر گزارا ہوتا ہے۔ وسطی یورپ کے مقابلے میں سمندر پار کے ملکوں میں انڈوں کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اسکینڈی نیویائی ملکوں میں انگلستان کے مقابلے میں دودھ

اور دودھ سے بنی اشیا کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ جب ہم غذا کے علاوہ دوسری چیزوں پر نظر ڈالتے ہیں، مثلاً کپڑے، فرنیچر اور مکان وغیرہ تو مختلف صورتوں کا تفاوت اور زیادہ نظر آتا ہے جس کو مقداری شکل میں ظاہر کرنا ناممکن ہے مثلاً یہ کہ آیا ایک پونڈ چائے اور ایک پونڈ کافی، یا ایک پونڈ سفید آٹے کی روٹی اور ایک پونڈ جو کی روٹی، یا ایک پونڈ مکھن اور ایک پونڈ مارجرین برابر ہیں۔ آیا وہ ایک جوڑا جوتا جو انگریزی مزدور نے خریدا وہ چینی قلی کے ایک جوڑا سینڈل کے برابر ہے یا دو تین جوڑوں کے برابر ہے۔ پہلی جنگِ عظیم کے فوراً بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف پروفیسر بولے یہ دعوا کرتے ہیں کہ مصارف زندگی کے اشاریئے میں قیمتوں کے اضافے کا تخمینہ مبالغہ آمیز ہے کیونکہ واقعتاً لوگوں نے اپنی عادتیں بدل دی تھیں اور سستی اشیا استعمال کرنی شروع کردی تھیں۔ دوسری طرف ٹریڈ یونینوں کو یہ شکایت تھی کہ سرکاری اعداد و شمار میں قیمتوں کے اضافے کا تخمینہ کم ہے کیونکہ اِس میں خرید کی گئی اشیا کی گرتی ہوئی قسم کو بہت کم اہمیت دی گئی ہے۔ مثلاً کپڑے جنکی قیمت اوسط سے زیادہ بڑھی تھی۔ بعض اوقات یہ تجویز کیا گیا کہ اِس مشکل پر قابو اِس طرح پایا جا سکتا ہے کہ اشیائے خوردنی کی غذائی قدر اور اِن کی کیلوریز کو دیکھا جائے اور اِس طرح مختلف اشیا کو اُن کی کیلوریز کی بنیاد پر مساوی کر لیا جائے۔ لیکن حال میں سائنسدانوں نے غذا میں وٹامن اور معدنیات کے توازن پر جو زور دیا ہے اُس کے پیشِ نظر صرف کیلوریز کا تخمینہ نامکمل ہوگا۔ جہاں تک دوسری اشیا کا تعلق ہے جن میں نفسیاتی اور خالص جسمانی باتوں کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے، اِس قسم کے مادّی معیار ہماری مدد نہیں کر سکتے۔

بنیادی مشکل یہ ہے کہ معیارِ زندگی جس کو ہم ناپنا چاہتے ہیں وہ کوئی مقدار نہیں ہے جس کو ناپا جا سکے۔ ہم معیار زندگی کی تعریف معروضی طریقے سے یوں کر سکتے

ہیں کہ یہ کچھ جسمانی اور نفسیاتی ضروریات کی تشفی پر مشتمل ہے یا داخلی نظریے سے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک درجہ مسرت یا خواہشات کی تشفی کا نام ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں اگرچہ معیار کے بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اونچا ہے یا نیچا لیکن یہ بلندی یا پستی مقدار میں ظاہر نہیں کی جا سکتی۔ اسی لیے جب ہم معیارِ زندگی کو ناپنے کے لیے اِسے اعداد و شمار میں ظاہر کرتے ہیں تو گویا کسی ناقابلِ پیمائش شے کو خود اپنے کسی پیمانے سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک ممتحن طلبا کو نمبر دے کر اُن کی ذہانت کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ہم زیرِ موازنہ چیزوں کو جس طرح اپنے پیمانے سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ایک من مانا طریقہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ یہ اطمینان کر لیں کہ مختلف چیزوں کو پیمانے پر غلط ترتیب نہ دیں اور اِس طرح غلطی کا امکان کم سے کم کر دیں۔

اس مُشکل سے نپٹنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی ایک ملک یا کسی ایک زمانے کے بجٹ کو لے کر یہ موازنہ کیا جائے کہ اُن اشیا کی خرید پر دوسرے ملک یا دوسرے زمانے میں کیا خرچ ہوگا۔ اِس ملک میں وزارتِ محنت کے تیار کردہ اشاریے میں یہی کیا جاتا ہے اور اس کے لئے ایک دیے ہوئے بنیادی سال کے سیمپل بجٹ کو لے لیا جاتا ہے۔ ۱۹۰۵-۰۹ء کے درمیان برطانوی بورڈ آف ٹریڈ نے مختلف ممالک کے مصارفِ زندگی کے بارے میں جو تحقیق کی تھی اُس میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا اور اوسط درجے کے ایک برطانوی بجٹ کو لے کر یہ معلوم کیا گیا تھا کہ دوسرے ملکوں میں اِس بجٹ پر کیا صرف ہوگا۔ یہ طریقہ اُس صورت میں تشفی بخش ہو سکتا ہے جب موازنہ کی جانے والی دونوں صورتوں میں واقعی بجٹ ایک

ـــــ غالباً "ضروریات" مقدار ہیں اگرچہ "خواہشات" مقدار نہیں ہیں۔ لیکن اگر جسمانی ضروریات کو کیلوریز میں ظاہر کیا جا سکتا ہے تو کم از کم نفسیاتی ضروریات کو فی الحال نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے سے بہت مختلف نہ ہوں۔ لیکن اگر ان بجٹوں میں کافی فرق ہے تو متضاد اور غیر معمولی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں جو اس پر منحصر ہوں گے کہ مختلف بجٹوں میں سے کس کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ مثلاً لیگ آف نیشنز کے لیبر آفس نے ۱۹۲۴ء میں یہ تفتیش کی تھی کہ ایک نجار کو جو اُجرت ملتی ہے اُس سے مختلف راجدھانیوں میں کتنا سامان خریدا جا سکتا ہے۔ جب لیبر آفس نے یہ معلوم کیا کہ ایک برطانوی بجٹ کی اشیائے خوردنی کی قیمت اسٹاک ہوم میں کیا ہے تو معلوم ہوا کہ سویڈن کے نجار کی اُجرت جو سامان خرید سکتی ہے وہ اس سے ۸ فیصدی کم ہے جو برطانوی نجار کی اُجرت لندن میں خرید سکتی ہے۔ لیکن جب سویڈن کے بجٹ کی اشیائے خوردنی کو لے کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ سویڈن کا نجار اپنی اُجرت سے جتنا سامان اسٹاک ہوم میں خرید سکتا ہے وہ اُس سے ۹ فیصدی زیادہ ہے جو برطانوی نجار اپنی اُجرت سے لندن میں خرید سکتا ہے۔ گویا ایک طریقے سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسٹاک ہوم میں حقیقی اُجرتیں ۸ فیصدی نیچی تھیں اور دوسرے طریقے سے دیکھا جائے تو ۹ فیصدی اونچی تھیں۔ اسی طرح برلن کے نجار کی حقیقی اُجرت ایک طریقے کے مطابق لندن کے نجار کی ۴۹٫۲ فیصدی تھی اور دوسرے کے مطابق ۵۲٫۶ فیصدی تھی۔

ایک من مانی ترکیب سے اس مشکل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ مختلف طریقوں کی بنیاد پر جو نتائج برآمد ہوں اُن کا اوسط نکال لیا جائے۔ ایک ہی ملک کے دو مختلف زمانوں کی اُجرتوں کے موازنے کے لیے ایک اور طریقہ تجویز کیا جاتا ہے جسکو زنجیری طریقہ کار (Chain Method) کہا جاتا ہے۔ مثلاً ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۳ء کی اُجرتوں کا موازنہ ۱۹۱۳ء کے واقعی بجٹ کی بنیاد پر کیا جائے۔ پھر ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۴ء کی اُجرتوں کا موازنہ ۱۹۱۴ء کے بجٹ کی بنیاد پر کیا جائے اور اسی طرح آگے کیا جائے۔ یہاں ایک عملی دشواری یہ پیش آتی ہے کہ یہ طریقہ بہت پیچیدہ ہے اور اس کے لیے اُس

بجٹ پر مُسلسل نظرِ ثانی کی ضرورت ہوتی ہے جو تخمینے کی بنیاد ہوتا ہے۔ برطانیہ کی وزارتِ محنت نے ۱۹۲۳ء میں حقیقی اُجرت کا جو بین الاقوامی موازنہ شروع کیا تھا اور جس کو ۱۹۲۴ء میں انٹرنیشنل لیبر آفس نے جاری رکھا، اُس میں مختلف اشیائے خوردنی پر مبنی بجٹوں کا ایک سلسلہ تھا جس میں سے ہر بجٹ مختلف اشیا پر مشتمل تھا اور یہ اشیا اُس تناسب سے لی گئی تھیں جو مخصوص ملکوں کے مزدور طبقے کے استعمال میں آتی تھیں۔ اس کا تخمینہ لگایا گیا کہ اِن بجٹوں میں شامل اشیا کی خرید پر لندن، پیرس، برلن اور اسٹاک ہوم میں کیا لاگت آئے گی۔ پھر اِن لاگتوں کا مقابلہ اِن شہروں کی اُجرتوں سے کیا گیا اور اس کو فیصد میں ظاہر کیا گیا۔ ہر شہر کے نتائج کا اوسط نکالا گیا اور اُس کو اُس شہر کی حقیقی اُجرت کا اشاریہ مان لیا گیا۔

مثال کے طور پر مندرجہ ذیل تین شہروں کا موازنہ یوں تھا:

مختلف شہروں میں بخاروں کی اُجرت کی قوتِ خرید کا تناسب

	برطانوی بجٹ	اسکینڈی نیویائی بجٹ	وسطِ یورپی بجٹ	اوسط
لندن	۱۰۰٫	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
اسٹاک ہوم	۹۲٫۶۰	۱۰۹٫۶۰	۹۱٫۶۴	۹۷٫۶۴
برلن	۴۶٫۶۳	۵۳٫۶۶	۴۹٫۶۳	۴۹٫۶۷

لیکن یہ اشاریہ اُجرتوں کی قوتِ خرید کا نامکمل پیمانہ تھا کیونکہ اِس میں صرف غذائی اشیا شامل تھیں اور ایندھن، کپڑے اور کرائے کو نہیں شامل کیا گیا تھا۔

۱؎ اس فیصد میں مختلف مقامات پر کافی فرق پایا گیا۔ آٹوا اور برطانیہ میں ۱۳ فیصدی سے لے کر ویانا اور روم میں ۵ فیصدی تک۔

اُجرتیں

ایک کوشش یہ کی گئی کہ کرائے کے لیے یہ کیا جائے کہ اصل اُجرت میں سے وہ
فیصد نکال دیجائے جو کرائے پر صرف ہوتی ہے اور اِس طرح ایک ضمنی اشاریہ
تیار کیا جائے جس میں کرائے کی کچھ رعایت رکھی جائے۔ ایک اور خامی یہ تھی کہ اُجرتوں
کے شمار میں صرف دو ایک قسم کے مزدور شامل کئے گئے تھے۔ یہ ایک دی ہوئی مدت
کے ہفتہ کار کی حقیقی اُجرت کا اشاریہ تھا جس میں زائد کام کی آمدنی کی کمی بیشی،
پارچہ وار شرح (Piece Rate) کی تبدیلیوں، کم کام اور بے روزگاری کی
رعایت نہیں رکھی گئی تھی۔

اس ملک میں سرکاری اشاریئے پر اکثر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اِس کی بنیاد
پرانی ہے اور اِس میں اُن مہنگی قسم کی غذاؤں (سبزیاں، پھل اور دودھ وغیرہ) کی بہت
کم رعایت رکھی گئی ہے جو صدی کے ابتدائی برسوں میں مزدور طبقے کے مصارف
میں بہت معمولی جگہ رکھتی تھیں۔ اِنھیں بجٹوں پر وہ نظامِ اوزان مبنی تھا جو
اب تک اِس اشاریئے میں استعمال کیا گیا تھا اور قیمت کی تبدیلیوں کا اوسط نکالنے
کے لئے مختلف اشیا کو اسی کے مطابق وزن دیا گیا تھا یا اہمیت دی گئی تھی۔
۱۹۳۰ء کی دہائی کے ختم پر مزدور طبقے کے خاندانوں کے مصارف کی ایک نئی جانچ
کی گئی جس سے یہ ظاہر ہوا کہ مزدور طبقے کے بجٹوں میں شامل مختلف اشیا کی
اہمیت میں پچھلے تیس برسوں کے دوران کافی تبدیلی آئی ہے۔ اِس نئے اعداد و شمار کو
اشاریئے کے لئے ایک نظرثانی شدہ اوزان کے طور پر استعمال ہونا تھا۔ لیکن
جنگ نے اِس نظرثانی کو ملتوی کر دیا اور اِس طرح پرانے اشاریئے کی زندگی مزید
آٹھ دس سال کے لئے بڑھ گئی۔

۶- حقیقی اُجرت میں تبدیلیاں

موجودہ صدی سے قبل حقیقی اُجرت کے مطالعے کے لیے معلومات بہت نامکمل تھیں۔

انیسویں صدی میں بہ شکل قیمتوں کی تبدیلی کے اشاریے تھے ہی نہیں۔ چنانچہ قیمتوں کے جو بھی رکارڈ حاصل تھے اُنھیں کی بنیاد پر تخمینے لگانے پڑتے تھے۔ انیسویں صدی کے دوران اُجرت بشکل زر کی تبدیلیوں کے لئے ڈاکٹر بولے نے یہ اشاریہ ترتیب دیا ہے:

۵۵—۵۶	۱۸۰۰—۱۰
۶۵	۱۸۲۰—۳۰
۶۰	۱۸۴۰—۵۰
۷۵	۱۸۶۰—۷۰
۹۵	۱۸۷۰—۸۰
۹۰	۱۸۸۰—۹۰
۱۰۰	۱۸۹۰—۹۴

اس کو حقیقی اُجرتوں کے اشاریے میں بدلنے کے لئے ہمیں اس حقیقت کو مدِّ نظر رکھنا پڑیگا کہ سنہ ۱۸۰۰۔۹۰ء کے دوران قیمتیں عام طور سے نصف ہو گئیں۔ سنہ ۱۸۴۸ء تک قیمتیں گرتی رہیں۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۶۰ء تک قیمتوں میں تقریباً ۴۰ فیصدی کا اضافہ ہوا اور پھر سنہ ۱۸۷۰۔۹۰ء کے دوران قیمتیں ۲۵ فیصدی گر گئیں۔ چنانچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدی کے دوران حقیقی اُجرتیں تین گنی یا چوگنی ہو گئیں۔ صدی کے اواخر میں حقیقی اُجرتوں کا اضافہ رک گیا اور سنہ ۱۹۰۰ء کے بعد اضافے کی جگہ تخفیف کے رجحان نے لے لی کیونکہ سنہ ۱۸۹۶ء اور سنہ ۱۹۱۴ء کے دوران قیمتیں پھر چڑھ گئی تھیں۔ پہلی جنگِ عظیم سے قبل سترہ اٹھارہ برس میں اُجرت بشکل زر بڑھنے کے باوجود قیمتوں سے پیچھے رہی۔

جنگ کے زمانے کے افراطِ زر کے دوران قیمتوں کے تیزی سے بڑھنے کی

اُجرتیں

وجہ سے اُجرت بشکل زر کی شرحوں میں اضافہ قیمتوں کے اضافے سے پیچھے رہا اگرچہ
متذکرہ بالا عوامل کی وجہ سے اُجرت کی شرحوں کے مقابلے میں آمدنی بشکل زر
کافی بڑھی۔ جنگ کے بعد دو برسوں میں مزدوروں نے اپنی سودہ کاری کی قوت
مضبوط کی اور ٹریڈ یونینوں پر سے زمانۂ جنگ کی پابندیوں کے ہٹ جانے کا
فائدہ اُٹھا کر اپنی پس اُفتادگی کو کچھ کم کیا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء کے ختم اور ۱۹۲۱ء کے
آغاز کے دوران جب قیمتیں پھر گر رہی تھیں، حقیقی اُجرت کی شرحیں ۱۹۱۴ء کی
سطح سے ۵ فیصدی اُوپر تھیں۔

۱۹۲۰ء کی کساد بازاری کے ساتھ اُجرت کی شرحیں اور قیمتیں دونوں ہی اُس
بلندی سے نیچے آ رہیں جن پر جنگ کی قلیل المدت گرم بازاری کے دوران پہنچ گئی
تھیں۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۴ء کے درمیان اُجرت کی شرحیں قیمتوں کے مقابلے میں
زیادہ تیزی سے گریں اور ۱۹۲۵ء تک دونوں برابر آ گئیں۔ اُس وقت اُجرت کی
شرحیں اور مصارف زندگی دونوں قبلِ جنگ ۲۵ فیصدی اُوپر تھے۔ اگر
۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۹ء تک کے نو برسوں کا اوسط لیا جائے تو حقیقی اُجرت کی شرحیں
قبلِ جنگ کے مقابلے میں ۳ فیصدی اُوپر تھیں جبکہ اوسط حقیقی کمائی (جو اُجرت
کی شرح سے زیادہ بڑھی تھی) قبلِ جنگ ۱۴ فیصدی اُوپر تھی۔ اس مدت میں
بے روزگاری کی سطح مزدوروں کی مجموعی تعداد کی ۱۲ فیصدی رہی۔ چنانچہ اگر
مزدور طبقے کے مجموعی مفاد کو دیکھا جائے تو برسرِ روزگار مزدوروں کی حقیقی
کمائی کا اضافہ بیروزگار مزدوروں کی کمائی کے نقصان نے رد کر دیا۔

۳۳-۱۹۲۹ء کے نازک برسوں میں قیمتوں میں خصوصاً درآمد کی ہوئی غذائی
اشیا کی قیمتوں میں مزید کمی واقع ہوئی جبکہ درج رجسٹر بیروزگاری اتنی بڑھ گئی
جتنی پہلے کبھی نہیں بڑھی تھی۔ ۱۹۳۳ء میں مصارفِ زندگی کی سطح پست تھی لیکن

۱۹۱۴ء کی سطح سے ۴۰ فیصدی اوپر تھی۔ قیمتوں کے ۱۴ یا ۱۵ فیصدی کے اضافے کے مقابلے میں اُجرت بشکلِ زر میں صرف ۵ یا ۶ فیصدی کی کمی واقع ہوئی۔ لیکن ایک بار پھر وہی ہوا کہ جو لوگ اب بھی روزگار سے لگے تھے اُن کی حقیقی اُجرتوں میں ۱۰ یا ۱۱ فیصدی جو اضافہ ہوا وہ بیروزگاروں کی فیصد کے اضافے سے بالکل رَد ہو گیا۔ ۲۳-۱۹۲۱ء کے بدترین برسوں میں بیروزگاری کی اِس فیصد میں اوسطاً ۲۱ فیصدی کا اضافہ ہوا۔ ۱۹۳۴ء کے بعد روزگار، قیمتوں اور اُجرتوں نے یکساں سنبھالا لیا۔ اگست ۱۹۳۹ء میں بیروزگاری ۹ فیصدی تھی، مصارفِ زندگی کا سرکاری اشاریہ ۱۹۱۴ء سے ۵۵ فیصدی اُوپر تھا اور بالغ مزدوروں کی کمائی ۱۹۱۴ء کی دوگنی سے زیادہ تھی۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ مزدور طبقے کی کمائی پر عظیم بیروزگاری کے اثرات سے قطع نظر ان کی حقیقی آمدنی کی سطح صدی کے ابتدائی برسوں کے مقابلے میں ایک چوتھائی سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اِسی مدت کے دوران بیشتر صنعتوں میں عام ہفتہ کار کے گھنٹوں میں ۱۰ فیصدی کی کمی واقع ہوئی تھی جس کی وجہ سے مزدوروں کو بحیثیت مجموعی زیادہ فرصت حاصل تھی۔ دوسری طرف بہت سی صنعتوں میں زیادہ تھکانے والے نئے مشینی عمل کی وجہ سے اور رفتارِ کار تیز کرنے کی ترکیبوں کی وجہ سے کام کی شدت (یعنی ایک گھنٹے میں مزدور کو جتنی محنت کرنی پڑتی تھی) بڑھ گئی تھی۔ صرف ۲۹-۱۹۲۴ء کے چار برسوں میں ہی فی مزدور پیداوار میں ۱۰ فیصدی کا اضافہ ہوا تھا اور مسٹر کولن کلارک نے تخمینہ لگایا ہے کہ صدی کی تیسری دہائی کے وسط تک فی مزدور پیداوار ۲۵ برس پہلے کے مقابلے میں ۱۵ سے لے کر ۲۰ فیصدی تک زیادہ تھی[1]۔ دو تخمینے اور بھی ہیں ان میں سے ایک کے

---

[1] نیشنل انکم آوٹ لے۔ صفحہ National Income & Out-lay — p. 269

اُجرتیں

مطابق فی مزدور پیداوار سنہ ۱۹۲۴-۳۰ء کے دوران ۲۰ فیصدی بڑھی اور دوسرے کے مطابق سنہ ۱۹۳۰-۳۴ء کے دوران ۱۰ فیصدی سے لے کر ۱۱ فیصدی تک بڑھی۔[1] یہ حساب لگانا آسان نہیں ہے کہ اس اضافے میں کتنا حصہ ایسی نئی مشینوں کا تھا جو مزدوروں سے پہلے کے مقابلے میں زیادہ محنت نہیں طلب کرتی تھیں اور کس حد تک پیداوار کا عمل زیادہ محنت طلب ہوگیا تھا۔ لیکن یہ بہر حال ملحوظ رہے کہ شدّت کار بڑھی ہے چاہے کم بڑھی ہو یا زیادہ۔

پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے دوران ایک نمایاں فرق یہ رہا ہے کہ دوسری جنگ کے دوران قیمتوں میں نسبتاً کم اضافہ ہوا۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ راشننگ اور قیمتوں پر کنٹرول زیادہ وسیع اور موثر تھا اور حکومت نے بنیادی ضرورتوں کی اشیا کی قیمتوں کو بڑھنے سے روکنے کے لیے راشن بندی کی امدادی پالسی اپنائی تھی۔ مصارف زندگی کے سرکاری اشاریئے میں قبلِ جنگ کے مقابلے میں صرف ۳۳ فیصدی کا اضافہ ہوا۔ لیکن اِس اشاریئے میں میلان یہ پایا جاتا ہے کہ اُن سستی اشیا کو زیادہ وزن دیا گیا ہے جن کی قیمتیں بہت کم بڑھی ہیں اور اُن غذائی اشیا کو کم وزن دیا گیا ہے جن کی قیمتیں مقابلتاً بہت بڑھی ہیں۔ اس میں مصارف کے رُخ کی اُس تبدیلی کا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے جو دورانِ جنگ راشننگ کی وجہ سے واقع ہوئی اور جس کے نتیجے میں غیر راشنی قیمتی اشیا پر مصارف بڑھ گئے۔ سچّی قیمتوں کے نام نہاد سرکاری اشاریئے سے صرف ۴۵ فیصدی کا

Wilt Bowden "The Productivity of Labour in Great Britain" in the Journal of Political Economy, June 1937.

[1] سنہ ۱۹۲۴-۳۰ء کا موازنہ اُن صنعتوں سے متعلق ہے جو برطانیہ اور شمالی آئرلینڈ کی پیداوار کے شمار میں شامل ہیں۔ سنہ ۱۹۳۰-۳۴ء کا موازنہ اُن شعبوں سے متعلق ہے جو بورڈ آف ٹریڈ کے پیداواری اشاریے میں شامل ہیں۔

اضافہ ظاہر ہوتا ہے اور یہ مفروضہ بے جواز نہیں ہے کہ اُجرت کمانے والوں کے مصارف زندگی کا واقعی اضافہ موخر الذکر سے زیادہ قریب ہے[۱]۔ اِس دوران اُجرت کی شرحوں میں تا اِختتام جنگ ۵۰ فیصدی کا اضافہ ہوا اور کمائی میں ۸۰ فیصدی کا۔ چنانچہ اغلب یہ ہے کہ جنگ کے زمانے میں حقیقی اُجرت کی شرحیں (کام کی معینہ قسم اور مقدار کے عوض) قائم رہیں۔ لیکن اگر ہم اُوور ٹائم، ترقی اور پارچہ وار شرح کے کاموں میں بڑھی ہوئی پیداوار کا لحاظ کریں تو ہفتہ وار تنخواہ کی حقیقی قدر اوسطاً ۱۰ فیصدی بڑھ گئی ہوگی۔ جنگ کے بعد کمانے کے یہ غیر معمولی مواقع پیدا ہو گئے اور اُن صنعتوں میں جنہیں زیادہ جنگی ضرورتوں کا سامان بنتا تھا، کمائی گر گئی اور اُجرت کی شرحوں اور کمائیوں کے درمیان بڑھا ہوا خلا پھر بھر گیا۔

ابتک ہم زیادہ تر اوسطوں کے بارے میں بات کرتے رہے ہیں۔ لیکن بعض لوگ شُبہ کر سکتے ہیں کہ آیا جس مدّت کے دوران مختلف گریڈ، مختلف صنعتوں اور مختلف مقامات کی آمدنیوں کے رشتوں میں اتنی بڑی تبدیلی واقع ہو چکی ہو اُس مدت میں حقیقی کمائیوں کی اوسط کی کوئی اہمیت بھی ہے۔ دو لڑائیوں کے دوران جو تبدیلیاں ہوئیں ان میں نمایاں بات یہ تھی کہ سنہ ۱۹۱۴ء کے مقابلے میں مہارت یافتہ اور غیر مہارت یافتہ مزدوروں کے درمیان خلا کم ہو گیا اور خوشحال اور وسعت پذیر صنعتوں (جو اندرونی صَرف کے لئے اشیا بناتی تھیں) اور پست حال صنعتوں (درآمدی اشیا

---

[۱] آکسفورڈ یونیورسٹی کے ادارہ شماریات کے ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۴۵ء کے بلیٹن میں مسٹر نکلسن کا ایک تخمینہ اُجرت کمانے والوں کے اشاریئے کے بارے میں ہے جس میں سنہ ۱۹۳۸ء کے مقابلے میں سنہ ۱۹۴۳ء میں ۵۰ فیصدی کا اضافہ دکھلایا گیا ہے۔ اس میں بازار قیمتوں پر براہ راست ٹیکسوں اور امداد کے اثرات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن مسٹر نکلسن نے کہا ہے کہ اِس اشاریئے میں راشننگ اور قلّت کے اثرات کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے صارفین کی پسند کی آزادی کم ہو گئی تھی۔

اُجرتیں

انیسویں صدی کے آخر تک انگلستان میں ...

بنانے والی اکی اُجرتوں کے تغیر میں کافی نابرابری تھی۔ انہیں سے پہلی تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کم اُجرت مزدوروں کی حیثیت اوسط کے قریب ہو گئی دوسری تبدیلی کی وجہ سے مزدوروں کا ایک نیا طبقہ پیدا ہو گیا جس کی حالت بہ لحاظ بے روزگاری اور بہ لحاظ اُجرت ملک کی اوسط سے بہت خراب تھی بلکہ بیشتر ۱۹۱۶ء سے بدتر تھی مثلاً انجینیری کی صنعت میں ۱۹۱۲-۱۳ء کے دوران فیٹر اور ٹرنرز کی کل وقتی ہفتہ وار اُجرت کی شرح ۵۲ فیصدی بڑھی (۲۹ شلنگ سے بڑھ کر ۶۰ شلنگ ہو گئی) جبکہ عام مزدوروں کی اُجرت ۸۴ فیصدی بڑھی (۲۲ شلنگ سے بڑھ کر ۴۳ شلنگ ۹ پنس)۔ جہاز سازی کی صنعت میں مہارتی اور غیر مہارتی اُجرتوں کے تغیر میں کم فرق تھا لیکن ان کے گریڈوں کے درمیان فرق وہی رہا، یعنی کاریگروں کی اُجرت میں ۸۷ فیصدی اور مزدوروں کی اُجرت میں ۸۲ فیصدی۔ مختلف صنعتوں کی اُجرت کے فرق کی مثال کے لئے ہم پہلے کوئلے کی صنعت کو لے سکتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء کے ختم پر فی شفٹ اوسط نقد کمائی (خوشحال اور پست حال دونوں اضلاع میں) ۱۹۱۴ء سے ۴۲ فیصدی اوپر تھی جبکہ دوسرے علاقوں میں یہ کافی پست تھی۔ اِسکاٹ لینڈ میں ۳۰ فیصدی، ساؤتھ ویلز میں ۳۵ فیصدی اور نارتھمبرلینڈ میں ۲۵ فیصدی تھی۔ اِن اعداد و شمار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پچھلے تیس برسوں میں حقیقی کمائی کافی گھٹی تھی۔ روئی کی صنعت میں کل وقتی ہفتہ وار شرح میں ۳۸ سے ۳۹ فیصد کا اضافہ ظاہر ہوتا ہے جس کا مطلب پھر وہی ہے، یعنی پہلی جنگ کے مقابلے میں حقیقی اُجرتوں کے معیار کی پستی۔ اِس کے برعکس چھپائی اور اِشاعت کی صنعتوں میں ہفتہ وار شرحوں میں ۱۰۰ فیصدی کا اضافہ، جوتے کی صنعت میں ۸۰ تا ۹۰ فیصدی کا اضافہ اور ریلوے میں ۹۰ تا ۱۲۰ فیصدی کا اضافہ واقع ہوا۔

۷۔ غربت پہلی جنگ سے قبل مسٹر سی بھوم رونٹری نے ایک تحقیق کی کہ ایک مزدور، اُس کی بیوی اور تین بچّوں کے لیے کم سے کم معیارِ زندگی برقرار رکھنے کے لیے کتنی اُجرت ضروری تھی۔ مسٹر رونٹری نے ١٨٩٩ء میں نیویارک شہر کی غربت کی تحقیق میں گزر بسر کا جو کم سے کم معیار متعیّن کیا تھا جس کے نیچے ہونے کا مطلب یہ تھا کہ خاندان فاقہ کشی یا نیم فاقہ کشی کی سطح پر تھا[1]۔ یہ معیار بیشتر سبزی خوری کا معیار تھا اور اِس میں بچّوں کے کپڑوں کے لیے جو گنجائش تھی وہ اُس کی نصف تھی جو یتیم خانے اپنے زیرِ نگرانی بچّوں کو فراہم کرتے ہیں۔ اس میں ریل یا ٹرام کا کرایہ، اخبارات اور تمباکو جیسے مصارف کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ بعد کو مسٹر رونٹری نے ایک دوسرا معیار وضع کیا جس میں معمولی آسائش کی کچھ اشیا شامل کی گئی تھیں۔ اِس کو ایک اچھی زندگی کے معیار کا نام دیا گیا، یعنی کم سے کم اِنسانی ضروریات کا معیار جس کے نیچے کے خاندان ممکن ہے کہ فاقے نہ کر رہے ہوں لیکن غریب سمجھے جائیں گے۔ "یہ وہ معیار تھا" جس سے کم کے لیے کسی مزدور کو مجبور نہ ہونا چاہیے[2]۔ ١٩١٤ء کی قیمتوں کی بنیاد پر اُنھوں نے تخمینہ لگایا کہ اوّل الذکر معیار برقرار رکھنے کے لیے ہفتہ وار اُجرت ٣٦ شلنگ ہونی چاہیے اور مؤخرالذکر کے لیے ٤٥ شلنگ ٣٠ پنس۔ دوسری جنگِ عظیم کے ختم پر جو قیمتیں تھیں اُن کے مطابق پہلے معیار کے لیے ٤٥ سے ٥٠ شلنگ اور دوسرے معیار کے لیے ٦٥ سے ٧٥ شلنگ ہفتہ وار اُجرت ہونی چاہیے تھی۔ اس قسم کے مطالعے امریکہ اور آسٹریلیا میں بھی کیے گئے اور وہاں جو معیار اپنائے گئے وہ رونٹری کے معیار سے ١٥ سے ٢٥ فیصدی تک اونچے تھے۔ ١٩٣٠ء کی

---

[1] پاورٹی۔ اے اسٹڈی آف ٹاؤن لائف۔ Poverty : A Study of Town Life.

[2] ہیومن نیڈز آف لیبر۔ Human Needs of Labour.

اُجرتیں

دہائی کے دوران مسٹر رونٹری نے انسانی ضروریات والے اپنے معیار پر نظر ثانی کی۔
یہ نظر ثانی اُن سائنسی مطالعوں کی روشنی میں کی گئی جو انسان کی غذائی ضروریات کے
بارے میں اس وقت تک ہوتے تھے۔ اُنھوں نے حساب لگایا کہ اس معیار کے
مطابق اشیا کی خرید کے لیے (۱۹۳۶ کی قیمتوں پر) ۵۳ شلنگ ۹ پنس درکار
ہوں گے۔ خیال رہے کہ یہ معیار بہت معمولی ہے اور اگرچہ اِس میں متفرق مصارف
مثلاً انشیورنس، کرایہ، اخبارات اور تفریحی مصارف کے لیے ۹ شلنگ فی ہفتہ کی
گنجائش رکھی گئی تھی تاہم اِس میں تازے دودھ کی جگہ صرف ڈبے کا دودھ استعمال
ہو سکتا تھا۔ یہ ایک ایسے غیر مہارت یافتہ مزدور کا معیارِ صَرف ہے جو سخت محنت
نہیں کرتا بلکہ معمولی محنت کے کام انجام دیتا ہے۔ اِس معیار کی غذائی قوت وسٹ
انڈ کلب کے ایک رُکن کی غذا کی نصف ہے جو بیٹھے بیٹھے تفریح کرتا ہے۔ بورڈ
آف ٹریڈ کے ۱۹۰۶ء کے شمار کے مطابق اس سال مَرد مزدوروں کی اوسط کمائی
اگرچہ فاقہ کشی کے معیار سے اُوپر تھی تاہم رونٹری کے انسانی ضروریات والے معیار
سے نیچی تھی۔ کم اُجرت مزدوروں میں سے بیشتر نچلے معیار سے نیچے رہے ہوں گے۔
مسٹر رونٹری نے یارک کی تحقیق میں پتہ چلایا کہ ۱۵ فیصدی مزدور خاندانوں کی کمائی
صرف جسمانی معیار برقرار رکھنے کے لیے بھی ناکافی تھی۔ ۱۹۳۵ء میں وزارت محنت
نے کانکنی کے کئی اضلاع کے مزدوروں کی ہفتہ وار اُجرت کی تحقیق کی تھی جس کے
مطابق اِن اضلاع کے کانکنوں کی کمائی مشکل سے نچلے معیار تک پہنچتی تھی۔ لیکن
رانٹری کے نظر ثانی شدہ انسانی ضرریات والے معیار سے ۱۰ شلنگ کم تھی۔ کپڑے
اور لباس کی صنعتوں میں اوسط کمائی (جس میں عورتوں کی کافی بڑی تعداد کی کمائی
شامل ہے) مشکل سے نچلے معیار تک پہنچتی تھی۔ چمڑے کی صنعت میں یہ کمائی اس
معیار سے ۵ شلنگ زیادہ تھی لیکن دوسرے معیار سے ۵ شلنگ کم تھی۔ جہاز سازی

اور انجینیری صنعتوں میں اُجرتیں انسانی ضروریات والے معیار سے کچھ اُوپر اور طباعت، کاغذ اور تعمیری صنعتوں میں کئی شلنگ اوپر تھیں۔

دو لڑائیوں کے درمیانی زمانے میں غربت کی بنیادی وجہ کوئلے، کپڑے، جہاز سازی اور بحری انجینیری صنعتوں میں بڑے پیمانے پر بیروزگاری تھی جس کی وجہ سے مصیبت زدہ علاقوں کے مزدور طبقے کا معیارِ زندگی بدتر ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی دو اثرات مخالف سمت میں کام کر رہے تھے جنکی وجہ سے غربت کی سطح سے نیچے کے خاندانوں کا تناسب گھٹ گیا۔ پہلا اثر بورڈ آف ٹریڈ کے اُس اقدام کا تھا جس کے تحت کئی کم اُجرت پیشوں کے لیئے قلیل ترین اُجرت کی حد متعین کر دی گئی۔ جنگ کے فوراً بعد کے برسوں میں ایسے پیشوں کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ دوسرا اثر شرحِ پیدائش میں تخفیف کا تھا جس کی وجہ سے خاندان کے کمانے والے ممبروں کو کم بچوں کی پرورش کرنی پڑتی تھی۔ سنہ ۱۹۱۱-۳۱ء کے درمیان انگلینڈ اور ویلز کی مجموعی آبادی میں پندرہ سال سے کم کے بچوں کا تناسب ۳۰.۶ سے گھٹ کر ۲۵.۶ فیصدی ہو گیا اور ایسے خاندانوں کا تناسب جنکے چار یا چار سے زیادہ بچے تھے ۱/۴ سے گھٹکر ۱/۵ ہو گیا۔ چونکہ بڑے خاندان ہی زیادہ تر غربت کی سطح سے نیچے ہوتے ہیں اِس لیے بڑے خاندانوں کی تعداد میں کمی کا اثر غریب خاندانوں کی فیصد پر اچھا پڑا۔ لیکن جس بات نے اِس اثر کو رَد کر دیا وہ آبادی کی عمری ساخت میں تبدیلی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اضافہ آبادی کی شرح گھٹ جانے کی وجہ سے ایسے بوڑھے لوگوں کی تعداد پہلے کے مقابلے میں بڑھ گئی جنکی کام کرنے کی عمر ختم ہو چکی تھی اور جنکی کفالت اُن کے بچوں کو کرنی پڑتی تھی۔

ڈاکٹر بولے نے سنہ ۱۹۱۲ء میں اور دوبارہ سنہ ۱۹۲۴ء میں صنعتی نمونے کے شہروں کو لے کر کچھ نمونے کے خاندانوں کے بارے میں تحقیق کی جس کے لیے انھوں نے فاقہ کشی کا جو معیار اختیار کیا وہ مسٹر رونٹری کے معیار سے قریب تھا

اُجرتیں

یہ تحقیق صرف بنیادی غربت سے متعلق تھی، یعنی ایسے خاندانوں کو لیا گیا تھا جو اگر اپنی پوری
کمائی صرف اُنھیں اشیا پر صرف کر دیتے جو اُس معیار میں شامل تھیں تو بھی بنیادی
غربت والے معیار کو برقرار نہیں رکھ سکتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ
۱۱ سے لیکر ۱۲ فیصدی تک خاندانوں کی کمائی اس معیار کو قائم رکھنے کے لیے ضروری
کمائی سے کم تھی۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں تحقیق کرنے والوں نے صورت حال میں کچھ بہتری
پائی۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ زیر کفالت بچّوں کی تعداد گھٹ گئی تھی اور تمام مزدوروں
کی اوسط کے مقابلے میں کم اُجرت مزدوروں کی حالت زیادہ بہتر ہوئی تھی۔
اگر زیر مطالعہ خاندانوں کے تمام اُجرت کمانے والے پورے طور پر برسر روزگار
ہوتے تو معیار سے نیچے کے خاندانوں کا تناسب ۶ء۳ اور ۷ء۴ کے درمیان ہوتا۔
ہفتہ تحقیق کے دوران بے روزگاری اور کم وقت کام ہونے کی وجہ سے ۶ء۵
اور ۸ فیصدی خاندان معیار سے نیچے تھے۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ
جہاں تک بیروزگاری کا تعلق ہے سنہ ۱۹۲۴ء کا سال دورانِ جنگ کے برسوں میں
نسبتاً اچھا سال تھا (بیروزگاری کی فیصد کا اوسط سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۳۹ء کے دوران
صرف ایک سال اِس سے کم تھا اور سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۲۴ء میں اِس کے برابر تھا)۔
سنہ ۱۹۲۸ء میں لندن شہر کی زندگی اور مزدوروں کے بارے میں ایک جائزے کے
مطابق مزدور خاندانوں کے ۹ سے لیکر ۱۰ فیصدی تک خاندان غربت کی سطح پر تھے
جبکہ اِس جائزے میں ایک ایسا معیار اختیار کیا گیا تھا جو صحت اور کارکردگی
کے لیے برطانوی میڈیکل ایسوسی ایشن کے معین کردہ ادنیٰ ترین معیار سے کم تھا
اور سنہ ۱۹۲۸ء کا سال بھی روزگار کے اعتبار سے نسبتاً اچھا سال تھا۔ تقریباً اِسی زمانے
میں شمال کے بیشتر متاثر علاقوں کے جائزے میں اس سے اونچی فیصد پائی گئی۔
سنہ ۱۹۳۴ء میں لیورپول اور مرسی سائڈ کے علاقوں کے جائزے میں اسی پست معیار

کے مطابق یہ پایا گیا کہ ۱۶ یا ۱۷ فیصدی مزدور خاندان غربت کی سطح پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ سٹیمپٹن میں ۱۹۳۱ء کے خراب سال کے دوران ایسے خاندانوں کا تناسب ۲۰ فیصدی پایا گیا۔ تحقیق کرنے والوں نے ۱۹۳۲ء کے اچھے سال میں یہ پایا کہ برسٹل کے ۱۰ سے لے کر ۱۱ فیصدی خاندان برطانوی میڈیکل ایسوسی ایشن کے معیار سے نیچے تھے۔ مسٹر رونٹری نے ۱۹۳۰ء میں یارک کے نئے جائزے میں یہ دیکھا کہ صدی کے شروع میں انھوں نے جو جائزہ لیا تھا اُس کے مقابلے میں بنیادی غربت ۹ نصف ہو گئی تھی اور غربت کی بنیادی وجہ اُجرت کی پستی نہیں بلکہ بیروزگاری تھی۔ بہر حال اس نسبتاً خوشحال سال میں ۳۱ فیصدی خاندان "انسانی ضروریات" کے معیار سے نیچے تھے۔

غربت کا سب سے تاریک پہلو یہ ہے کہ غربت کی سطح سے نیچے خاندان وہی تھے جن میں بچے سب سے زیادہ تھے۔ چنانچہ غربت کا سب سے زیادہ اثر نوجوانوں پر تھا۔ ۱۹۲۴ء کے جائزے کی بنا پر ڈاکٹر بولے کا کہنا تھا کہ کل وقت روزگار فرض کر لینے کے بعد بھی ہر ۱۶ بچوں میں ایک بچہ ادنیٰ ترین معیار سے نیچے ہوگا اور ہر چھ میں ایک بچہ پیدائش سے نوجوانی تک میں کبھی نہ کبھی اس معیار سے نیچے ہوگا۔ رونٹری نے ۱۹۳۶ء کے یارک کے سروے کی بنیاد پر یہ ظاہر کیا کہ مزدور طبقے کے تقریباً نصف بچے اب بھی اپنے بچپن کے پانچ یا پانچ سے زیادہ برسوں میں کم غذا کے شکار ہوں گے اور تقریباً ایک تہائی بچے ایسے ہوں گے جنکے لیے کم غذا کی مدت ۱۰ برس سے زیادہ ہوگی۔ یہ سماجی خرابی آئندہ نسل کی صحت اور کارکردگی کے لیے بہت تباہ کن ہے۔ اُمید کرنی چاہیئے کہ بچوں کے بھتّے کا طریقہ جو دوسری جنگ عظیم کے بعد قومی بیمے کی نئی اسکیم کے ایک حصّے کی حیثیت سے ۱۹۴۶ء میں شروع کیا گیا اِس خرابی کو دور کرنے میں مدد کریگا۔

تیسرا باب

اُجرتوں کی ادائیگی

۱۔ اُجرتیں اور مصارفِ پیداوار

یہ مفروضہ کہ نیچی اُجرتوں کا مطلب سستی چیزیں اور اونچی اجرتوں کا مطلب مہنگا سامان ہے، ایک ایسے معاشی فریب کی مثال ہے جس میں سیدھے سادے لوگ آسانی سے مبتلا ہو سکتے ہیں۔ تاہم یہ ایک ایسا فریب ہے جس کا دور ہونا بڑا مشکل ہے اور اِس سے وہ ماہرینِ معاشیات بھی نہیں بچ سکے ہیں جو بعض اوقات حقیقی اُجرتوں کے اِشاریئے کو محنتی مصارف پیداوار کے اِشاریئے کے طور پر استعمال کرنے کے بڑے شائق ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا ہم پچھلے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ کئی اسباب ایسے ہیں جنکی بنا پر اُجرت کی شرحوں کی تبدیلی اور محنتی مصارف کی تبدیلی یکساں نہیں ہوتی۔

جب ہم محنتی لاگت کی بات کرتے ہیں تو ہماری مُراد دو باتوں میں سے ایک بات ہوتی ہے۔ ایک تو ہماری مُراد محنت کی مقدار یا وہ انسانی قوّت ہو سکتی ہے جو پیداوار میں صرف ہوتی ہے۔ دوسرے ہمارا مطلب اُس روپیّے سے ہو سکتا ہے جو آجر کو پیداوار حاصل کرنے کے لیے بشکل اُجرت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جس کو ہم اُجرتی لاگت کہتے ہیں۔ بات زیادہ واضح ہو جائیگی اگر محنتی لاگت کو اولالذکر معنوں تک محدود رکھا

جائے اور موخرالذکر کے لیے اُجرتی لاگت یا ایسا ہی کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا جائے۔ بہرحال یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اول الذکر معنوں میں محنتی لاگت کا اُجرت کی سطح سے متعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔ نہ یہ ضروری ہے کہ محنتی لاگت اُجرتوں کی تبدیلی سے متاثر ہو۔ یہ مزدور کی جسمانی پیداآوری کی اُلٹ ہے اور اِس کا انحصار مزدور کی مہارتِ کار اور اُس کے زیرِ استعمال مشینوں اور آلات کی ماہیت اور کارکردگی پر ہے۔ دوسری طرف پیداوار کی اُجرتی لاگت کا انحصار محنت کی پیداآوری اور اُجرتوں کی سطح پر ہے اور اِن دونوں میں سے کسی ایک میں تبدیلی آنے سے یہ بھی بدل جائے گی۔ اِن کی تبدیلیوں کے اثرات متضاد ہوں گے۔ اجرتوں کے بڑھنے سے اُجرتی لاگت بڑھیگی اور پیداوار بڑھنے سے اُجرتی لاگت گھٹیگی۔ چنانچہ اگر اُجرتیں بڑھنے کے ساتھ اُسی کے بقدر محنت کی کارکردگی بھی بڑھی ہے تو پیداوار کی لاگت نہ بڑھیگی۔ ایک صورت اور بھی ذہن میں رکھنی چاہیے۔ اُجرتوں کے اضافے کی وجہ سے مصارفِ پیداوار بڑھنا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً اُس صورت میں جب اضافہ اُجرت بشکل زر میں نہیں بلکہ حقیقی اُجرت میں واقع ہوا ہے اور اِس لیے واقع ہوا ہے کیونکہ مزدور طبقے کے استعمال میں آنے والی اشیا کی قیمتیں گر گئی ہیں۔ اُنیسویں صدی کے دوران حقیقی اُجرتوں میں زیادہ تر اضافہ اسی نوعیت کا تھا جو درآمد شدہ غذائی اشیا کے نسبتاً سستے ہونے کی وجہ سے واقع ہوا تھا اور اسی لیے اِس اضافے کی وجہ سے صنعت کی اُجرتی لاگت میں برابر کا اضافہ نہیں ہوا۔

لیکن یہ بھی بات تھی کہ اُنیسویں صدی میں محنت پیداآوری کافی بڑھی تھی چنانچہ اِس کے باوجود کہ سنہ ۱۸۰۰ء کے مقابلے میں سنہ ۱۹۰۰ء میں اُجرت بشکل زر کی شرحیں تقریباً دوگنی ہو گئی تھیں، یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ فی ٹن لوہے یا فی بشل اناج یا فی جوڑے جوتے کی اُجرتی لاگت بھی اِسی کے مطابق دوگنی ہو گئی تھی یا بڑھی تھی۔ نہ اِس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ چونکہ ایشیائی مزدور کی اُجرت اِس ملک کے مزدور کی اُجرت کی ایک

انجنیں۔

جو تھائی ہے اس لیے ایشیا کی بنی ہوئی چیزیں مانچسٹر، برمنگھم، بریڈ فورڈ یا ڈنڈی کی بنی ہوئی ایشیا کو دنیا کے بازاروں سے نکال دیتی۔ چنانچہ یہ بات صاف ہے کہ اُونچی اور پست اُجرتوں کا تعلق اُونچی اور پست پیداآوری سے ہو سکتا ہے لیکن اہم سوال یہ ہے کہ آیا اِن دونوں کے اس طرح کے تعلق کا کوئی جواز بھی ہے۔ لارڈ براسی نے پچھلی صدی کے وسط میں جب وہ اُصول مرتب کیا جو "اونچی اُجرتوں کی کفایت" کے نام سے مشہور ہوا تو اُنھوں نے اُجرت کی سطح اور کارکردگی کے اِسی تعلق کی طرف توجہ مبذول کرائی تھی۔ اُن کے بہت سے دعووں میں سے ایک دعوا یہ تھا کہ "اُجرت میں اضافے کے بغیر وہی مزدور ایک کام زیادہ سستا کر سکتے ہیں۔" اِس دعوے کی صحت کے ثبوت میں اُنھوں نے انگلستان اور آئرلینڈ کے ریلوے تعمیری کاموں کی تقابلی اُجرتی لاگت کی مثال دی۔ اُن کا کہنا تھا کہ "اشیفرڈشائر ریلوے کی تعمیر میں اگرچہ اُن کے والد کارندے مزدوروں کو جو روزانہ اُجرت دے رہے تھے وہ اُس کی دوگنی تھی جو اُنھیں کا بدل نے دو برس بعد آئرلینڈ کے ریلوے مزدوروں کو دی" تاہم اُجرتوں کی شرح میں اتنے فرق کے باوجود آئرش ریلوے کے ضمنی ٹھیکے اتنے ہی پر دیے گئے جتنے پر اشیفرڈ شائر میں دیے گئے تھے[1]۔"

اونچی اُجرت اور اونچی کارکردگی کے تعلق کی وجہ تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر ایک مزدور اور اُس کے خاندان کا معیارِ زندگی اُونچا ہے تو اُن کی صحت اور اُن کی جسمانی اور دماغی قوت اُس خاندان کے لوگوں سے بہتر ہوگی جو غریب ہے اور کم غذائیت کا شکار ہے۔ حال ہی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ غریب اور خوشحال خاندانوں کے بچوں کے قد، تن و توش اور بیمار پڑنے کی صلاحیت میں نمایاں فرق ہے۔ اگر صحت اور

---

[1] "ورک اینڈ ویجز" ۔ ۹۴ء — نیز "فارن ورک اینڈ انگلش ویجز"

جسمانی ساخت کی بات صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ اِن کی کارکردگی میں بھی فرق ہوگا۔ لیکن اس اُصول کو استعمال کرنے میں دو باتوں کی احتیاط برتنی ضروری ہے۔ اس اصول سے یہ نتیجہ نہیں برآمد ہوتا کہ چونکہ اُونچی اُجرت کا مطلب اُونچی کارکردگی ہے اِس لیے یہ آجروں کے مفاد میں ہے کہ وہ اپنے مزدوروں کو اُونچی اُجرت دیں۔ کبھی کبھی تو ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا کرنے میں اپنا فائدہ دیکھیں۔ مثلاً ایک آجر جو مزدور طبقے کے صَرف میں آنے والی اشیا بناتا ہے، اُونچی اُجرت کی تبلیغ کر سکتا ہے لیکن اُونچے معیارِ زندگی کے اثرات فوراً نہیں نمایاں ہوتے بہت سے اثرات کافی مدت بعد ظاہر ہوتے ہیں اور بعض کا اثر تو دوسری نسل میں بچوں کی بہتر صحت کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک آجر کو اس میں فائدہ نہ نظر آئیگا کہ وہ اِس لیے اُونچی اُجرت دے تاکہ کچھ سال بعد دوسرے آجر کو یا آجروں کی دوسری نسل کو بڑھی ہوئی اِنسانی کارکردگی کا فائدہ حاصل ہو۔ بہ الفاظِ دیگر، چونکہ آزاد نظامِ اُجرت کے تحت آجر ایک مزدور کو صرف عارضی مدّت کے لئے رکھتا ہے اور مزدور نہ اُس کی مِلک ہوتا ہے اور نہ اُس کی مستقل خدمات کی کوئی ضمانت ہوتی ہے اس لیے اُس کو مزدور کی ذاتی فلاح کی اِتنی فکر نہیں ہوتی جتنی نظامِ غلامی میں آقا کو غلام کی ہوتی تھی۔ ٹریڈ یونین کو سرکاری مدد دینے اور کم سے کم اُجرت کے قوانین کے نفاذ کا یہی بنیادی جواز ہے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کارکردگی اور اُجرتوں کا اضافہ دونوں متناسب ہوں۔ ممکن ہے کہ جو مزدور غربت کی سطح پر ہیں ان کے ساتھ ایسا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جو مزدور کم غذائیت کے شکار ہیں اور جن پر بیروزگاری اور بدحالی کا خوف طاری ہے انکا معیارِ زندگی ذرا سا بہتر ہونے سے اُن کی کارکردگی غیر متناسب حد تک بڑھ جائے لیکن اس اصول کو بہت زیادہ شد و مد کے ساتھ اُن مزدوروں پر نہ منطبق کرنا چاہیے جنکا معیارِ زندگی خطِ غربت سے اُوپر ہے۔ غذا میں حیوانی پروٹین اور

اُجرتیں

معدنی اجزاء کی پوری اہمیت جتاتے ہوئے سائنسدانوں نے اپنی حال کی تحقیقوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ آمدنی کی وہ سطح جہاں غذا اور بالخصوص قیمتی غذا پر بڑھے ہوئے مصارف سے صحت اور کارکردگی بڑھتی ہے اُس سے بہت اُونچی ہے جتنی ابتک تصور کی جاتی تھی۔ لیکن جیسے جیسے معیار زندگی اُونچا ہوتا ہے کارکردگی کے اضافے میں معیار زندگی کی مزید اُونچائی کے ساتھ اُسی تناسب میں کمی آتی جاتی ہے۔ یعنی ہمارا اصول گھٹتی ہوئی قوت کے ساتھ عمل میں آتا ہے۔ چنانچہ اصول یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ اگر آجر طبقہ برابر اُجرتوں میں اضافہ کرتا جائے تو اُنھیں بڑھتی ہوئی کارکردگی حاصل ہوتی رہیگی۔ لیکن بہت سے مصنف شاید یہی سمجھتے تھے۔ یہ سنہ ۱۹۲۲-۲۴ء کے دوران امریکی خوشحالی سے بہت مرعوب تھے جسے وہ امریکہ کی اُونچی اُجرتوں کی دین سمجھتے تھے اور اُونچی اُجرتوں کو تمام معاشی خرابیوں کا علاج تصور کرتے تھے اور اِس کا پرچار کرتے تھے۔

۲- اُجرت کی ادائیگی اور ترغیب

نفسیاتی پہلو کے علاوہ اُجرت اور کام کے تعلق کا ایک پہلو اور بھی ہے اور وہ ہے ترغیب۔ ابتک ہم نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے اُن کا تعلق کام کی قابلیت سے ہے۔ لیکن اُجرت میں تبدیلی سے مزدور کی زیادہ یا کم کام کرنے کی اور کم یا زیادہ وقت کام کرنے کی خواہش میں فرق آسکتا ہے۔ بہرحال یہاں ایسا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کام کی مقدار اور اُجرت شرح کا رشتہ مثبت ہے بلکہ شہادت اِس کی ملتی ہے کہ یہ رشتہ شاید منفی ہو[1] کوئلہ کھودنے جیسے محنت طلب اور ناخوشگوار پیشوں میں ایسا ہونا زیادہ اغلب ہے:

---

[1] پروفیسر پال ڈگلس نے اپنے امریکی تجربات سے اعداد و شمار کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کم مدت میں محنت کی رسد کی لوچ منفی ہوتی ہے۔ تقریباً ۳ء۰۔ (Theory of Wages pp. 274—289, 301—2)

اُن عورتوں کے معاملے میں بیا ور نمایاں ہوگا جو مزدوری نہیں کرنا چاہتیں تا وقتیکہ حالات سے مجبور نہ ہو جائیں۔ وجہ یہ ہے کہ اُجرت بڑھنے کے ساتھ ممکن ہے کہ ایک مزدور اس سے فائدہ اُٹھاکر زیادہ آرام کرنا پسند کرے اور فرصت کو مزید روپیہ کمانے پر ترجیح دے[1]۔ دوسری طرف ممکن ہے کہ ان مزدوروں کو جنکا معیارِ زندگی بہت پست ہے غربت سے مجبور ہو کر زیادہ محنت سے اور زیادہ وقت کام کرنا پڑے کیونکہ صرف اسی طرح وہ اتنا کما سکتے ہوں گے کہ اُن کی بنیادی ضروریاتِ زندگی پوری ہو سکیں (آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ یہی وجہ ہے کہ پست معیارِ زندگی والے مزدوروں کا اجتماعی استحصال ہو سکتا ہے)۔ معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی صدی کے مُصنّفین کا یہی نظریہ تھا اور وہ دوسری باتوں کو نظر انداز کرتے تھے۔ سترھویں صدی کے ایک مصنّف نے یہ کہکر اُونچی اُجرتوں کو فضول بتایا کہ "انھیں مزدوری جتنی ہی زیادہ ملتی ہے، اتنے ہی کم دن یہ کام کرتے ہیں" اٹھارھویں صدی کے ایک مصنّف آرتھر ینگ نے اِس بات کو اور زیادہ زور دیکر کہا "ایک احمق کے علاوہ سب جانتے ہیں کہ نچلے طبقوں کو غریب رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ محنت نہ کریں گے۔" لیکن جہاں تک ترغیب کا تعلق ہے اُجرت کی شرح سے زیادہ اہم اُجرت کی ادائیگی کا طریقہ ہے۔ اگر اُجرتیں زمانی شرح (Time Rate) کے بجائے پارچہ وار شرح (Piece Rate) کے مطابق ملتی ہیں تو مزدور کو ترغیب ہوگی کہ وہ اپنے کام کی رفتار تیز کر دے تاکہ ایک دیے ہوئے وقت میں زیادہ کما سکے۔ اُجرت کی ادائیگی کے مختلف طریقے جو ابتک بنائے گئے ہیں اور جو زیرِ استعمال ہیں ان کے بارے میں تمام مباحثوں کا

---

[1] زیادہ فرصت کے لئے زیادہ کمائی کی قربانی دینے کا رجحان ممکن ہے اتنا زیادہ نہ ہو جتنا سمجھا جاتا ہے کیونکہ آمدنی کی طلب اور فرصت کی طلب مشترک طلبیں ہیں اور زیادہ فرصت سے لطف اندوز ہونے کے لیے زیادہ آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اُجرتیں

بنیادی موضوع یہی رہا ہے، یعنی ترغیب۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک آجر کے لیے مفید ہوتا ہے کہ وہ کام کے نتیجے کے مطابق اُجرت ادا کرنے کا کوئی طریقہ اختیار کرے۔ لیکن یہ فائدہ اتنا زیادہ نہیں ہے جتنا شروع میں نظر آتا ہے۔ نہ لازمی طور پہ یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ پیداوار بڑھانے کی ترغیب کے لیے زیادہ پارچہ وار شرح دینا آجر کے لیے نفع بخش ہوگا کیونکہ اس طرح اگر وہ فروخت کے لیے زیادہ پیداوار حاصل کرتا ہے تو اُس کو اس زائد پیداوار کے لیے اُجرت بھی زائد ادا کرنی پڑتی ہے اور اگر ادائیگی سیدھی پارچہ وار شرح سے ہوتی ہے تو اُس کو اُس زائد پیداوار کے لئے اُسی نسبت سے زیادہ اُجرت بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُجرت کے زیادہ پیچیدہ طریقے ایجاد کیے گئے ہیں جن کے تحت اگرچہ زیادہ پیداوار کا معاوضہ زیادہ ملتا ہے لیکن یہ اضافہ بتدریج کم ہوتا جاتا ہے اور جتنی رفتارِ کار بڑھتی ہے اُس کے تناسب سے معاوضہ نہیں بڑھتا۔

۳۔ پارچہ وار شرح اور سرعت کاری

بعض وقت یہ کہا جاتا ہے کہ اگر آجر اپنی اُجرتی لاگت کم سے کم کرنا چاہتا ہے تو مزدور اپنی کمائی کی سطح زیادہ سے زیادہ اُونچی کرنے کا خواہاں ہوتا ہے اور چونکہ زیادہ کارکردگی اِن دونوں مقاصد کو بیک وقت پوری کرتی ہے اس لئے آجر اور مزدور دونوں کا مفاد اس میں ہے کہ کام تیز ہو اور وہ تمام طریقے اختیار کیے جائیں جن سے یہ مقصد پورا ہوتا ہو۔ ماضی میں اسی بات کو زیادہ عام انداز میں یوں کہا جاتا رہا ہے کہ کوئی بھی ایسا اقدام جس سے پیداوار کے اضافے میں رخنہ پڑتا ہے، آجر اور مزدور دونوں کے لیے یکساں طور پر مُضر ہے۔ چنانچہ اُنیسویں صدی کے ماہرینِ معاشیات اِس بات پر ٹریڈ یونین والوں کی سرزنش کرتے تھے کہ وہ ذخیرہ کار کا غلط نظریہ رکھتے ہیں جس کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ کام کی مقدار محدود

ہے اِس لئے مزدور کا مفاد اِس میں ہے کہ وہ اپنے کام کی مقدار محدود رکھیں۔ لیکن یہ بات یوں صحیح نہیں ہے۔ مزدور کو حاصل ہونے والے فائدے کا پیمانہ ان کی مجموعی آمدنی نہیں بلکہ محنت کے دیکھتے اُن کی کمائی ہے، یعنی اُس کو کتنی جسمانی محنت صرف کرنی پڑتی ہے اور اُسے تھکن کتنی ہوتی ہے[1]۔ جس طرح ایک آجر کو اِس بات میں دلچسپی ہوتی کہ لاگت کے مقابلے میں اُس کی آمدنی کیا ہے، اِسی طرح مزدور کو اِس بات سے دلچسپی ہوتی ہے کہ اُس کی محنت کے مقابلے میں اُسے کیا صلہ ملتا ہے۔ ایک مزدور جو زائد وقت کام کرتا ہے یا پارچہ وار شرح سے جسے اُجرت ملتی ہے جس کی وجہ سے اُس کی شدت کار بڑھ جاتی ہے، وہ ممکن ہے کہ ہفتے میں زیادہ پیسے کما لیتا ہو لیکن ساتھ ہی اُسکو تھکن زیادہ ہوتی ہوگی اور غالباً اُس کو کھانے، تفریح اور ڈاکٹر کے بل پر زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہوگا۔ مثلاً اُن مزدوروں کو جو مغربی کارخانوں کے تیز کار طریقوں پر کام کرتے ہیں گوشت والی غذا کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے جبکہ آہستہ رو مشرقی مزدور صرف اناج کی غذا پر گزارا کر سکتے ہیں اور غالباً جو غذا اُنھیں نصیب ہوتی ہے اُس پر زیادہ تیز اور محنت طلب طریقوں سے کام بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ اس کی بھی شہادت ملتی ہے کہ (جیسا ایڈم اسمتھ نے مشاہدہ کیا تھا) ٹھیکے پر کام کرنے والے مزدور فوری زائد آمدنی کے لالچ میں اپنے کام کی رفتار اتنی تیز کر دیتے ہیں جو آگے چل کر اُن کی صحت کے لئے مضر ہوتا ہے اور جسکی وجہ سے اُن کی عمرِ کار گھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ بہت سے وہ جھگڑے بے بنیاد نہیں ہیں جو اُن طریقوں کو اپنانے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جنکا مقصد کام کی رفتار بڑھانا ہوتا ہے۔

---

[1] وہ اپنی کمائی اور محنت (محنت جس حد تک ناپی جا سکتی ہے) کے مجموعی فرق کو جتنا زیادہ کر سکے اتنا ہی اُس کا فائدہ ہے۔

چنانچہ عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مزدور کے مقابلے میں آجر کو وقت کار کی توسیع اور شدتِ کار بڑھانے سے زیادہ دلچسپی ہوگی۔ لیکن ایک خاص سبب اور ہے جس کی وجہ سے آجر کے لیے یہ زیادہ نفع بخش ہوگا کہ وہ ہر آدمی سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرے۔ وہ یہ ہے کہ اِس طرح وہ مشینوں کو زیادہ سے زیادہ استعمال کر سکتا ہے کیونکہ ایک دی ہوئی مدّت میں کارخانے سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر مشین سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے اور اِس طرح مشینوں کی قائم لاگت میں کفایت کی جائے۔ یہی نتیجہ زیادہ مزدوروں کو رکھکر بھی ایک حد تک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ منزل جب مشینوں کو زیادہ استعمال کرنے کے لیے ہر مشین پر زیادہ آدمی لگانا نفع بخش نہیں ہوتا زیادہ جلد آجاتی ہے بمقابلے اس کے کہ اتنے ہی مزدور رکھے جائیں اور ان میں سے ہر ایک سے زیادہ تیزی سے کام لیا جائے اور زائد کام دن ختم ہونے کے بعد اس وقت لیا جائے جب عام صورت میں کارخانہ بند ہوتا ہے۔ جہاں کئی شفٹ چلانا عملاً ممکن ہے، یعنی ایک کے بجائے دو یا تین شفٹ، وہاں زائد مزدوروں کو رکھ کر یہی کفایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن جہاں ایسا کرنا ممکن نہیں ہے یا جہاں پہلے ہی اِن امکانات کو استعمال کیا جا چکا ہے وہاں آجر کے لیے یہ زیادہ نفع بخش ہوگا کہ وہ مزدوروں کی تعداد بڑھانے کے بجائے انھیں مزدوروں سے زیادہ تیز کام لے۔ اِس میں کفایت یہ ہوگی کہ اگرچہ بڑھے ہوئے کام کے لیے زیادہ رواں سرمائے کی ضرورت ہوگی لیکن قائم سرمائے کی لاگت ویسی کی ویسی ہی رہیگی، سوا اس کے کہ مشینوں کی فرسودگی میں کچھ اضافہ ہو جائیگا۔ اس طرح اگرچہ آجر کا منافع متحرک سرمائے (Money in Circulation) کے اضافے کے تناسب سے زیادہ بڑھیگا[1] لیکن سرمائے کی لاگت مجموعی طور سے جتنی بڑھیگی یعنی

---

[1] متحرک سرمایہ کی لاگت میں بھی ان معنوں میں کفایت ہو سکتی ہے [illegible] کی رفتار تیز ہونے کی وجہ سے پیداوار [illegible]

دائرہ اور قائم دونوں ملکر) اُس کے دیکھتے ہوئے منافع کا اضافہ زیادہ ہوگا۔ اس حقیقت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ آجر کے لیے یہ کیوں نفع بخش ہوتا ہے کہ وہ پارچہ وار شرح کو بڑھا کر کام کی رفتار بڑھانے کی ترغیب فراہم کرے (جیسا کہ تفریقی پارچہ وار شرح کے قاعدے کے تحت ہوتا ہے)۔ اس صورت میں آجر فی اکائی اُجرت میں جتنا صرف کرتا ہے اُس کے مقابلے میں مشینوں اور کارخانے کی کفایت سے اُس کو زیادہ حاصل ہوجاتا ہے۔ امریکہ میں مختلف قسم کے بونس کے طریقوں کے ایک اور فائدے کا بھی دعوا کیا جاتا ہے کہ اِن کی وجہ سے وہ مصارف کم ہو جاتے ہیں جو مزدوروں کی الٹ پھیر سے پیدا ہوتے ہیں، یعنی وہ مصارف جو اِس لیے ہوتے ہیں کہ مزدور بے اطمینانی کی وجہ سے یا ترقی کی توقع میں کام چھوڑ کر دوسرے آجر کے یہاں چلے جاتے ہیں۔ اِس موضوع پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

۴۔ شرح کی تخفیف ٹریڈ یونینیں جس بنا پر کام کے مطابق ادائیگی کے خلاف رہی ہیں اُن میں سب سے بڑی بنائے مخالفت شرح کی تخفیف ہے۔ یعنی اُس شرح میں تخفیف جس کے مطابق کام کا فی اکائی معاوضہ اُن مزدوروں کو دیا جاتا ہے جنھیں اُونچی کمائی کی ترغیب دیکر اپنی رفتارِ کار بڑھانے پر راغب کیا جاتا ہے۔ اگر یہ طریقہ اکثر نہیں بلکہ صرف کبھی کبھی بھی اپنایا جاتا ہے تو بھی یہ اُس نظام کے بارے میں شبہات اور مخالفت پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔ مزدور ایسی مثالوں کو قدرتاً اس بات کا ثبوت تصوّر کرتے ہیں کہ اِس نظام کا بنیادی مقصد مزدور کو پہلے تو رفتارِ کار تیز کرنے کی ترغیب دینا ہے اور اس کے حصول کے بعد

محنت کی مدت گھٹ جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ پیداوار کا اضافہ سرمایہ بچانے والے نتائج سے متعلق ہوگا۔ یہ اس بیان کی پہلی شرط ہے جو اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں دیا گیا تھا کہ رفتار بڑھنے کے معقول ... رجحان پارچہ وار شرح کی تخفیف کی طرف ہوگا جس کا جواز یہ ہوگا کہ شدّتِ کار بڑھنا خود مزدوروں کی رسد بڑھنے کے مترادف ہے جس کی وجہ سے محنت کی قیمت گھٹ جائیگی۔

شرح کی تخفیف کے ذریعے اِنھیں زائد آمدنی سے محروم کرنا ہے۔ دوسری طرف آجر اپنی
صفائی میں یہ کہتے ہیں کہ یہ بے حد مشکل ہے کہ پہلے سے وہ شرح مقرر کر دیجائے
جو آگے چل کر پیداوار کی اُونچی سطح حاصل ہو جانے کے بعد کفایتی ثابت ہو۔ اگر ابتدا
میں شرحیں بہت نیچی رکھی جاتی ہیں تو بے اطمینانی پیدا ہو گی کیونکہ وقت کے مطابق
اُجرت پانے والے مزدوروں اور کام کی مقدار کے مطابق اُجرت پانے والوں کی
کمائی میں اتنا فرق نہ ہوگا جو موخرالذکر کی بڑھی ہوئی محنت کا معاوضہ ہو۔ اگر شرحیں
ایسی سطح پر متعین کی جائیں جنکی وجہ سے پیداوار کی اُجرتی لاگت بڑھ جاتی ہے تو
آجر کو یا تو شرح کم کرنی پڑیگی یا کچھ آدمیوں کو برطرف کرنا پڑیگا۔ شرح کے تعین کی
یہی مشکلات اُن طریقوں کے اپنانے کی متحرک ثابت ہوئیں جنھیں "وقت و حرکت"
کا مشاہدہ کہا جاتا ہے۔ لیکن ابتدائی شرح کے تعین کی ناگزیر مشکلات کے علاوہ
ایک اور وجہ سے بھی آجر کو بعد میں شرح کم کرنی پڑتی ہے جس کا اندازہ پہلے سے کرنا
بہت مشکل ہوتا ہے اور وہ ہے اُس کے مال کی بازار قیمت میں تبدیلی۔ اس میں
شک نہیں کہ اگر پارچہ وار شرح کے رواج کی وجہ سے پوری صنعت میں عام طور سے
پیداوار بڑھی ہے تو قیمت فروخت میں کمی واقع ہو گی۔ اِس کا امکان کس قدر ہے یہ
اس پر منحصر ہو گا کہ آیا اِس صنعت کی پیداوار کی طلب لوچدار ہے یا بے لوچ (بے
لوچ ہونے کے مقابلے میں لوچدار ہونے کی صورت میں امکان کم ہے)۔ اس کے
علاوہ اِس کا انحصار دوسری صنعتوں کی صَرف کی پالیسی اور ملک کی مالیاتی پالیسی پر
بھی ہے جن سے برادری کی طلب اور قوت خرید متعین ہوتی ہے۔ لیکن اِس کا
کافی خطرہ رہتا ہے کہ صنعت میں سرعت کاری کے عام ہوتے ہی (آجر کی کسی بدنیتی
سے قطع نظر) معاشی حالات ابتدائی شرح میں تخفیف ناگزیر بنا دیں گے۔ اِسی وجہ
سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا ضرور ہو گا اور اِسی لیے مزدور ڈرتے ہیں کہ اگر شرح

کے تعین میں اُن کا کافی ہاتھ نہ ہوا تو اِس نظام کو توڑ موڑ کر اُن کے لیے مُضر بنا دیا جائیگا۔ اِس شبہے سے پیدا ہونے والی مخالفت کو دور کرنے کے لیے ہی امریکہ کی بہت سی فرموں نے اِس بات کی ضمانت دی تھی کہ ایک بار پیداوار شرح متعین کرنے کے بعد ایک دی ہوئی مدت تک اِس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

۵۔ پریمیم بونس کے طریقے

کام کی مقدار کے مطابق سیدھی ادائیگی جہاں مزدور کو کام کی مقدار کے مطابق فی اِکائی کے حساب سے معاوضہ مِل جاتا ہے، ایک ایسا طریقہ ہے جس میں جلد ہی ایسی صورت آجاتی ہے جہاں آجر کے لیے اتنے مزدوروں کو رکھنا غیر نفع بخش ہو جاتا ہے تاوقتیکہ فی اکائی شرح جو ابتک وہ دیتا رہا ہے اُس میں تخفیف نہ کرے۔ شرح کی ایسی تخفیف کی وجہ سے مزدوروں میں اِس نظام کی مخالفت کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کے لیے آجروں نے تیز کام کی ترغیب فراہم کی تھی۔ اِسی لیے آجر کام کی مقدار کے مطابق ادائیگی کے زیادہ پیچیدہ طریقے اختیار کرنا پسند کرتے ہیں جنکے تحت زیادہ کام کا معاوضہ شروع میں اُونچا ہوتا ہے لیکن آگے چلکر اُس تناسب سے نہیں بڑھتا جس تناسب سے کام بڑھتا ہے۔ چنانچہ مزدور کی پیداوار بڑھنے کے ساتھ شرح خود بخود گھٹ جاتی ہے۔ اِن پیچیدہ طریقوں کو پریمیم بونس کے طریقے کہا جاتا ہے۔ اِس کے تحت ایک معینہ کام ایک "معیاری مدت" میں پورا ہونا چاہئے اور اگر مزدور اِس کام کو معیاری مدت سے پہلے کر لیتے ہیں تو بچے ہوئے وقت کے مطابق انھیں بونس ملیگا۔ یہ نظام ۱۸۹۸ء میں مسٹر ڈیوڈ رُو وان نے گلاسگو میں شروع کیا تھا۔ اِس کے تحت ایک معینہ کام کے پورا کرنے کی ایک معیاری مدت مقرر کی جاتی ہے اور اگر مزدور وہ کام اُس مدت سے کم میں پورا کر لیتا ہے تو اُس کو بچے ہوئے وقت کی فیصد کے برابر فی صد بونس

اُجرتیں

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اُجرت کا حساب زمانی شرح یا ٹائم ریٹ کے
ملتا ہے۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اُجرت کا حساب زمانی شرح یا ٹائم ریٹ کے
مطابق لگایا جاتا ہے، یعنی جتنے گھنٹے کام ہوا ہے اُس کی اُجرت کے علاوہ مزید گھنٹوں
کی اُجرت۔ مثلاً اگر معیاری وقت دس گھنٹے ہے اور کوئی مزدور وہ کام آٹھ گھنٹے میں
کرلیتا ہے تو اُسکو آٹھ گھنٹوں کی معمولی اُجرت کے علاوہ ۲۰ فیصدی مزید اُجرت
دیجائیگی کیونکہ اُس نے دس میں سے دو گھنٹے بچائے ہیں۔ یہ زائد اُجرت ۱۶۶ گھنٹے
کی زائد اُجرت کے برابر ہوتی ہے۔ سن ۱۸۹۰ء میں مسٹر ایف اے۔ ہیلے نے امریکہ میں
ایک اور طریقہ رائج کیا تھا جس کے تحت اگر کوئی مزدور معیاری مدّت سے کم میں کام کرلیتا
تو بچے ہوئے وقت کی اُجرت فی گھنٹہ اُجرت کی ایک تہائی شرح سے ملتی۔ مثلاً اگر
معیاری وقت ۱۰ گھنٹے ہے اور کام ۷ گھنٹے میں کرلیا گیا تو مزدور کو سات گھنٹے کی اُجرت
کے علاوہ ایک گھنٹے کی اُجرت کے برابر بونس ملیگا۔ یہ طریقہ جب مسرز ویئر نے لندن
میں شروع کیا تو اِس میں اتنی تبدیلی کرلی گئی کہ بونس بچے ہوئے وقت کے ½ کے
بجائے نصف کے مطابق ملتا تھا۔ یہ طریقہ ہیلے ویئر کے نام سے مشہور ہوا۔ رُووان
اور ہیلے کے طریقوں میں اولالذکر کی واقعی شرح نسبتاً اُونچی تھی اور تیزکاری کے ابتدائی
مراحل میں ترغیب زیادہ تھی۔ جس منزل پر تخفیف معیاری وقت کی ۵۰ فیصدی ہوجاتی
ہے وہاں سے یہ دونوں طریقے یکساں ہیں اور دونوں کے تحت آمدنیوں میں ۵۰ فیصدی
کا اضافہ حاصل ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ معیاری پیداوار دوگنی ہوجاتی
ہے۔ اِس کے آگے ہیلے کے مقابلے میں رُووان طریقے میں واقعی شرح زیادہ تیزی
سے گھٹتی ہے۔

بعض اوقات اجتماعی بونس کی حمایت کی جاتی ہے اور دیہ ایک جگہوں پر اِس کو
اختیار بھی کیا گیا ہے۔ یہ خصوصاً وہاں زیادہ مناسب ہوتا ہے جہاں مزدور بحیثیت
گروہ کام کرتے ہیں اور کام میں مزدوروں کے فرداً فرداً حصّے کا اندازہ کرنا مشکل ہوتا ہے؛

مثلاً بوائلر جوڑنے والوں کے گروہ۔ اِس کی ایک مثال پریسٹ مین نظام تھا جو مسٹر پریسٹ مین نے ۱۹۱۷ء میں ہل میں رائج کیا تھا۔ اس کے تحت مزدوروں کو بنیادی طور پر ٹائم ریٹ کے مطابق اُجرت ملتی تھی اور اگر گروہ معیّنہ کام سے زائد کام کرتا تھا تو اُس کے تناسب سے اُس گروہ کو بونس ملتا تھا جو گروہ کے مزدوروں میں اس طرح تقسیم ہوتا تھا کہ ہر مزدور کی اُجرت ایک ہی تناسب سے بڑھے۔

۶۔ ٹاسک بونس (Task Bonus) کے طریقے

اِن طریقوں کی بنیاد ایک دوسرا اصول ہے۔

یہ طریقے امریکہ میں "سائنٹفک انتظام" (Scientific Management) کی وسیع تر اسکیم کے سلسلے میں استعمال کیے گئے۔ اِس کے تحت اُن مزدوروں کو جو ایک معیّنہ "کام" انجام دے لیتے ہیں یا معیّنہ معیارِ کارکردگی حاصل کر لیتے ہیں، کافی بونس دیا جاتا ہے جو اُن کی معمولی فی اِکائی اُجرت سے ہونے والی آمدنی میں جوڑ دیا جاتا ہے۔ گانٹ سسٹم (Gnatt System) کے تحت مقررہ کام کبھی کبھی معمولی کام کو دوگنا کرنے کی حد تک مشکل ہوتا ہے اور بونس جو ملتا ہے وہ اُجرت کا صرف ۴۰ یا ۵۰ فیصدی ہوتا ہے۔ جو مزدور اُس معیار پر نہیں پہنچ پاتے اُنھیں بونس نہیں ملتا۔ یہ گدھے کی ناک کے سامنے گاجر لٹکا دینے کے مترادف ہے۔ گدھا تو شاید گاجر تک کبھی نہ پہنچ پائے لیکن اُس کی رفتار ضرور بڑھ جائے گی۔ اِمرسن طریقہ ایک دوسرا طریقہ ہے۔ اس کے تحت بھی کام متعیّن کر دیا جاتا ہے لیکن زیادہ سخت نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک اُوسط درجے کے مزدور کے لیے ہوتا ہے۔ بونس بھی اسی کے مطابق کم ہوتا ہے اور اِس حساب سے ملتا ہے کہ مزدور معیّنہ کام سے کتنا قریب آ گیا ہے۔ گویا یہاں گاجر چھوٹی اور کم مزے دار ہے لیکن تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ایک ایک گاجر گدھے کو ملتی رہتی ہے۔

اُجرتیں

ٹیلر (Taylor) کا امتیازی پارچہ کاری طریقہ اِس سے ایک منزل آگے لیتا ہے
اور اِس کے تحت پریمیم بونس کے برعکس پارچہ وار شرح اُجرت مزدور کی رفتار کار بڑھنے
کے ساتھ واقعتاً بڑھتی ہے۔ مثلاً اگر ایک مزدور ایک گھنٹے میں چھ درجن چیز تیار کرتا
ہے تو پارچہ وار شرح ایک شلنگ فی گروس ہوگی۔ لیکن اگر ایک گھنٹے میں سات درجن
چیزیں بنیں تو شرح ایک شلنگ ایک پنس ہوگی۔ اِس کے موجد کے دعوے کے مطابق
اِس اسکیم میں فائدہ یہ ہے کہ کسی دوسرے طریقے کے مقابلے میں اِس کے تحت سُست
مزدور کی حالت بدتر ہو جاتی ہے اور تیز مزدور کی حالت بہتر۔ چنانچہ سُست مزدور
کارخانے سے بھاگ جاتے ہیں اور تیز مزدور اُن کی جگہ لے لیتے ہیں اِس طرح ایک
کارخانہ دار بازار محنت کے بہترین مزدوروں کو چھانٹ سکتا ہے۔ اُس کو یہ فائدہ
ہوگا کہ چونکہ یہ مزدور تیز کام کرتے ہیں اِس لیے وہ اپنے کارخانے میں مزدوروں کی
تعداد کم کر سکے گا اگرچہ اُسے اِن مزدوروں کو اُجرت عام شرح سے کچھ زیادہ دینی پڑیگی۔
لیکن یہ ایک ایسا فائدہ ہے جو کسی ایک آجر یا کسی ایک صنعت کو تو حاصل ہو سکتا
ہے لیکن سب آجروں کو بیک وقت نہیں حاصل ہو سکتا کیونکہ بہترین مزدور سب کو
نہیں مِل سکتے۔ اگر اِس طریقے کو عام طور سے اختیار کر لیا جائے تو پارچہ وار ادائیگی کے
دوسرے طریقوں کے مقابلے میں اِس میں شرحوں پر نظر ثانی کر کے نیچے لانے کی ضرورت
زیادہ محسوس ہوگی۔

۷۔ بیڈو سسٹم (Bedaux System)

پارچہ وار شرح اور بونس کے طریقوں کے ساتھ بڑی دشواری یہ پیش آتی ہے کہ
فیکٹری کے مختلف کاموں کی شرحوں میں مطابقت پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ جب
مزدور مختلف قسم کی مشینوں پر کام کرتے ہیں یا مختلف قسم کی اشیا بناتے ہوتے ہیں
تو اُن صورتوں میں پیداوار میں یکساں اضافہ آسانی سے نہیں حاصل ہوتا۔ کہیں مزدور کو

۔کم محنت پڑتی ہے تو کہیں زیادہ۔ مثلاً کوئلے کی کھدائی کو لیجئے۔ کوئلہ کھودنے والے کو کتنی محنت کرنی پڑے گی اس کا انحصار اس پر ہے کہ وہ کان میں کس جگہ کوئلہ کھود رہا ہے، آیا جس پرت کو وہ کاٹ رہا ہے وہ نرم ہے یا سخت۔ موجودہ زمانے میں اس کا انحصار اس پر ہے کہ آیا کھدائی ہاتھ سے کی جا رہی ہے یا مشین سے۔ روئی کی صنعت میں سوت کی کتائی کی مقدار کتائی مشین کی قسم اور دھاگے کی قسم پر منحصر ہوگی کیونکہ دھاگے کی قسم کے مطابق اُس کو بل دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور کتنے بل دینے ہوتے ہیں اسی سے یہ متعین ہوتا ہے کہ کس رفتار سے دھاگا کتائی مشین کو پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روئی کی صنعت کے لیے پارچہ وار شرح کا بہت مفصّل اور پیچیدہ نظام بنایا گیا ہے۔

بیڈو سسٹم بونس کے دوسرے طریقوں پر اس فوقیت کا دعوا کرتا ہے کہ اس کے تحت بونس کی شرح اور مختلف کاموں کے درمیان معیاری پیداوار کی تشخیص کی جا سکتی ہے اور اس طرح اُس بے اطمینانی کا انسداد کیا جا سکتا ہے جو مختلف کام کرنے والے مزدوروں کی کمائی کے فرق سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ طریقہ پہلی بار چارلس بیڈو نے ۱۹۱۱ء میں نیویارک میں شروع کیا تھا اور یہ امریکہ کے آجروں میں بہت مقبول ہوا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں لندن میں بیڈو کے نام سے ایک فرم قائم کی گئی جو نیویارک کی بیڈو فرم کی ایک ضمنی شاخ تھی۔ اس کا مقصد اس ملک میں فنّی عملہ اور فنّی مشورے فراہم کرنا تھا۔ اگلے دس برسوں میں یہ نظام اٹیلانٹک کے اُس پار بہت سے کارخانوں میں رائج کیا گیا اور مزدوروں کی بہت سی ہڑتالوں کا موجب بنا۔ ۱۹۳۲ء میں ٹریڈ یونین کانگریس نے اس نظام کے عمل سے متعلق ایک تحقیق کرائی جس سے یہ ظاہر ہوا کہ جن یونینوں کو اس کا تجربہ ہوا تھا تقریباً وہ سب اس کی مخالف تھیں۔

اس طریقۂ کار میں سب سے پہلے کام کے مرحلوں یا حصّوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے

کے خلاف ہوتی ہے جو اس کی آڑ میں اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ جہاں ٹریڈ یونینیں اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ تخفیف شرح یا سرعت کاری جیسے ہتھکنڈوں کے خلاف تحفظ حاصل کر سکتی ہیں وہاں مزاحمت اکثر ختم ہو جاتی ہے اور یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے کہ رُوس کی اشتراکی صنعت میں پارچہ وار اُجرت کے طریقے وسیع پیمانے پر استعمال ہوتے ہیں۔

پارچہ وار معاوضہ آجر کے لیے وہاں زیادہ مفید ہوگا جہاں کام کی شرح کا انحصار بنیادی طور سے کام کرنے والے پر ہوتا ہے، یعنی وہ کتنی تیزی سے کام کرنا پسند کرتا ہے۔ مثلاً پتھر پر کام کرنے والے ٹرنر یا کوئلہ کھودنے والے۔ لیکن جہاں کام کی شرح مشین کی رفتار سے متعین ہوتی ہے اور مزدور کو تقریباً یکساں قسم کے عمل میں مشین کی رفتار کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے، وہاں آجر چاہے وقت کے حساب سے معاوضہ دے یا کام کے حساب سے دونوں میں ان کے لیے کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ مثلاً فورڈ کے کارخانے میں فٹر کا کام صرف اتنا ہے کہ آگے بڑھتی ہوئی گاڑی جب اُسکے سامنے سے گزرے تو وہ اُس میں کچھ اسکرُو اور بولٹ لگا دے۔ چنانچہ مسٹر فورڈ اپنے تمام کارکنوں کو وقت کے مطابق اُجرت دینا پسند کرتے ہیں اور اُس کو پارچہ وار اُجرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آجر نہیں بلکہ مزدور پارچہ وار اُجرت کو ترجیح دیتا ہے تاکہ سرعت کاری کی صورت میں اُس کو جو فاضل محنت کرنی پڑی اُس کی کچھ تلافی ہو سکے۔

بعض قسم کے کاموں میں مقدار سے زیادہ معیار کی اہمیت ہوتی ہے۔ اگر مزدور کی مالی منفعت مقدار میں ہے تو وہ کام کی رفتار تیز کر دیگا جس کی وجہ سے کام خراب اور کم معیار ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ آجر خراب مال کو رَد کر سکتا ہے اور اُس کو شمار کرنے سے اِنکار کر سکتا ہے۔ لیکن ایسا صرف بدترین صورت میں کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایسے اقدام سے اختلافات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور اِس طرح کام کا اوسط معیار کچھ خاص نہیں بڑھایا جا سکتا۔ اس کا مشورہ کوئی نہ دیگا کہ مالی، باورچی اور ہل چلانے والے

اُجرتوں کی ادائیگی

اُجرتیں

جائے کہ مالی نے کتنے پودے لگائے ہیں، باورچی نے
کو اِس حساب سے اُجرت دی
کتنے کھانے تیار کیے ہیں اور ہل چلانے والے نے کتنے شیار بنائے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ
کم پیداآوری اور اونچی لاگت کے ہر مسئلے کو پارچہ وار ادائیگی کا طریقہ اختیار کرکے حل کیا
جا سکتا ہے۔ اِس موضوع پر ایک مصنّف نے لکھا ہے "روز بروز یہ تسلیم کیا جا رہا
ہے کہ پیداوار پر بہت سے عناصر اثر انداز ہوتے ہیں اور مزدور کی محنت اِن عناصر میں سے
صرف ایک عنصر ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ اہم ترین عنصر ہو"[1]۔ کم پیداآوری کی بہت
سی وجہیں ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ انتظام خراب ہے، اوزار، آلات اور خام مال کی
رسد ناکافی یا بے ربط ہے یا کام کے مختلف حصّوں میں ربط نہیں ہے جس کی وجہ سے
تاخیر ہوتی ہے اور کام پھنستا ہے، یا مشینیں نامناسب اور مرمّت طلب ہیں، یا
دفتر میں کام کرنے والے اور نقشے تیار کرنے والے نامستعد ہیں۔ ایسی کسی خرابی کو پارچہ وار
اُجرت کے طریقے اختیار کرکے دور نہیں کیا جا سکتا۔

پارچہ وار اُجرت وہاں سب سے قابلِ عمل اور آسان ہوگی جہاں کام معیار یافتہ ہے
اور اُس کے ترتیب وار ایسے حصّے کیے جا سکتے ہیں جنکی پیمائش ہو سکتی ہو اور جو ہفتہ بہ ہفتہ
ایک ہی سے رہتے ہیں۔ لیکن جہاں کام قابلِ پیمائش حصّوں میں آسانی سے تقسیم نہیں
کیا جا سکتا یا جہاں کام کی ماہیت مسلسل بدلتی رہتی ہے، مثلاً فاؤنڈری میں جہاں
مختلف قسم کے کام ہوتے ہیں جو ہر روز یا ہر ہفتے بدلتے رہتے ہیں، وہاں اِس نظام
پر عمل کرنا بہت دشوار اور پیچیدہ ہوگا۔ ایسے ہی کاموں میں ٹریڈ یونینیں اِن طریقوں
کی مخالفت کرتی ہیں۔ ٹریڈ یونین کا مقصد اجتماعی حیثیت سے یا بحیثیت گروہ کے آجر
سے سودا کرنا اور اپنے ممبروں کی آمدنی کو بہتر کرنا ہے۔ اگر کام معیار یافتہ اور باقاعدہ ہے

---

1. Powel, Payment—by Results p. 51

۱۔ پاول۔ پے منٹ بائی ریزلٹس۔ صفحہ ۵۱۔

کے خلاف ہوتی ہے جو اس کی آڑ میں اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ جہاں ٹریڈ یونینیں اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ تخفیف شرح یا سرعت کاری جیسے ہتھکنڈوں کے خلاف تحفظ حاصل کر سکتی ہیں وہاں مزاحمت اکثر ختم ہو جاتی ہے اور یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے کہ رُوس کی اشتراکی صنعت میں پارچہ وار اُجرت کے طریقے وسیع پیمانے پر استعمال ہوتے ہیں۔

پارچہ وار معاوضہ آجر کے لیے وہاں زیادہ مفید ہوگا جہاں کام کی شرح کا انحصار بنیادی طور سے کام کرنے والے پر ہوتا ہے، یعنی وہ کتنی تیزی سے کام کرنا پسند کرتا ہے۔ مثلاً پتھر پر کام کرنے والے ٹرنر یا کوئلہ کھودنے والے۔ لیکن جہاں کام کی شرح مشین کی رفتار سے متعین ہوتی ہے اور مزدور کو تقریباً یکساں قسم کے عمل میں مشین کی رفتار کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے، وہاں آجر چاہے وقت کے حساب سے معاوضہ دے یا کام کے حساب سے دونوں میں ان کے لیے کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ مثلاً فورڈ کے کارخانے میں فِٹر کا کام صرف اتنا ہے کہ آگے بڑھتی ہوئی گاڑی جب اُسکے سامنے سے گزرے تو وہ اُس میں کچھ اِسکرُو اور بولٹ لگا دے۔ چنانچہ مسٹر فورڈ اپنے تمام کارکنوں کو وقت کے مطابق اُجرت دینا پسند کرتے ہیں اور اُس کو پارچہ وار اُجرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آجر نہیں بلکہ مزدور پارچہ وار اُجرت کو ترجیح دیتا ہے تا کہ سرعت کاری کی صورت میں اُس کو جو فاضل محنت کرنی پڑی اُس کی کچھ تلافی ہو سکے۔ بعض قسم کے کاموں میں مقدار سے زیادہ معیار کی اہمیت ہوتی ہے۔ اگر مزدور کی مالی منفعت مقدار میں ہے تو وہ کام کی رفتار تیز کر دیگا جس کی وجہ سے کام خراب اور کم معیار ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ آجر خراب مال کو رَد کر سکتا ہے اور اُس کو شمار کرنے سے اِنکار کر سکتا ہے۔ لیکن ایسا صرف بدترین صورت میں کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایسے اقدام سے اختلافات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور اِس طرح کام کا اوسط معیار کچھ خاص نہیں بڑھایا جا سکتا۔ اس کا مشورہ کوئی نہ دیگا کہ مالی، باورچی اور ہل چلانے والے

اُجرتیں

کو اِس حساب سے اُجرت دی جائے کہ مالی نے کتنے پودے لگائے ہیں، باورچی نے کتنے تکّے تیار کیے ہیں اور ہل چلانے والے نے کتنے شیار بنائے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ کم پیداآوری اور اونچی لاگت کے ہر مسئلے کو پارچہ وار ادائیگی کا طریقہ اختیار کر کے حل کیا جا سکتا ہے۔ اِس موضوع پر ایک مصنّف نے لکھا ہے "روز بروز یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ پیداوار پر بہت سے عناصر اثر انداز ہوتے ہیں اور مزدور کی محنت اِن عناصر میں سے صرف ایک عنصر ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ اہم ترین عنصر ہو"[1] کم پیداآوری کی بہت سی وجہیں ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ انتظام خراب ہے، اوزار، آلات اور خام مال کی رسد ناکافی یا بے ربط ہے یا کام کے مختلف حصّوں میں ربط نہیں ہے جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی ہے اور کام پھنستا ہے، یا مشینیں نامناسب اور مرمّت طلب ہیں، یا دفتر میں کام کرنے والے اور نقشے تیار کرنے والے نامستعد ہیں۔ ایسی کسی خرابی کو پارچہ وار اُجرت کے طریقے اختیار کر کے دور نہیں کیا جا سکتا۔

پارچہ وار اُجرت وہاں سب سے قابلِ عمل اور آسان ہوگی جہاں کام معیار یافتہ ہے اور اُس کے ترتیب وار ایسے حصّے کیے جا سکتے ہیں جن کی پیمائش ہو سکتی ہو اور جو ہفتہ بہ ہفتہ ایک ہی سے رہتے ہیں۔ لیکن جہاں کام قابلِ پیمائش حصّوں میں آسانی سے تقسیم نہیں کیا جا سکتا یا جہاں کام کی ماہیت مسلسل بدلتی رہتی ہے، مثلاً فاؤنڈری میں جہاں مختلف قسم کے کام ہوتے ہیں جو ہر روز یا ہر ہفتے بدلتے رہتے ہیں، وہاں اِس نظام پر عمل کرنا بہت دشوار اور پیچیدہ ہوگا۔ ایسے ہی کاموں میں ٹریڈ یونینیں اِن طریقوں کی مخالفت کرتی ہیں۔ ٹریڈ یونین کا مقصد اجتماعی حیثیت سے یا بحیثیت گروہ کے آجر سے سودا کرنا اور اپنے ممبروں کی آمدنی کو بہتر کرنا ہے۔ اگر کام معیار یافتہ اور باقاعدہ ہے

---

1. Powel, Payment—by Results p. 51

۱۔ پاول۔ پے منٹ بائی رزلٹس۔ صفحہ ۵۱۔

تو آجر اور ٹریڈ یونینیں براہِ راست سودا کر کے پارچہ وار اور وقت وار دونوں ہی شرحوں کو طے کر سکتے ہیں اور مختلف قسم کے کاموں کی شرحوں کی متفقہ فہرست تیار کر سکتے ہیں جسکو شرح نامہ کہتے ہیں اور جسے کارخانے میں آویزاں کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے شرح نامے سے بہت سی صنعتوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً کپڑے اور جوتے بنانے کی صنعتیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی صنعتوں میں کبھی شرح ناموں کی تشریح کے سلسلے میں مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اور اختلافات اُٹھ سکتے ہیں کہ ایک کام کس درجے سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی ثالث کی ضرورت پڑ سکتی ہے یا جیسا سوتی صنعت میں ہوتا ہے جہاں شرح نامے بہت پیچیدہ ہوتے ہیں، فیصلہ اُن ٹریڈ یونین افسروں پر چھوڑا جا سکتا ہے جو اِس کام کے لیے متعین کیے جاتے ہیں۔ لیکن جہاں کام مختلف النوع ہوتا ہے اور نئے نئے کام پیدا ہوتے رہتے ہیں وہاں معیار یافتہ شرح نامہ ناممکن ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں پارچہ وار شرحیں مزدور اور آجر کے درمیان انفرادی طور پر براہِ راست سوداکاری کے ذریعے مقرر کی جاتی ہیں۔

دوسرے پیشوں کے مقابلے میں انجینئرنگ پیشوں میں پارچہ دار معاوضے کی مخالفت زیادہ ہونے کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ان پیشوں میں یہ شرحیں اجتماعی طور پر طے شدہ شرح نامے کے بجائے روایتاً باہمی گفت و شنید کے ذریعے طے پاتی رہی ہیں۔ دورانِ جنگ میں بالخصوص یہ مشکل بہت بڑھ گئی کیونکہ نئے قسم کے کام برابر شروع کیے جا رہے تھے اور نامہارت یافتہ مزدوروں کو عام طور سے ترقی دیکر مہارت طلب کاموں پر متعین کیا جا رہا تھا (جس کو تلونی (Dilution) کہتے ہیں۔) ہر معاملے میں متعلقہ مزدوروں اور منتظمین کو شرح کے بارے میں نیا سودا کرنا پڑتا تھا۔ اِن شرحوں کے تعین میں اجتماعی سودے کا شائبہ شامل کرنے کی غرض سے ہی انجینئری شعبوں میں طریقہ رائج ہوا تھا کہ ہر شاپ کے مزدور ایک شاپ اسٹیورڈ چن لیں جو منتظمین کے

سامنے اُن کی نمائندگی کرے۔ اِس کے بعد مختلف اسٹیورڈ کی ایک ورکس کمیٹی بنا دی جائے۔

جہاں ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ٹریڈ یونین کے لیے اجتماعی سودے کے ذریعے پارچہ وار شرح مقرر کرنا ناممکن ہوتا ہے وہاں عام طور سے یہ قرار نامہ حاصل کر لیا جاتا ہے کہ پارچہ وار اُجرت پانے والے مزدوروں کی یافت کسی حالت میں ٹائم ریٹ سے کم نہ ہو گی۔ انجینئری پیشوں میں یہی ہوتا ہے۔ اکثر اِس مطالبے کی وکالت کیجاتی ہے کہ پارچہ کار مزدوروں کو ٹائم ریٹ سے زیادہ اُجرت کی ضمانت ہونی چاہیے، مثلاً پارچہ وار اُجرت کے علاوہ اُسکی تہائی یا چوتھائی مزید اُجرت، کیونکہ اِن مزدوروں کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ شدت سے کام کرنا پڑتا ہے اور یہ بڑی بے انصافی ہو گی اگر اُنھیں بھی اتنا ہی ملے جتنا دوسروں کو جبکہ واقعتاً اِنھیں کام زیادہ کرنا پڑتا ہے۔

۹۔ ضمنی ٹھیکے

اگر مزدور کمزور اور غیر منظم ہیں تو پارچہ وار معاوضے کا طریقہ مختلف قسم کے استحصال کے دروازے کھول سکتا ہے کیونکہ اور وجوہ سے قطع نظر، اگر طریقۂ ادائیگی زیادہ پیچیدہ ہے اور مزدور کو تیز کام کرنے کی ترغیب دیجاتی ہے تو اِسکا قوی اِمکان ہے کہ مزدور کی ناواقفیت اور کمزوری کا زیادہ ناجائز فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ ماضی میں اِس قسم کی بدعنوانیاں ایک مخصوص نظام سے منسوب تھیں جسے ضمنی ٹھیکے داری کہا جاتا تھا اور جس کا رواج اُس وقت بہت تھا۔ یہ نظام درحقیقت اُس گھریلو نظام کے باقیات میں سے تھا جو فیکٹریوں سے قبل رائج تھا۔ ضمنی ٹھیکیداری کے تحت یہ ہوتا تھا کہ سرمایہ دار ایک کام کسی چھوٹے آدمی یا گروہ کے سرغنہ یا ضمنی ٹھیکیدار کو مقررہ قیمت پر سپرد کر دیتے تھے جو اُجرتی مزدوروں کو رکھ کر یہ کام کرواتا تھا۔ ضمنی ٹھیکیدار جتنی قیمت پر ٹھیکہ لیتا تھا اُس سے کم میں کام کروا کر منافع کماتا تھا۔ چنانچہ وہ چاہتا تھا کہ اُجرت کم سے کم ادا کرے۔ اگر آجر اُس کا معاوضہ کم کر دیتا تو وہ جواباً مزدوروں کی اُجرت کم کر دیتا۔ کانوں میں ٹھیکے اکثر کسی جاننے والے کو معیّنہ قیمت

پر دیدیا جاتا تھا انھیں بٹی (Butty) کہتے تھے۔ سکارنیول کی ٹین کی کانوں میں معینہ کام کا ٹھیکہ گروہ کے سرغنہ کو دیا جاتا تھا۔ ٹھیکہ "ڈچ آکشن" کے طریقے کے مطابق دیا جاتا تھا جس میں بولی اُونچی قیمت سے شروع ہوتی ہے اور ٹھیکہ سب سے نیچی بولی والے کو ملتا ہے۔ انیسویں صدی کے وسط میں ریلوے تعمیر کے کام کا بہت بڑا حصّہ ضمنی ٹھیکے پر کروایا گیا۔ آج کے زمانے میں بھی اس کی کچھ مثالیں ملتی ہیں۔ مڈلینڈ کی کوئلے کی کانوں میں اب بھی توڑنے والے کی شکل میں بٹی ملتے ہیں۔ جب کوئلے کی پرت کھولی جاتی ہے تو انھیں ایک حجرہ (stall) سٹال دیدیا جاتا ہے اور جتنا کوئلہ وہ اُس حجرہ سے نکالتے ہیں اُس کا معاوضہ فی ٹن کے حساب سے انھیں دیدیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اِس کام کے لیے مددگار رکھتے ہیں جنھیں کام کے بجائے یومیہ کے حساب سے اُجرت دیتے ہیں۔ لیکن آجکل بٹی اور اُس کے مددگاروں کے معاوضے کی شرحیں ٹریڈ یونین کے معاہدوں کے تحت متعین ہوتی ہیں لیکن اچھے اِسٹال حاصل کرنے کے لیے رشوت چلتی ہے۔ بہت سے چھوٹے دستی پیشوں میں یہ طریقہ اب بھی ملتا ہے، مثلاً کپڑوں کی سلائی کا پیشہ جہاں کام ضمنی ٹھیکے کی بنیاد پر ہوتا ہے اور جہاں عام طور سے عرق ریزی اور خون چوسنے کی بدترین مثالیں ملتی ہیں۔ ماہر معاشیات میک کُولک نے ایک بار ضمنی ٹھیکے داری کی تعریف بہت شدومد کے ساتھ یوں کی تھی "درحقیقت یہ وسیع ترین، آسان ترین اور محفوظ ترین راستہ ہے جس پر چلکر محنتی، ہوشیار اور کفایت شعار افراد غربت سے نکل کر عزّت اور خوشحالی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ جو لوگ اِس طرح امتیاز حاصل کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ پرزور طریقے سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ خود اپنی خوشحالی کے معمار ہیں اور اُنھوں نے کسی مفاد، کسی عنایت اور کسی ناروا ذریعے کا سہارا نہیں لیا ہے" لیکن اب عام طور سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ نظام خراب ہے تاوقتیکہ متعدد

تحفظات کے ذریعے اس کی حصار بندی نہ کی جاتے۔ ٹریڈ یونین تحریک نے جیسے جیسے ترقی کی ہے اُس نے اِس نظام کی مخالفت کی ہے اور اِس کے ابتدائی حملے ٹائم ریٹ پر ہوتے ہیں جنکی آڑ میں متعدد بدعنوانیاں کی جاتی ہیں۔

۱۔ ناپ تول اگر ایک پارچہ کار مزدور کو قانونی تحفظ یا ٹریڈ یونین کی اعانت نہیں حاصل ہے تو وہ دو طریقوں سے آجر، ٹھیکے دار یا فورمین کا شکار ہو سکتا ہے جو اُس کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی تاک میں رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مزدور نے شرحِ اُجرت کے بارے میں زبانی طے کیا ہو اور اُجرت ملتے وقت اُس کو معلوم ہو کہ معاوضہ اُس سے کم مل رہا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جتنا کام اُس نے کیا ہے اُس کو شمار کرتے وقت یا تولتے وقت کم دکھلایا جائے۔ آجر سے صرف وہ زبانی کہہ سکتا ہے لیکن آجر اگر اپنی بات پر اڑا رہے تو مزدور کے پاس اُس کے دعوے کا کوئی ثبوت نہیں، چنانچہ اُس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اگر مزدور کام چھوڑ دیتا ہے تو آجر بہ آسانی اُس کی جگہ پُر کر سکتا ہے اور بالفرض جگہ فوراً نہیں پُر ہو سکتی تو بھی آجر کو صرف تھوڑے سے منافع کا نقصان ہو سکتا ہے جبکہ مزدور کو یہ ڈر رہتا ہے کہ معلوم نہیں اُس کو دوسری جگہ کام ملیگا یا نہیں اور ملیگا بھی تو پہلے سے بہتر ہوگا یا بدتر۔ اکثر کام کے "صحیح معیار" یا "ناقص کام" کی تشریح جیسے باریک مسئلے اُٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔

اِن تمام بدعنوانیوں سے نپٹنے کے لیے پارلیمنٹ نے بہت سے قوانین بنائے ہیں۔ سنہ ۱۸۲۴ء میں، یعنی اب سے اتنے برس پہلے، ایک قانون بنا تھا جس کے تحت مزدور کو ہر کام کے ساتھ ٹکٹ ملتا تھا جس میں یہ لکھا ہونا چاہیے تھا کہ کام کس قسم کا ہونا ہے اور پارچہ وار معاوضے کی شرح کیا ہوگی۔ کسی تنازع کی صورت میں اِس ٹکٹ کی حیثیت قانونی ثبوت کی تھی۔ سنہ ۱۸۴۵ء میں ہوزری اور سلک بافی کی صنعتوں

میں، جہاں بدعنوانیوں کی بہت شکایتیں تھیں، اِس ٹکٹ کا استعمال لازمی قرار دیا گیا۔ ۱۸۹۱ء کے فیکٹری اور ورک شاپ ایکٹ کے تحت کپڑے کی تمام صنعتوں میں کام کی لکھی ہوئی تفصیل دینا لازمی کر دیا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں ہوم سکریٹری کو اختیار دیا گیا کہ وہ مخصوص حکم کے ذریعے یہ شرط دوسری صنعتوں پر عائد کر سکتا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں یہ عام طور سے لازمی قرار دیا گیا کہ پارچہ واری کام کرانے والے آجر یا تو کسی نمایاں جگہ پر شرح نامہ آویزاں کریں یا ٹکٹ دیں جس میں کام کی پوری تفصیل درج ہو۔ جہاں تک کام کی ناپ تول کا سوال ہے، ۱۸۷۲ء میں کانکنوں کو یہ حق مل گیا تھا کہ وہ وزن کی جانچ کرنے والوں کو مقرر کر سکتے تھے جنھیں متعلقہ مزدور منتخب کرتے اور معاوضہ دیتے۔ یہ جانچ کرنے والے کان کے سرے پر کوئلہ تلتے وقت اُن کی نمائندگی کرتے۔ لیکن یہ برائے نام حق صرف ابتدا تھی۔ کان کے منیجر اگر چاہتے تو ملازمت کار جانچ کرنے والوں کو دھوکہ دینے کے بہت سے طریقے اختیار کر سکتے تھے بلکہ اِن کے انتخاب میں دباؤ ڈال سکتے تھے۔ چنانچہ بعد کے قانون کے تحت یہ قرار پایا کہ جانچ کے حقوق صرف علامتی نہیں بلکہ واقعی ہوں گے۔ چنانچہ جانچ کرنے والوں کو جو کام تفویض تھا اُس کی انجام دہی کے لیے اُنھیں ہر آسانی فراہم ہوتی تھی لیکن ساتھ ہی اِس کو جرم قرار دیا گیا کہ وہ تول میں دخل اندازی کر کے کان کے کام میں رخنہ اندازی کریں۔ ۱۸۹۴ء کے ایک قانون کے تحت وزن جانچنے والے کے انتخاب میں رشوت، دھمکی، یا برطرفی کے ذریعے بیجا دباؤ ڈالنا یا انتخاب کی سہولتیں فراہم کرنے سے انکار کرنا آجر کے لیے جرم قرار دیا گیا۔ بالآخر ۱۹۱۹ء کے ایک ایکٹ کے تحت یہ پابندیاں دوسری صنعتوں پر بھی نافذ کر دی گئیں۔ مثلاً لوہے اور فولاد کی گلائی اور ڈھلائی کی صنعتیں، جہازوں پر لدائی، کھریا اور چونے کی کھدائی اور سیمنٹ اور چونے کی چنائی۔ ہوم سکریٹری کو یہ مزید اختیار دیا گیا کہ وہ کسی بھی دوسری

صنعت پر اِس قانون کا نفاذ کر سکتا تھا۔ نئے ایکٹ میں ایک اہم شق یہ تھی کہ آجر کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ جانچ کرنے والے کو مناسب نوٹس دے کہ کب اور کہاں پر مال کی تُلائی ہوتی ہے۔

۱۱۔ وضعات اور منہائی

غیر منظم مزدوروں کی کمزوری کا ناجائز فائدہ ایک اور طریقے سے بھی اُٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ وہ مختلف وضعات ہیں جو اُس کی اُجرت میں سے کیجاتی ہیں۔ اِن وضعات کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں مثلاً کام خراب کرنے یا دیر سے کرنے کا جرمانہ، بے ضابطگی یا حکم عدولی کرنے کا جرمانہ یا خام مال اور اوزار کی فراہمی کی مجرائی۔ اگر آجر کی کوئی دوکان یا کینٹین ہوتی ہے، یا وہ کوئی امدادی کلب چلاتا ہے، یا اپنے کارکنوں کے لیے مکان کرائے پر لیتا ہے تو وہ کلب کی فیس، مکان کے کرائے اور دوکان سے خرید کیے گئے مال کی قیمت اُجرت میں سے وضع کر لیتا ہے اور مزدور کو صرف بقیہ رقم نقد ادا کرتا ہے۔ شروع زمانے کے صنعتی شہروں میں یہ طریقہ عام تھا۔ اِس کو "ٹرک" کہتے تھے اور یہ بہت سی بدعنوانیوں کا موجب تھا۔ کبھی کبھی آجر اپنے مزدوروں کو ساری اُجرت نقد کے بجائے جنس کی صورت میں ادا کرتا تھا اور اگر اِن اشیا کی قسم خراب ہوتی یا وہ اشیا مزدور کے لیے بیکار ہوتیں، یا ان کی قیمت اُس کی اُجرت سے کم ہوتی تو مزدور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کہیں کہیں آجر یہ کرتے تھے کہ اُجرتوں کا ایک حصہ نقد اور ایک حصہ واؤچر کی صورت میں دیتے تھے جن سے پاس کی دوکان سے چیزیں خریدی جا سکتی تھیں۔ یہ دوکانیں "ٹامی شاپ" کہلاتی تھیں اور یہ کسی ایک آجر یا کئی آجروں کی مشترک ملکیت ہوتی تھیں۔ اگر اِس دوکان پر چیزیں مہنگی یا خراب ہوتیں تو مزدور کسی دوسری دوکان پر نہیں جا سکتا تھا تاوقتیکہ وہ ملازمت نہ ترک کر دے۔ اٹھارھویں صدی کے وسط سے ایسے قوانین نافذ تھے جنکے تحت اُجرتیں صرف زرِ قانونی میں ادا ہونی چاہئے تھیں۔ لیکن یہ قوانین بے عمل رہے۔ سنہ ۱۸۳۱ء کا ٹرک

اُجرتوں کی ادائیگی

ایکٹ" اِس بدعنوانی کے تدارک کی ایک سنجیدہ کوشش تھی۔ اِس کے تحت کوئی بھی ایسا معاہدہ ممنوع تھا جس کے تحت مزدور کو اپنی اُجرت نقد کے علاوہ کسی شکل میں قبول کرنی پڑے یا وہ اپنی اُجرت کا کوئی حصّہ کسی مخصوص صورت سے صَرف کرنے پر مجبور ہو۔ اُجرت سے جرمانوں کی منہائی بھی ممنوع قرار دی گئی۔ بعد میں ۱۸۸۷ء کے ایکٹ کے تحت واؤچر کی صورت میں اُجرت کی ادائیگی اور روپیہ کسی مخصوص طریقے سے صَرف نہ کرنے کے التزام میں اُس کی برطرفی بھی ممنوع کر دی گئی۔ اُجرت سے جرمانے اور اوزار کی وضعات کا مسئلہ ۱۸۹۶ء کے ٹرک ایکٹ نے طے کر دیا۔ یہ ایکٹ ۱۸۳۱ء کے ایکٹ سے اِن معنوں میں ممتاز تھا کہ اِس کے تحت بعض قسم کی وضعات کی اجازت تھی بشرطیکہ پہلے سے اِن کا اعلان کر دیا جاتے اور یہ اعلان کسی نمایاں جگہ پر آویزاں کر دیا جائے۔ غرض یہ کہ صورت یہ ہے کہ نقد کے علاوہ کسی صورت میں اُجرت کی ادائیگی اور اُجرت کے صَرف پر کسی قسم کی پابندی غیر قانونی ہے۔ ۱۹۰۲ء کے شاپ ایکٹ کے تحت کوئی ایسی شرط رکھنا بھی غیر قانونی ہے کہ کارکن کسی مخصوص شاپ کلب یا سوسائٹی یا آجر کے کسی نجی کلب میں شریک ہو۔ دوسری طرف انضباطی جرمانے، کرائے، اوزار اور فراہم کردہ خام مال کی مد میں منہائی کی اجازت دیدی گئی۔ چنانچہ بہت سے معاملات میں اب بھی اِس کی گنجائش ہے کہ آجر بلاواسطہ طریقوں سے اُجرتوں کا ایک حصّہ ہڑپ کر سکتا ہے۔ اِسی لیے اِس قسم کی وضعات کی ماہیت اور وسعت اب بھی اختلافات اور نزاع کا موضوع رہتی ہے۔

۱۲۔ مُنافع میں شرکت

بعض آجر پارچہ وار معاوضے کی جگہ یا اُس کے ساتھ ایک اور طریقہ بھی پسند کرتے ہیں جسے منافع میں شرکت کہا جاتا ہے اور جس کا مقصد کارکنوں میں اجتماعی جذبہ پیدا کرنا ہوتا ہے جو پیداوار بڑھانے میں مُمِد ہو۔ اِس طرح فرم کی کامیابی کارکنوں کے مالی مفاد سے منسلک ہو جاتی

ہے۔ کبھی کبھی یہ طریقہ کو پارٹنرشپ یا شراکتی اسکیم سے جُڑا ہوتا ہے جس کے تحت کارکنوں کو کاروبار کے حصص خریدنے کی سہولت دیجاتی ہے اور اُنھیں بورڈ میں کچھ نمائندگی بھی دیدیجاتی ہے۔ اکثر اِس اسکیم سے اِس فائدے کی بھی توقع کیجاتی ہے کہ اِس طرح مزدوروں کو ٹریڈ یونین سے الگ کیا جاسکتا ہے اور منتظمین کو اجتماعی سوداکاری کی جِھک جِھک اور ہڑتالوں کے امکانات سے نجات مِل سکتی ہے۔ اِس کی ایک مثال وہ اسکیم تھی جو ہنری برِگز سن اینڈ کمپنی نے ۱۸۶۵ء میں شروع کی جِسکے مطابق حصص حاصل کرنے کی مخصوص مراعات کے علاوہ ڈائرکٹروں کے بورڈ میں ایک جگہ کارکنوں کی نمائندگی کے لیے مخصوص کردی گئی۔ لیکن ایک شرط رکھی گئی کہ منافع بونس حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ کارکن ٹریڈ یونین کی رُکنیت ترک کردے۔ بعد میں جب اُجرت میں تخفیف کے خلاف ہڑتال ہوئی تو یہ بونس ختم کردیا گیا۔ اِس اسکیم میں کارکنوں کو بونس کا قانونی حق نہیں تھا بلکہ اس کا انحصار آجر کی مرضی اور خوشی پر تھا۔ ۱۸۶۶ء میں ایسی ہی ایک اسکیم فاکس اینڈ کمپنی نے مڈلز برُو میں شروع کی۔ اِس سے ۱۵ برس پہلے فرانس میں جنرل انشورنس کمپنی نے مُنافع میں شرکت کی ایک دلچسپ اسکیم شروع کی جس کے تحت منافع جمع رہتا تھا اور جس کا اعلانیہ مقصد یہ تھا کہ دوسری فرم اُس کے بہترین کارکنوں کو زیادہ تنخواہ دیکر اپنی طرف نہ کھینچ لیں۔ یہ منافع فوراً نہیں ادا ہوتا تھا بلکہ پراوِڈنٹ فنڈ میں جمع ہوجاتا تھا اور بعد میں جمع بونس کی شکل میں ہر اُس کارکن کو مِل جاتا تھا جس کی ملازمت کی مدّت ۲۵ سال ہوجاتی تھی یا جس کی عمر ۶۵ سال سے اُوپر ہوجاتی تھی۔ انگلینڈ میں زمانۂ حال کی ایک مثال ساؤتھ میٹروپولیٹن گیس کمپنی کی مشہور اسکیم ہے جو ۱۸۸۹ء میں شروع کی گئی۔ اس کا مقصد ہڑتال ختم کرنے کی ترغیب دینا تھا۔ چنانچہ ابتداً اِسکی یہ شرط تھی کہ اسکیم میں شریک ہونے والے کارکن ٹریڈ یونین کے

رکن نہ ہوں۔ آگے چل کر یہ شرط ختم کر دی گئی۔

اس ملک میں اِس قسم کی اسکیموں کو زیادہ فروغ نہیں حاصل ہوا اگرچہ جنگ کے بعد سے ان میں کچھ اضافہ ضرور ہوا۔ ۱۹۳۶ء میں اِس قسم کی ۴۱۲ اسکیمیں تھیں جنکے تحت ۴۶۰۰۰۰ کارکن آتے تھے۔ مُنافع بونس اوسطاً کارکن کی اُجرت کا ۵ یا ۶ فیصدی ہوتا ہے اور شاذ ہی منافع کے ۱۰ فیصدی سے زیادہ ہوتا ہے۔ کل ملاکر تقریباً ۴۰۰ ایسی اسکیمیں شروع کی گئیں جو آگے چل کر ختم ہو گئیں۔ اِس کا ایک فائدہ اکثر یہ بتلایا جاتا ہے کہ اِس سے کارکنوں کو منافعے کے بارے میں پتہ چلتا رہتا ہے۔ لیکن قطع نظر اِس کے، منافعے میں شرکت کی اسکیم بونس اسکیم کی ایک شکل سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ یہ ایک طرح کا اجتماعی بونس ہے جو کسی ایک کارکن کے نتیجۂ کار پر نہیں بلکہ پورے کاروبار کے مالی نتائج پر مبنی ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں اِس کا اِمکان کم ہے کہ دوسرے بونس کے طریقوں کے مقابلے میں یہ مطلوبہ نتائج بہتر حاصل کر سکے کیونکہ کارکن کی اپنی کوشش سے اِس کا براہ راست تعلق کم ہے۔ چنانچہ یہ کارکن سے زیادہ محنت لینے کی ایک کمزور ترغیب ہے جس کا تعلق بہت سی اُن باتوں پر ہے جو کارکن کے اختیار سے باہر ہیں، مثلاً کارکن کی مالی حالت، بازار کی حالت اور انتظامی عملے کی کارکردگی۔ اگر اس میں کچھ کامیابی ہو تو اِس کے اسباب وہی ہوں گے جو بونس کی دوسری اسکیموں کی کامیابی کے ہوں گے، یعنی شدّتِ کار اور مزدور کی پیداآوری بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ادا کیے جانے والے بونس کے مقابلے میں مجموعی خام پیداوار میں نسبتاً زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن ٹریڈ یونین کو عموماً یہ شُبہ رہتا ہے کہ اِن اسکیموں کا ایک مقصد اور بھی رہا ہے اور وہ یہ کہ مزدوروں کو ایک خاص فرم سے باندھے رکھا جائے اور اِس طرح ٹریڈ یونین کو کمزور کرکے آجر کو سودا کاری کی پابندیوں سے آزاد کیا جائے۔ ٹریڈ یونینیں سمجھتی ہیں کہ منافع میں شرکت کی تمام اسکیموں کا پنہاں یا عیاں مقصد یہی ہے۔ اسی لئے وہ روایتی طور پر اِس

قسم کی تجویزوں کے خلاف رہی تھیں۔

معاوضے کا کوئی

۱۳- ماحصل اور آمدنی سے معاوضہ کی ادائیگی بھی طریقہ ہو سکے

واقعی نتائج جتنے اُس طریقے پر منحصر ہیں، اتنے ہی اِس پر بھی کہ وہ طریقہ کن حالات میں
اختیار کیا گیا اِس لیے ہمیں یہ دیکھنے کیلیئے کہ آجروں اور کارکنوں کے مفاد پر اِس کا کیا
اثر پڑیگا، اپنی توجہ طریقوں سے زیادہ اُن حالات کی طرف مبذول کرنی چاہیے جنہیں وہ
طریقے اختیار کیے گئے۔ اِس کے علاوہ کسی طریقے کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اچھا ہے
یا بُرا بہت مشکل ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ طریقہ کن حالات میں اختیار کیا گیا۔
بیشک ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ مختلف طریقوں کی درجہ بندی اِس نظریے سے
کی جائے کہ وہ اُجرت کی تبدیلیوں اور کوشش کی تبدیلیوں میں رشتہ کس طرح قائم
کرتے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت تک کافی نہیں ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ بنیادی
شرح کیا ہے جس کے مطابق لوگوں کو اُجرت ملتی ہے، مثلاً اگر یہ دیکھنا ہے کہ آیا ایک
پارچہ واری شرح مزدور کے لیے فائدہ بخش ہے، تو صرف یہ جاننا کافی نہیں کہ اس کے
تحت مزدور کی ۱۰ فیصدی زائد محنت کے عوض اُس کی اُجرت ۱۰ فیصدی بڑھ گئی ہے
کیونکہ اگر پہلے اُس کی اُجرت اُسکی محنت کے مقابلے میں کم تھی تو ممکن ہے کہ اب بھی
اُس کو صرف چند پیسے زائد مِل رہے ہوں جبکہ اب اس کو پہلے سے اور بھی زیادہ محنت کرنی
پڑ رہی ہو اور پیداوار کی مقدار کافی بڑھ گئی ہو۔ ممکن ہے ایک پارچہ کار مزدور کو جو ایک
یومیہ محنتانہ پانے والے مزدور سے ایک تہائی یا ایک چوتھائی تیز کام کر رہا ہو تھوڑی
سی ہی زیادہ اُجرت مل رہی ہو۔ بونس سسٹم میں ہر چیز کا انحصار مُعینہ "معیاری وقت"
پر ہے۔ اگر "معیاری وقت" تیز ترین آدمی کی رفتار سے متعین ہوا ہے تو چند ہی اس
کام کو معینہ وقت سے کم میں کر پائیں گے۔ چنانچہ صرف چند آدمی بونس کے حقدار

ہوں گے۔ اِس کے باوجود کہ اُجرت معیار سے زائد کام کے مطابق بڑھ گئی ہو، اگر معیار اوسط درجے کا رکھا گیا ہے تو ممکن ہے کہ زائد محنت کے دیکھتے زائد اُجرت کا تناسب ایک اوسط درجے کے مزدور کی عام پیداوار کے مقابلے میں کم ہو۔ یہی صورت منافع میں شرکت کے ساتھ ہے۔ وہاں بھی مزدور کی بنیادی اُجرت اس کو ملنے والے منافع بونس سے زیادہ اہم ہے۔ اگر ایک آجر ہر مزدور کو ۱ پونڈ بونس دیتا ہے لیکن ساتھ ہی اُسکی اُجرت ۴ شلنگ فی ہفتہ کم کر دیتا ہے تو اُجرتوں کا مجموعی بل پہلے سے زیادہ نہ ہوگا اور اس طرح گویا اُس کو اِس اسکیم پر کچھ نہ خرچ کرنا پڑیگا۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ کمائی کی فوری اُمید کے مقابلے میں ٹریڈ یونینوں کو اِس کی زیادہ فکر ہوتی ہے کہ نئے طریقے کا سوداکاری پر کیا اثر پڑیگا۔ اسی لیے مزدور اُس وقت نتیجہ وار اُجرت کے زیادہ مخالف ہوتے ہیں جب اُن کی تنظیم کمزور ہوتی ہے بمقابلہ اس وقت کے جب وہ اپنے کو طاقتور محسوس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس اسکیم کی تعمیل پر انھیں اختیار حاصل ہوگا۔

غلط فہمی سے بچنے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پارچہ وار شرح کے شاید چند ہی ایسے طریقے ہوں گے جو وقت کی فی اکائی کمائی کے کسی معیار سے عملاً منسلک نہیں ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ پارچہ واری شرح عموماً وقت وار کمائی کے ایک قسم کے ڈھانچے کے اندر ہی عمل پیرا رہتی ہے اور بیشتر پیچیدگیاں جو اِن اسکیموں کی تعمیل میں سامنے آتی ہیں اُن کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر حالت میں اور ہر جگہ پیداوار کی مقدار یکساں شرح اور کمائی کی فی مدت یکساں شرح برقرار رکھنے کے لیے مختلف قسم کی مصالحتوں کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً جوتے کی صنعت کے قومی اُجرتی معاہدے میں معینہ کاموں کے معاوضوں کا ذکر نہیں ہے۔ اِس میں مختلف قسم کے کارکنوں کی ہفتہ وار کمائی کی شرح دی ہوئی ہے اور یہ ہدایت دی ہوئی ہے کہ ہر علاقے میں پارچہ وار شرح اِس طرح مقرر کی جائے کہ ایک اوسط درجے کے کارکن کی کمائی کی استعداد کمائی کی

اُجرتیں

مقررہ شرح سے ۷۵ فیصدی اوپر رہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ پارچہ وار شرحوں میں ایسا ردوبدل کیا جاتا رہے کہ ایک اوسط درجے کے کاریگر کی کمائی یکساں رہے۔ کچھ ایسے کام اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں غیر معمولی مہارت یا تربیتی مدت درکار ہوتی ہے یا وہ کام ایسے علاقوں میں ہوتے ہیں جہاں مال گھٹیا قسم کا بنتا ہے۔ لیکن یکساں کمائی کی پالیسی کی مقامی تشریحوں میں کافی تفاوت ہے۔ بعض مراکز، مثلاً نارتھ ایمپٹن میں ایک کام کی پارچہ وار شرح ہر فرم کے لیے الگ الگ متعین ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جن فرموں کا انتظام بہتر ہے اور جو اچھے آلات سے لیس ہیں اُن کی فی جوتہ اُجرتی لاگت نا مُستعد فرموں کے مقابلے میں کم ہے کیونکہ اولالذکر کی پارچہ وار شرح اِس رعایت سے نیچے رکھی جائیگی کہ اِن کی بہتر تنظیم اور مشینوں کی وجہ سے ان کے کاریگر فی یوم زیادہ عدد تیار کرلیں گے۔ بہرحال دوسرے مراکز میں (مثلاً نارفک اور لیسٹر) شرح نامے تقریباً تمام فرموں کے لیے یکساں ہیں۔ چنانچہ مختلف مراکز کی اُجرتی لاگت بھی یکساں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مستعد فرموں کے کارکنوں کی کمائی کم مستعد فرموں کے کارکنوں کی کمائی سے زیادہ ہے۔ مختلف رفتار کی مشینوں سے جو پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان کا جو اثر پیداوار کی شرح اور کمائیوں پر پڑتا ہے انھیں دُور کرنے کے لیے کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ قومی سطح پر یکساں مشینی شرحیں متعین کیجائیں۔ یعنی ایک قسم کی مشینوں پر پارچہ وار شرح تمام صنعتی علاقوں میں یکساں ہو۔ کپڑے کی صنعت میں پارچہ وار شرح کے نظام میں بیشتر پیچیدگیاں اِس لئے پیدا ہوتی ہیں کیونکہ مختلف مشینی رفتار اور پارچہ وار شرحوں میں مطابقت کی کوشش اس طرح کی جاتی ہے کہ مساوی کمائی کے نظام سے بہت دور بھی نہ ہوا جائے اور اُن فرموں کو لاگت کا کچھ فائدہ بھی حاصل ہو جنہوں نے بہتر مشینیں لگائی ہیں۔ سُوت کی کتائی میں ایک مدت میں کتنا دھاگا تیار ہوگا اِس کا انحصار دھاگے کی قسم (یعنی اس میں کتنے بل ہونگے) اور مشین کے نئے پن یا پرانے پن پر ہے۔ ایک رائج طریقے (بولٹن لیسٹ طریقہ) میں دھاگے کی قسم کی

اُجرتوں کی ادائیگی

بنا پر کتائی کی مقدار میں کمی بیشی کی تو گنجائش رکھی گئی ہے لیکن نئی اور پُرانی مشینوں کی وجہ سے کتائی کی مقدار میں جو فرق پڑتا ہے اس کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ ایک اور طریقہ ہے جسے اولڈھم لِسٹ طریقہ کہا جاتا ہے، اِس میں دونوں کی گنجائش ہے اور اِس کے تحت کام کرنے والوں کو دھاگے کی لمبائی کے مطابق جو معاوضہ ملتا ہے وہ خود بخود کتائی کی رفتار کی گھٹ بڑھ کے ساتھ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور اِس طرح مساوی کمائی کے مقصد کے قریب آجاتا ہے[1]۔ یہی وجہ ہے کہ نئی مشینوں کے استعمال کا اثر مختلف فرموں کی لاگت اور کمائی پر مختلف ہوا ہے جو اس پر مُنحصر رہا ہے کہ وہاں پارچہ وار شرح کا کون سا نظام رائج ہے۔ ایسا ہی فرق اُن بنیادی شرح ناموں کے درمیان بھی موجود ہے جو ماضی میں شمالی لنکاشائر کے بیشتر روئی کی کتائی والے ضلعوں میں اور لنکاشائر کے علاقوں میں نافذ تھے۔ بہتر مشینوں کی وجہ سے بُنائی کی رفتار بڑھ جانے سے پارچہ وار شرحوں میں تخفیف کی گنجائش موخرالذکر میں رکھی گئی تھی لیکن اولالذکر میں نہیں تھی[2]۔ چنانچہ اِس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ مزدور کی کمائی پر اجرت کے مختلف نظام کا کیا اثر پڑیگا تاوقتیکہ یہ ساری تفصیلات مدِ نظر نہ رکھی جائیں۔

---

[1] سوا اس کے کہ مشین کی بڑھی ہوئی رفتار کی وجہ سے پیداوار میں جتنا اضافہ ہوتا ہے وہ آجر کی نچلی لاگت اور مزدوروں کی اونچی کمائی کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ جہاں تک میول (   ) کی لمبائی کا سوال ہے (یعنی فی میول تکلیاں جن پر نگراں کے کام کا انحصار ہوتا ہے) زائد لمبائی کی وجہ سے جتنی فاضل پیداوار ہوتی ہے اُسکا ½ فائدہ فاضل کمائی کی مد میں چلا جاتا ہے۔

[2] اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۱۸۸۶ء اور ۱۹۱۳ء کے درمیان سوت کی بُنائی میں اُجرتی شرحیں گرچہ تقریباً ۱۸ ½ گر چکیں لیکن کمائی کی شرح دوگنی ہوگئی جس کی وجہ یہ تھی کہ بیشتر مشینوں نے بُنائی کی رفتار تیز کر دی تھی۔ دوسری طرف دو ڈرائیوں کے درمیانی وقفے کے دوران بُننے والوں کی کمائی اس لئے گھٹ گئی کیونکہ مشینوں کی حالت خراب ہونے، خام مال کی خرابی اور تخصیص کار کے اُصول سے ہٹ جانے کی وجہ سے پیداوار گھٹ گئی تھی۔ اِس وجہ سے اور ساتھ ہی کم اُجرتی شرح اور کم روزگاری کی وجہ سے اِس صدی کی بیسویں دہائی میں بُننے والوں کی فی گھنٹہ کمائی تقریباً تمام پیشوں کے مرد مزدوروں کی کمائی سے کم تھی۔

اُجرتیں

۱۴۔ بدلتی شرحیں

بہت سی صنعتوں کے اُجرتی معاہدوں میں اِس کا اہتمام ہوتا ہے کہ طے شدہ اُجرتوں کی نقد شرحیں ایک متغیر پیمانے کے مطابق کسی انڈکس یا اشاریے سے مُنسلک کر دی جائیں اور وقتاً فوقتاً انڈکس میں تبدیلی کے مطابق یہ بھی گھٹتی بڑھتی رہیں۔ بدلتے پیمانوں کی جو تین قسمیں رائج ہیں اِن میں سے ایک مصارف زندگی کے اشاریے سے مُنسلک ہے، دوسری متعلقہ صنعت کی پیداوار کی قیمت اور تیسری صنعت کے منافع کے کسی اشاریے سے۔ منافع میں شرکت جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے تیسرے زُمرے کی ایک قسم کہی جا سکتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اُجرتی بونس پوری صنعت کے منافع کے بجائے ایک منفرد فرم کے منافع سے متعین ہوتا ہے۔ اُجرت کی تحقیق کا وہ نظام جو کوئلے کی صنعت میں ۱۹۲۱ء کے معاہدے کے تحت نافذ ہوا منافع کی متغیر شرح کی ایک اہم مثال ہے۔ یہاں صنعت کی خام آمدنی (جس میں سے پہلے اُجرتوں کے علاوہ باقی مصارف نکال دیے گئے۔ اُس کے بعد وہ حصے نکال دیے گئے جنھیں معیاری اُجرتیں اور معیاری منافع کہا جاتا ہے) ایک خاص تناسب سے اُجرتوں اور منافعے کے درمیان اِس مقصد سے تقسیم کر دی گئی تھی کہ صنعت کی مجموعی آمدنی کے گھٹنے بڑھنے کے مطابق اُجرتوں اور منافع میں کمی یا اضافہ ہوتا رہے۔ لیکن چونکہ ہر ضلع کا حساب الگ الگ لگایا گیا تھا اِس لیے یہ ہو سکتا تھا کہ اُجرتوں کی تبدیلی کی سطح ساؤتھ ویلز یا ڈرہم میں لنکاشائر یا یارک شائر سے مختلف ہو۔ پیداوار کی قیمت فروخت پر مبنی بدلتی شرحوں کی خاص مثال زمانۂ حال میں لوہے اور فولاد کی صنعت میں ملتی ہے۔ لیکن ماضی میں جب یہ شروع کی گئی اس وقت مزدوروں نے بیشتر اِس کی مخالفت کی اور اس کے خلاف ہڑتالیں ہو گئیں۔ پچھلی صدی کے اختتام پر شمال کے کچھ کوئلے والے ضلعوں میں جب یہ قاعدہ شروع کیا گیا تو وہاں بھی یہی ہوا اور کئی برس تک شدید کشمکش چلتی رہی اور آخر اِس کو واپس لینا پڑا۔ خود ٹریڈ یونین کی دُنیا میں اِس کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے۔

اُجرتوں کی ادائیگی

یارک شائر اور لنکاشائر کے پرانے اضلاع کی یونینیں اِس کی موافق تھیں جبکہ اِسکاٹ لینڈ اور ڈرہم کے نئے اضلاع کی یونینیں اِس کی مخالف تھیں اور آخر اِنھوں نے الگ ہوکر اپنا قومی فیڈریشن بنالیا۔ مصارفِ زندگی کے اشاریے پر مبنی بدلتی شرح اِن تینوں میں سب سے زیادہ عام ہے اور بہت سی صنعتوں میں رائج ہے، مثلاً ریلوے، ہوزری، جوتے وغیرہ۔ بعض اُجرتی کونسلیں[1] کم ترین اُجرت کی شرحیں متعین کرتے وقت اِس قسم کی متغیر شرحیں منسلک کر دیتی ہیں تاکہ وزارتِ محنت کے مصارفِ زندگی کے اشاریے میں جتنے پوائنٹ کی تبدیلی آئے اُس کے مطابق ایک پینی کے کسی حصّے کے حساب سے کمترین اُجرت گھٹتی بڑھتی رہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ بدلتی شرحوں میں اور اُجرت کی ادائیگی کے دوسرے طریقوں میں یہی بنیادی فرق ہے۔ اِس بات سے اِس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ اُجرت کس بنیاد پر دیجاتی ہے، آیا یہ وقت کے مطابق دیجاتی ہے یا کام کی مقدار کے مطابق، یا یہ کہ یہ اُجرت کس طرح مدّتِ کار یا پیداوار کی مقدار کے ساتھ بدلتی ہے۔ اِسکا تعلق صرف شرح کی تبدیلی سے ہے (چاہے جس بنیاد پر یا جس سطح پر یہ متعین کی گئی ہو) یعنی وہ تبدیلیاں جو وقت کے ساتھ معاشی حالات کی بعض تبدیلیوں کی وجہ سے واقع ہوتی ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُجرتوں میں زیادہ لوچ پیدا کیجائے تاکہ جب حالات بدلیں اور تبدیلی کے متقاضی ہوں تو خود بخود تبدیلی واقع ہو سکے۔ لیکن یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ بدلتی شرحوں کے ذریعے لچک پیدا کرنے کی کوشش کے پیچھے نیت مختلف ہوتی ہے جو بدلتی شرحیں منافع یا قیمتِ فروخت پر مبنی ہوتی ہیں وہ اِس طرح وضع کی جاتی ہیں کہ اُجرتیں صنعت کی خوشحالی اور نیچ کے ساتھ بدلتی رہیں۔ خوشحالی کا اِشاریہ منافع اور قیمت فروخت ہوتی ہے۔ اِس مقصد کے آلۂ کار کی

---

[1] باب ۸ دیکھیے۔

اُجرتیں

حیثیت سے قیمت فروخت کے پیمانے میں ایک خامی یہ ہے کہ یہ بذاتِ خود کاروبار کی
حالت کا صحیح اشاریہ نہیں ہے۔ قیمت فروخت کی گئی ہے جتنا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بازار
میں اُس شے کی طلب کم ہو گئی ہے اتنا ہی یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی اہم خام مال کی
قیمت کم ہو گئی ہے یا مشینوں کے استعمال کی وجہ سے کفایت بڑھ گئی ہے۔ پچھلی صدی
میں کوئلے کی صنعت کی متغیر شرحوں کے خلاف ایک شکایت یہ تھی کہ اِس کی وجہ سے
نہ صرف یہ کہ بدحالی کے زمانے میں اُجرتیں بے حد گر جاتی ہیں بلکہ یہ کہ اِس سے
کوئلے کی قیمتوں کو کم سے کم تر کرنے میں لوگ ایک دوسرے پر بازی لیجانا چاہتے
تھے کیونکہ بدلتی شرحیں اِنھیں ایک محرک یہ فراہم کرتی تھیں کہ کوئلے کی قیمتیں
کم کرنے کی صورت میں اُجرتیں کم دینی پڑتی تھیں۔ منافع سے منسلک بدلتی شرحوں
کے ساتھ بھی کم و بیش یہی مشکل ہے اگرچہ یہ کچھ کلی مشکلات (مثلاً منافع کے حساب
کی مشکلات) کے باوجود اپنے مقصد میں زیادہ کامیاب ہے۔ دوسری طرف مصارف
زندگی سے منسلک بدلتی شرحوں کو کسی دوسرے اُصول کے مطابق پرکھنا ہوگا۔ کسی
صنعت کی خوشحالی کے اشاریے کی حیثیت سے یہ پیمانہ بالکل بیکار ہے کیونکہ ایسی
مختلف اشیا کی قیمت خرید پر مبنی ہے جن میں نہ متعلقہ صنعت کی پیداوار اور نہ اُسکا
کوئی دوسرا سامان شامل کیا جا سکتا ہے۔ صرف اتفاق سے ہی ایسا ہو سکتا ہے کہ اشاریے
کی حرکت اور متعلقہ صنعتوں کی قیمتوں اور منافع کی حرکت میں مطابقت پائی جائے۔
مصارف زندگی سے منسلک بدلتی شرحوں سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے
کہ اُجرتی معاہدے کی مدت کے دوران حقیقی اجرتیں تقریباً مستحکم رہتی ہیں۔ ممکن
ہے کہ یہ کسی صنعت کے اُن آجروں کی ضروریات کے موافق نہ ہو جو اُجرت کی شرح کو
کاروباری حالات بدلنے کے لیے استعمال کرنا چاہیں لیکن اگر ٹریڈ یونین یا کم سے کم
اُجرت نافذ کرنے والے حکام کا منشا اُجرت بشکلِ زر نہیں بلکہ حقیقی اُجرتوں کی ایک سطح

متعین کرنا ہے تو اِس قسم کا پیمانہ اِس مقصد کے پورا کرنے کے لیے بہترین ہے۔ اِس کی حمایت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب عام قیمتوں کی سطح میں بڑی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں تو زیادہ تر اشیا کی قیمت میں تبدیلی اگر اُس حد تک نہیں تو کم از کم اُس سمت میں ضرور واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ بدلتی شرحیں اگرچہ مزدوروں کی حقیقی اُجرتوں کو مستحکم کرتی ہیں لیکن ساتھ ہی اُجرت بشکل زر کو زیادہ لچک دار بناتی ہیں اور اس کی سمت وہی ہوتی ہے جو قیمتوں کی حرکت کی سمت ہوتی ہے۔ چنانچہ اصل سوال باقی رہتا ہے کہ آیا اِس قسم کی لچک مناسب ہے یا نامناسب، آیا اگر اُجرت بشکل زر کو کاروبار کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق بنایا جائے تو اس سے کساد بازاری کے زمانے کی بیروزگاری اور گرم بازاری کے زمانے کی سٹہ بازی میں کمی آتی ہے یا نہیں، آیا قائم عناصر کی موجودگی سے معاشی حالات کے اُتار چڑھاؤ کو ٹھہراؤ ملتا ہے یا بدلتی بازار قیمتوں کے مقابلے میں بے لوچ اُجرتی لاگت اِس اتار چڑھاؤ کو تیز تر کر دیتی ہے۔

۱۵۔ اوقاتِ کار پہلے زمانے میں آجر فی گھنٹہ زیادہ تیز کام لینے کے مقابلے میں اوقاتِ کار بڑھا کر پیداوار بڑھانے پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اب سے سو برس پہلے دن میں ۱۲ سے لے کر ۱۶ گھنٹے کام لینا عام تھا۔ ایسا کرنے میں آجر اِس حقیقت کو نظر انداز کرتے تھے کہ کم اوقاتِ کار کی کفایت اور اُونچی اُجرت کی کفایت بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور یہ کہ اوقات بڑھا کر وہ اپنے ہی مقصد کو نقصان پہنچا رہے تھے کیونکہ زیادہ دیر تک کام کی تھکن مزدور کی صحت اور کارکردگی پر اثر انداز ہوتی ہے اور اِس کی وجہ سے اُن کی زیادہ شدت سے کام کرنے کی صلاحیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اونچی اُجرتوں کی کفایت کی طرح کم اوقاتِ کار کی کفایت بھی صرف ایک حد تک حاصل ہوتی ہے۔ اوقاتِ کار میں تخفیف کے ساتھ فی گھنٹہ شدتِ کار

اُجرتیں

بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ شروع میں فی گھنٹہ پیداوار اس تناسب کے مقابلے میں زیادہ بڑھتی ہے جس تناسب سے اوقاتِ کار کم ہوتے ہیں لیکن ایک منزل آتی ہے جب فی گھنٹہ پیداوار کا اضافہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس تناسب سے اوقاتِ کار کم ہوتے ہیں۔ یہی وہ منزل ہے جہاں آجر کو سب سے زیادہ پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ یہ منزل کہاں آتی ہے اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ ۶ گھنٹے اور بعض ۹ یا نو سے زیادہ گھنٹے روزآنہ کام کو یہ منزل بتاتے ہیں۔ اِس بات کے کافی ثبوت ہیں کہ بہت سے پیشوں میں ۸ گھنٹے روزآنہ کام بہترین ہوتا ہے جو اِن پیشوں میں کام کی نوعیت کے اعتبار سے کم یا زیادہ ہوسکتا ہے۔ یہ تقریباً یقینی ہے کہ زیادہ تر پیشوں میں ۹ گھنٹے سے زیادہ کام کی صورت میں روزآنہ یا ہفتہ وار پیداوار بڑھتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران یہ حقیقت پورے طور پر سامنے آگئی جب اسلحہ بنانے والوں کے اوقاتِ کار بڑھا دیے گئے اور چھٹیاں کم کردی گئیں تاکہ مال زیادہ بن سکے۔ جلد ہی اِس کا اندازہ ہوگیا کہ پیداوار بڑھانے کا یہ طریقہ کارآمد نہیں ہے۔ چنانچہ اس پر نظر ثانی کی گئی اور اوقاتِ کار کم کردیے گئے۔ اب تک ہم نے اوقاتِ کار کی وجہ سے پیداوار پر جو اثر پڑتا ہے اُس کا وہ پہلو دیکھا ہے جس سے آجر کو دلچسپی ہوتی ہے۔ لیکن مزدور کو چونکہ اِس کی وجہ سے فرصت زیادہ میسر آتی ہے اور تھکن کم ہوتی ہے اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اوقاتِ کار ایک حد سے زیادہ گھٹانا سماجی اعتبار سے نامناسب ہے۔

چنانچہ پچھلے برسوں کی چند دہائیوں میں آجروں نے یہ اپنے مفاد میں پایا کہ وہ مدّتِ کار بڑھانے کے بجائے شدّتِ کار بڑھانے پر توجہ دیں۔ لیکن شدّتِ کار بڑھانے کی بھی ایک حد ہوتی ہے جس کے آگے تھکن بڑھنے کی وجہ سے کارکردگی گھٹنے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجر ٹریڈ یونینوں کی اوقات کام کرنے کی مانگ کو قبول کرنے پر نارضامند نہیں رہے ہیں اور آج زیادہ تر پیشوں میں عموماً اوقاتِ کار اجتماعی

اُجرتوں کی ادائیگی

معاہدے کے تحت ۴۸ گھنٹے فی ہفتہ تک محدود ہوتے ہیں۔ اگر کسی مزدور سے اِس سے زیادہ کام لیا جاتا ہے تو اُس کو فی گھنٹہ خصوصی اونچی شرح سے اُوور ٹائم ادا کیا جاتا ہے۔ یہ شرح اونچی اس لیے ہوتی ہے تاکہ اِس کی وجہ سے آجر مزدور سے معمول سے زیادہ کام لینے سے باز رہیں۔ بعض پیشوں میں، مثلاً تعمیری پیشوں میں، معاہدے کی ایک شرط ہوتی ہے کہ اگر آجر مزدور سے زائد وقت کام لینا چاہتا ہے تو اُس کو مقامی ٹریڈ یونین کے سکرٹری سے اِجازت لینی ہوگی۔ عموماً ایک ٹریڈ یونین اوقاتِ کار کم کرنے میں جب کامیاب ہو جاتی ہے تو وہ اُجرتوں کی فی گھنٹہ شرح بڑھانے پر اصرار کرتی ہے تاکہ اوقاتِ کار کم ہو جانے کی وجہ سے ہفتہ وار کمائی نہ گھٹنے پائے۔ یہ مطالبہ آجر کو اُس فائدے سے محروم کر دیتا ہے جو اوقاتِ کار کم کرنے سے اُس کو حاصل ہوتا۔ لیکن انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ اگر فی گھنٹہ پیداوار بڑھ گئی ہے تو اُسی کے مطابق فی گھنٹہ اُجرت بھی بڑھنی چاہیے۔

اس ملک میں حکومت نے عورتوں اور بچوں کے مفاد میں تو کچھ قوانین نافذ کیے ہیں لیکن عام اوقاتِ کار محدود کرنے میں بہت کم دلچسپی لی ہے اگرچہ ایسے کارخانے ہیں جہاں مرد اور عورتیں دونوں مل کر کام کرتے ہیں اور ایک کے اوقاتِ کار محدود ہونے کی وجہ سے دوسرے کے اوقات بھی خود بخود محدود ہو گئے ہیں۔ صرف کوئلے کی ایک صنعت ہے جہاں سنہ ۱۹۰۸ء سے کان کے اندر ۸ گھنٹے سے زیادہ کام لینا قانوناً منع ہے۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں یہ اوقات ۸ گھنٹے سے گھٹا کر سات گھنٹے کر دیے گئے لیکن بعد میں انھیں ۷½ گھنٹے کر دیا گیا۔ دکانوں پر کام کرنے والوں کے لیے بھی شاپ کلوزنگ ایکٹ کے تحت قوانین بنے ہیں۔ اِن چند مثالوں کو چھوڑ کر مرد مزدوروں کے اوقاتِ کار محدود کرنے سے متعلق کوئی قوانین اس ملک میں نہیں بنے۔ سنہ ۱۹۲۰ء کی واشنگٹن کانفرنس میں ایک بین الاقوامی کنونشن منظور کیا گیا تھا جس کے تحت اوقاتِ کار ۴۸ گھنٹے فی ہفتہ مقرر

اُجرتیں

ہوئے لیکن برطانوی حکومت نے اس کی توثیق نہیں کی۔ پچھلی نصف صدی میں اوقاتِ کار میں جو تخفیف ہوئی ہے وہ ٹریڈ یونین اور آجروں کے درمیان سودا بازی کا نتیجہ ہے اور اجتماعی معاہدوں کا حصہ ہے۔ پچھلی جنگِ عظیم کے بعد کے برسوں میں اس طرح اوقاتِ کار میں اوسطاً ۱۰٪ کی کمی واقع ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود ایسے پیشے تھے جن میں کام کے اوقات غیر معمولی حد تک زیادہ تھے جس کے لیے اکثر کیٹرنگ کے پیشے کی مثال دی جاتی ہے جہاں ہوٹل کے ایک تہائی سے زیادہ کارکن ہفتے میں ۶۰ گھنٹے سے زیادہ کام کرتے تھے۔ ایسے ہی طویل اوقاتِ کار بیکری اور سینما میں تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد ٹریڈ یونین کانگریس نے مطالبہ کیا کہ اوقاتِ کار میں عام تخفیف کی جائے اور ۴۰ گھنٹے فی ہفتہ کر دیے جائیں۔

چوتھا باب

اُجرت کے اصول

۱۔ اصولِ اُجرت کا مقصد جب کوئی ماہرِ معاشیات اجرتوں کا کوئی اُصول مرتب کرتا ہے تو وہ ایک ایسی خیالی تصویر یا نقشہ بنانے کی کوشش کرتا ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اُجرتوں یعنی قوتِ محنت کی قیمت کا دوسری قیمتوں سے اور معاشی کمیتوں سے کیا رشتہ ہے۔ وہ ایک ایسی تصویر بنا رہا ہوتا ہے جس میں رشتے اِس طرح ایک دوسرے پر منحصر ہوتے ہیں کہ اگر کسی ایک مقام پر کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے تو اُس کی وجہ سے زیرِ مطالعہ میدان میں ہر جگہ اُسی کے مطابق تبدیلی رُونما ہوتی ہے۔ اُس کی تصویر صحیح تصویر ہے یا نہیں یہ اِس پر منحصر ہے کہ آیا تصویر کے خدوخال اُس حقیقی دنیا کے خدوخال سے ملتے ہیں یا نہیں جس کی عکاسی کا یہ دعوا کرتی ہے۔ لیکن وہ صرف تصویر ہی نہیں بناتا ہے بلکہ عموماً تصویر سے کچھ زیادہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ نہ صرف یہ کوشش کرتا ہے کہ یہ تصویر اتنی سادہ ہو کہ اِس میں اُن رشتوں کو اُجاگر کیا جا سکے جو اُس کے خیال میں اہم ہیں، بلکہ وہ اِن رشتوں کو اِس طرح پیش کرتا ہے کہ رشتوں کی باہم انحصاری کی بنیاد ایسی کلیدی کمیتیں ہوں جن کا مقام باقی کمیتوں سے الگ جانا جا سکتا ہو اور ایک بار اِن کا مقام معلوم ہو جانے کے بعد اُس بنیاد پر دوسری متغیر کمیتوں (اُجرتوں

اُجرتیں

کی جگہ کا اندازہ کیا جا سکے۔ اِس میں شک نہیں کہ درحقیقت کوئی چیز بھی آزاد نہیں ہے اور ہر چیز کسی نہ کسی حد تک دوسری چیز کا اثر قبول کرتی ہے۔ لیکن اگر دوسری متغیر کمیتوں پر کلیدی عوامل کا ایک طرفہ اثر غالب ہے تو مخالف اثرات کو برائے نام مان کر عدم انحصاری کے مفروضے کو بڑی حد تک ٹھیک تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اِس طرح ایک اُصول بنایا جا سکتا ہے جس کے تحت یہ اندازہ یا یہ تعین کیا جا سکتا ہے کہ اعداد و شمار یا کلیدی عوامل جب معلوم ہیں تو اُس صورت میں اُجرت کی سطح کیا ہونی چاہیے۔ بالکل اِسی طرح جیسے علم مشین میں اگر تعینی عوامل کی قوت اور اُن کا مقام معلوم ہو تو ایک شکل سے یہ پتہ چلایا جا سکتا ہے کہ نقطہ توازن کا مقام یا حرکت کا خط کیا ہوگا۔ اُصول ہمیں یہ بھی بتلائیگا کہ اگر دو زمانوں یا دو ملکوں کی اُجرتوں کے درمیان فرق ہے تو اِس فرق کی وجہ کیا ہے کیونکہ بعض کمیتوں کی تبدیلیاں بذاتِ خود اُجرتوں میں مستقل تبدیلی لانے کے لیے کافی ہوتی ہیں - یہ اصول اِس بیان سے شروع ہوتا ہے کہ چیزیں حقیقتاً کس طرح ایک دوسرے سے منسلک ہیں جس کی بنیاد پر تخمینہ لگایا جا سکتا ہے کہ دیے ہوئے حالات میں کیا تبدیلیاں واقع ہوں گی۔ پھر اِن تخمینوں کو راہ نما کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ دکھایا جا سکتا ہے کہ چیزوں کو کس طرح بدلا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اُصول غلط ہو کیونکہ جن رشتوں کی اِس نے تصویر کشی کی ہے وہ حقیقی دنیا کی صحیح عکاسی نہیں کرتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُن رشتوں کا سرے سے وجود ہی نہ ہو یا کچھ ایسے رشتوں کو نظر انداز کیا گیا ہو جو اہم ہیں اور جنھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کے علاوہ ایک اصول ایک حد تک صحیح ہونے کے باوجود ممکن ہے کہ اُس مقصد کے لیے کافی نہ ہو جس کے لیے وہ وضع کیا گیا ہے، یعنی اُن سوالات کا جواب دینے کے لیے ناکافی ہو جن کا جواب دینے کا دعوا کرتا ہے کیونکہ وہ کلیدی عوامل جنھیں پیش گوئی اور تخمینے کی بنیاد کے لیے چُنا گیا ہے وہ

دوسری متغیر کمیتوں سے اتنے آزاد نہیں ہیں جتنا فرض کرلیا گیا تھا۔ اُجرتوں کے اصول کے بارے میں لوگوں نے کہا ہے کہ مزدوری کی طلب و رسد اسقدر پیچیدہ ہے اور وہاں ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے والی قوتوں کا اتنا الجھاؤ ہے کہ کوئی سادہ اُصول ایسے تخمینے نہیں برآمد کرسکتا جو ایک مخصوص صورتِ حال یا ایک مخصوص مدّت کے باہر بھی صحیح ہوں۔ ابتک اِس مسئلے پر زیادہ کام اِس لیے نہیں ہو سکا کیونکہ اِس بارے میں اعداد و شمار یا ضابطہ بند معلومات کمیاب تھیں کہ اُجرتیں کس طرح حرکت کرتی ہیں اور اُن کی حرکت کا دوسرے عوامل کی تبدیلیوں سے کیا رشتہ ہے۔ چنانچہ اُجرت کے اُصول حقیقی دنیا کی ایک ایسی سادہ تصویر کی بنیاد پر وضع کرنے پڑتے تھے جن میں ظاہری خدوخال کا محض غیر واضح خاکہ ہوتا تھا جو چیزوں کی شکل کے بارے میں ایک عام معلومات یا قیاس پر مبنی ہوتا تھا۔ اب اعداد و شمار کی کمیابی دُور ہونا شروع ہو گئی ہے اور حال میں اِن اعداد و شمار کے کچھ اچھے مُطالعے کیے گیے ہیں جن سے ہم اپنے خاکے کی اہم جگہوں کو پُر کر سکتے ہیں۔ لیکن یہاں بھی حقیقی دنیا کی پیچیدگیاں اکثر سدِراہ ہوتی ہیں۔ اِنحرافات اور تبدیلیاں اتنی وسیع ہوسکتی ہیں کہ ایک زمانے اور ایک مقام کے اعداد و شمار پر مبنی کوئی عام دعوا بعد کے زمانے یا دوسرے مقام پر پوری طرح اس لیے صادق نہیں آتا کیوں کہ صورتِ حال بدل چکی ہے اور قوتوں کا اجتماع بہت مختلف ہے۔

۲۔ اُجرتوں کے روایتی اُصول

اُجرتوں کے روایتی اصول بیشتر بے لوچ قسم کے ہیں، یعنی ان میں اُجرت متعین کرنے والے عوامل کا ایک سادہ اور قطعی بیان ملتا ہے۔ اِن میں سے بیشتر میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ غیر معمولی حالات سے قطع نظر اُجرتوں کو بازارِ محنت میں دخل اندازی کر کے مستقل طور پر نہیں بدلا جا سکتا (اُجرت کمانے والوں کو نقصان پہنچائے بغیر مثلاً بے روزگاری کی شکل میں)

اُجرتیں

چاہے یہ دخل اندازی ٹریڈ یونین کے اقدام کی شکل میں ہو جس کے ذریعے آجر کو مجبور کیا جاتے کہ وہ آدمیوں کو کس معیاری اُجرت پر رکھے یا کس قانونی اقدام کی شکل میں ہو جس کے ذریعے حکومت اُجرتوں کی کم ترین سطح مقرر کرنا چاہے۔ اِس قسم کے اصولوں پر یہ اعتراض کیا جاتا رہا ہے کہ یہ بہت سے اہم رشتوں کو نظر انداز کرتے ہیں (خصوصاً دیے ہوئے عوامل پر اُجرت کی سطح کے رَجعی اثرات کو) اور یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اُجرتیں دیے ہوئے اُن عوامل سے سختی سے متعین ہوتی ہیں جن پر اُصولوں میں زور دیا گیا ہے اگرچہ واقعتاً ایسا نہیں ہے۔ حال کے کچھ برسوں میں اِس قسم کے اعتراضات زیادہ زور پکڑ گئے ہیں اور ان کے حق میں وزنی دلائل جمع ہو گئے ہیں۔ لیکن اِس موضوع پر بحث ہم اگلے باب کے لیے اُٹھا رکھتے ہیں۔ فی الحال ہم صرف اُس دعوے سے بحث کرینگے جو اِن اصولوں میں کیے گئے ہیں۔ اِن اصولوں کو اُن تعینی عوامل کے مطابق جن پر تاکید کی گئی ہے، دو قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ اُصولوں کی ایک قسم تو وہ ہے جن میں اُجرتوں کا تجزیہ اُن عوامل کے لحاظ سے کیا گیا ہے جو قوتِ محنت کی رسد پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ واقعتاً یہ وہ اصول ہیں جنھیں مصارفِ پیداوار کے اُصولِ اُجرت کہا جاتا ہے۔ اصولوں کی دوسری قسم وہ ہے جنکے مطابق اُجرتیں بنیادی طور سے اُن عوامل سے متعین ہوتی ہیں جن سے آجروں کی طلبِ محنت متاثر ہوتی ہے مثلاً سرمائے کی رسد اور محنت کی پیداآوری۔ بعض ماہرینِ معاشیات خصوصاً مارشل[1] نے اِن دونوں کے امتزاج کی کوشش کی ہے اور دو قسم کے تعینی اثرات کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور اِس طرح ایک مخلوط قسم کا اُصول وضع کیا ہے۔

---

[1] مارشل کا نظریہ بھی کم بے لوچ تھا اور دوسرے ماہرین معاشیات کے مقابلے میں اِس میں ٹریڈ یونین کے اقدام کی زیادہ گنجائش تھی۔

اُجرت کے اصول

۴۔ گزر اوقات کا نظریہ سب سے پہلا اُصول جو ہمیں نظر آتا ہے وہ بعض معنوں میں سادہ ترین ہے۔ اِس میں بس یہ کہا گیا ہے کہ محنت کی قیمت کا انحصار مزدور کی گزربسر کے اُوپر ہے اور اُجرتیں اُن اشیا کی مقدار کے برابر ہوتی ہیں جو مزدور اور اُس کے خاندان کے کھانے کپڑے کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ یہ وہ قیمت ہے جو سماج کو اِس لیے ادا کرنی پڑتی ہے تاکہ مزدور اپنے کو زندہ رکھ سکیں اور اپنی نسل جاری رکھ سکیں (رکارڈو)۔ اس سے یہ معنی اخذ ہوتے تھے کہ نظامِ اُجرت کے تحت مزدور کو جو ملتا تھا وہ وہی تھا جو غلامی یا نیم غلامی کے نظام میں غلام یا سَرف (نیم غلام) کو ملتا تھا، یعنی بس اتنا کہ اُس کی گزر ہو جائے اور وہ کام کرنے کے لائق رہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مصنفین ایڈم اسمتھ کے ہم خیال تھے کہ اگرچہ ایک مختار ملازم کی لاپرواہی کی قیمت بھی مالک کو برداشت کرنی ہوتی ہے پھر بھی یہ قیمت ایک غلام کی لاپرواہی سے بہت کم ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مختار مزدور چونکہ خود اپنے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے اِس لیے اُس سُپروائزر کے مقابلے میں کفایت شعاری سے کام لیتا ہے جو غُلاموں کو کھلانے کا انتظام کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ایک آزاد مزدور کی محنت زیادہ کارکرد اور پیداآور ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ اگر ضروریات زندگی کی قیمت بڑھتی یا گھٹتی ہے تو دیر سویر اُجرت بشکل زر بھی ضرور بڑھیگی یا گھٹیگی۔ اگر اُجرتوں پر ٹیکس عائد کیا جاتا ہے تو اُسی کے بقدر اُجرتیں بڑھینگی اور اِس طرح ٹیکس کا بار آجر پر آجائیگا۔

اِس نظریے کا جواز مالتھیس کے اُس مشہور نظریۂ آبادی پر مبنی ہے جسے انیسویں صدی کے وسط میں ماہرینِ معاشیات عام طور سے تسلیم کرتے تھے۔ بعد کے ماہرینِ معاشیات کے الفاظ میں اِس کے معنی یہ تھے کہ محنت کی رسد بے انتہا لچکدار ہے چنانچہ اگر محنت کی قیمت یعنی اُجرتیں ایک حد سے بڑھیں گی تو محنت کی رسد بے حد بڑھ جائیگی۔ محنت کی رسد بڑھنے کی وجہ سے مزدوروں میں روزگار حاصل کرنے کے لیے مسابقت بڑھ جائے گی۔

اُجرتیں

اِس کے برعکس اگر اُجرتیں گزر بسر کی سطح سے نیچے گر جائینگی تو مزدوروں کے بچے مرجائیں گے یا اور بچے نہ پیدا ہوں گے جس کی وجہ سے آگے چل کر محنت کی رسد گھٹ جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مزدوروں کو حاصل کرنے کے لیے مسابقت بڑھ جائیگی اور اُجرتیں بڑھ جائیں گی۔ یہ ایک طرح کے اُس میکانیکی توازن کی طرح ہے کہ گھڑی کے پنڈولم کو اُسکے مرکز سے جتنی دور ہٹایا جائیگا اتنی ہی قوت سے وہ مرکز کی طرف دوبارہ واپس آجائیگا ہوسکتا ہے کہ چیزوں کو نقطۂ توازن پر واپس آنے میں دیر لگے، مثلاً بازار قیمتیں کچھ عرصے تک معمولی قیمت کے گرد اُترتی چڑھتی رہیں لیکن اگر کافی وقت مِلا تو یہ نقطۂ توازن پر واپس آجائیں گی۔

یہ ناممکن نہیں ہے کہ نظامِ اُجرت کے ابتدائی زمانے میں واقعی یونہی ہوا ہو لیکن اِس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اضافۂ آبادی کا قانون اُجرتوں کو گزر بسر کی سطح سے اُوپر نہیں جانے دیتا تھا بلکہ غالباً اُس کی وجہ گاؤں کی غربت، تحریکِ احاطہ بندی، زراعتی تبدیلیاں اور دستکاری کی تباہی تھی۔ زمانۂ حال کا تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ اِس مفروضے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ اُجرتوں کے بڑھنے کے ساتھ آبادی خودبخود بڑھ جائیگی لیکن یاد رہے کہ مزدوروں کا معیارِ زندگی بہت پست ہونے کی صورت میں ایسا ہوسکتا ہے کہ اُجرتوں اور اضافۂ آبادی کا یہ رشتہ صحیح ہو کیونکہ مزدور ممکن ہے اپنی غربت کی وجہ سے کوتاہ اندیش ہوں اور اُن کے خاندانوں میں اضافہ اِس لیے نہ واقع ہو رہا ہو کہ اُن کے بچے کم غذائیت کی وجہ سے مر جاتے ہوں۔

۴۔ عادات اور رواج کا اثر

لیکن اِس نظریے کے شارحین نے خود ایک ایسا اعتراف کیا جو اِس دعوے کی بیخ کنی کرتا ہے کہ یہ نظریہ اُجرتوں کی مکمل تشریح ہے۔ مثلاً ریکارڈو کا یہ کہنا تھا کہ مزدور کی غذائی ضروریات عادتوں اور رواج سے متعین ہوتی ہیں۔ گزر بسر کی وہ سطح جس سے اُجرتوں کی مطابقت فرض

کیجاتی ہے اُس میں نہ صرف ضروریات بلکہ کچھ معمولی آسائشات بھی شامل ہیں۔ اِس کی وجہ اگرچہ وضاحت سے نہیں بیان کی گئی تھی لیکن بظاہر دوہری وجہ تھی۔ مزدور جب کچھ معمولی آسائشات کا [illegible] ہو جاتا ہے، مثلاً ایک گلاس شراب یا ایک پائپ تمباکو، تو اجرت کم ہونے کی صورت میں وہ اِنھیں ترک نہیں کرنا چاہے اُس کو دوسری مادی ضروریات کم کرنی پڑیں۔ بہ الفاظ دیگر عادات کے تحت یہ آسائشی اشیا روایتی ضروریات بن جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں تک مزدور کے یہ فیصلہ کرنے کا سوال ہے کہ کب اُس کو شادی کرنی چاہیے اور کتنے بچے پیدا کرنے چاہئیں، یہ فیصلے معیارِ زندگی کے اُس کے تصور پر مبنی ہوتے ہیں۔

عادتوں جیسی متغیر کیفیت کو اتنا اہم قرار دینا نظریے کے مستقل ہونے کے بارے میں شبہ پیدا کرنے کے مترادف تھا۔ اِس کا یہ مطلب تھا کہ نظریہ اپنی قطعی شکل میں صرف اُس وقت تک صادق آتا تھا جب عادات اور روایات کو قائم مان لیا جائے اور کچھ روایتی ضروریات کے بارے میں فرض کر لیا جائے کہ یہ گزر بسر کی سطح میں آتی ہیں۔ لیکن چونکہ عادتیں بدلتی رہتی ہیں اِس لیے اِس کا مطلب یہ تھا کہ نظریے کا اطلاق صرف اُس محدود مدت میں ہو سکتا تھا جس کے بارے میں یہ مانا جا سکے کہ اُس مدت میں عادتیں نہیں بدلیں گی۔ چنانچہ یہ اُس طویل مدت کی پیش گوئی کے لئے نہیں کام دے سکتا تھا جس میں رسم و رواج کافی بدل سکتے ہیں۔ اِس کے علاوہ اُجرت کی تبدیلی بذاتِ خود عادت کی تبدیلی کا سبب ہو سکتی ہے کیونکہ اُجرت کی نئی سطح مزدوروں کو نئے معیار کا عادی بنا دیتی ہے۔ اس صورت میں سببی اثرات اُلٹ سکتے ہیں اور بجائے اس کے کہ محنت کی رسد کی بے رحم تبدیلی کی وجہ سے اُجرتیں ناگزیر طریقے سے گزر بسر کی سطح کی پیروی کریں، اُجرت کی سطح خود محنت کی رسد پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور اُجرتوں کے اضافے سے حالات میں وہ تبدیلی آ سکتی ہے جس میں اُجرتوں کی سطح برقرار رہ سکے۔

یہ بالکل واضح ہے کہ ریکارڈو اِس شرط کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا کیونکہ وہ

عادت کے اثرات کو عام طور سے قلیل المیعاد تصور کرتا تھا (مثلاً ۱۰ یا ۲۰ برس) اور یہ سمجھتا تھا کہ قانونِ آبادی، یعنی آبادی کے گزر بسر کی سطح تک بڑھنے کا رجحان اتنا قوی ہے کہ طویل مدت میں حاوی ہو جائیگا اور عادتوں کی کسی درمیانی تبدیلی پر قابو حاصل کر لے گا۔ ہو سکتا ہے کچھ عرصے تک اُجرت کی سطح میں اُوپر جانے کا رُجحان ہو (بالکل اسی طرح جیسے کسی دوسرے وقت ممکن ہے کہ اُجرت کی سطح گزر بسر کی سطح سے نیچی ہو) ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو، جب اصل کا اجتماع برابر بڑھ رہا ہو اور صنعت میں توسیع واقع ہو رہی ہو جس کے نتیجے میں محنت کی طلب محنت کی رسد کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہو۔ اُجرتوں کے اضافے کے ساتھ مزدور طبقے کی نئی عادتیں پڑینگی جنکی وجہ سے اُن کے معیار میں نئی آسائشیں شامل ہوں گی۔ ایسے زمانے میں "مزدور خوش اور خوشحال ہوگا اور اُسے زندگی کی ضروریات اور لذتیں زیادہ حاصل ہوں گی اور وہ ایک زیادہ صحت مند اور بڑے خاندان کی پرورش کر سکے گا۔" لیکن اِس خوشحالی کے دوران افزائشِ نسل کا بے پناہ دباؤ برابر پڑتا رہیگا اور جوں ہی معاشی ترقی کی رفتار سُست پڑیگی وہ حالات ختم ہو جائیں گے جو اُجرت کے اضافے کے موافق تھے۔ محنت کی رسد محنت کی طلب کے برابر آجائیگی اور ایک بار پھر اُجرت کی سطح گرنا شروع ہوگی اور جس طرح خوشحالی کے زمانے میں عادتیں بڑھی تھیں اُسی طرح اب عادتیں کم کرنی پڑیں گی۔

یہ بات بالکل واضح نہیں ہے کہ آیا ریکارڈو یہ سمجھتا تھا کہ معاشی ترقی جاری رہنے کی صورت میں بھی قانونِ آبادی اِس مرض کے دوبارہ عود کے لیے کافی تھا یا وہ گزر بسر کے نظریے کو ایک جامد نظریہ تصور کرتا تھا اور توازن کی ایک ایسی سطح تسلیم کرتا تھا جس پر کہ اُجرتیں ایک مدت کی تبدیلی کے بعد اور ترقی رُک جانے کے بعد لوٹ جائیں گی۔ اُس کا یہ بیان کہ ایک اصلاح پذیر سماج میں اُجرتوں کی بازار شرح ایک غیر متعین عرصے تک قائم رہ سکتی ہے، موخرالذکر کی طرف لیجاتا ہے۔ لیکن اِس رجحان پر اُس کی تاکید کہ ایک آباد ملک

میں گزر بسر کے مصارف خود تیزی سے بڑھتے ہیں، اول الذکر کی طرف لیجاتی ہے۔ یہ فرق ویسا ہی
ہے جیسے کرسیوں کے کھیل میں کھلاڑیوں کی ساز بجتے وقت کی جگہ اور ساز رُک جانے
کی بعد کی جگہ میں ہوتا ہے۔ لیکن حقیقی دنیا میں شاذ ہی ایسا ہوتا ہے کہ ساز رُک جائے
(تبدیلی ہمیشہ واقع ہوتی رہتی ہے) اور اگر ریکارڈو کے ذہن میں نظریے کے صرف
موخرالذکر معنی تھے تو ظاہر ہے کہ اس سدا بدلتی دنیا کے مسائل پر اِن کا اطلاق صرف
محدود حد تک ممکن ہے۔ تاہم اِس سے یہ ضرور اخذ ہوتا ہے کہ مزدور طبقے کی بہتری
صرف اسی میں تھی کہ اجتماعِ اصل اور صنعتی ترقی کی رفتار برقرار رکھی جاتے اور اُجرت
کمانے والی آبادی کے اضافے کی شرح محدود رہے۔ بہرحال صدی کے آخر میں ماہرینِ معاشیات
(مثلاً سی نیر اور جے۔ بی۔ ایس۔ مِل) بدلتے رواج کے اثرات پر ریکارڈو سے زیادہ زور
دینے پر مائل تھے اور اِس طرح آہنی قانون کے بے پناہ ضابطے کو ترک کر دینے اور اسکی
جگہ طلب و رسد کی مخلوط توجیہ اختیار کرنے پر زیادہ آمادہ معلوم ہوتے تھے۔

۵۔ اِجتماعی سودا بازی کی قوت کے بارے میں مارکس کا نظریہ

مارکس نے عادت اور رواج کے پہلو پر خاص طور سے زور دیا جس کی وجہ سے اِس
نظریے کے مفہوم نے ایک نئی ہیئت اختیار کر لی۔ مارکس اِس معاملے میں ریکارڈو کا ہم خیال
تھا کہ قوتِ محنت کی بازار قیمت زیادہ عرصے تک گزر بسر کی اُس سطح سے دور نہیں رہ سکتی
جو قوتِ محنت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری تھی کیونکہ نظامِ سرمایہ داری میں قوتِ محنت
بھی ایک جنس ہے جس کی رسد اور قیمت اُسی طرح متعین ہوتی ہے جیسے دوسری
اشیا کی۔ لیکن قوتِ محنت اِن معنوں میں دوسری اشیا سے مختلف ہے کہ یہ اِنسان
سے وابستہ ہوتی ہے چنانچہ اُس کی رسد اُن تاریخی اور سماجی عناصر کی تابع ہوتی ہے
جو یہ متعین کرتے ہیں کہ گزر بسر کے لیے مزدور کو کیا چاہیے۔ بقول مارکس "محنت دو

اُجرتیں

عناصر سے وجود میں آتی ہے۔ اِن میں سے ایک صرف مادّی عنصر ہے اور دوسرا تاریخی اور سماجی۔ اس کی قطعی حد مادّی عنصر سے متعین ہوتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خود کو زندہ رکھنے اور اپنی نسل جاری رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مزدور طبقے کو وہ ضروری اشیا ملتی رہیں جنکے بغیر نہ وہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ اپنی نسل زندہ رکھ سکتا ہے..... اِس خالص مادّی عنصر کے علاوہ محنت وہاں کے روایتی معیارِ زندگی سے متعین ہوتی ہے۔" مؤخر الذکر عنصر کے اثر سے ہی اِس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مختلف ملکوں، مختلف زمانوں، حتیٰ کہ ایک ہی مُلک کے مختلف علاقوں کی اُجرتوں میں کیوں فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ٹریڈ یونینیں اجتماعی اقدام کے ذریعے اُجرت کی سطح اونچی کرنا چاہتی ہیں تو اُن کی کوشش اُس آہنی قانون کے خلاف بے سود جنگ نہیں ہوتی جو آخرکار حاوی ہونے والا ہے، بلکہ اِس کے برعکس اِن کا اقدام سماجی عنصر کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اس سے اِنھیں جو کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ اُن کے مستقبل کے روایتی معیارِ زندگی کو ڈھالتی ہے۔ اِس کشمکش کا نتیجہ فریقین کی قوت پر منحصر ہوتا ہے۔[1]

لیکن اِس کے باوجود کہ مارکس نے سوداکاری کی قوت کے اثر پر زور دیا اور مارکس کے خیالات سودہ کاری کے اُصول یا اُجرت کے "طاقتی" اُصول کے قبیل میں شمار ہوتے ہیں، تاہم اُس نے ریکارڈو سے اتنا انحراف نہیں کیا کہ وہ اِس معاملے کو بالکل ناقابلِ تعیّن اور غیر یقینی تصور کرتا۔ مثلاً اُس نے یہ نہیں فرض کیا کہ سرمایہ دارانہ نظامِ اُجرت کے ہوتے ہوئے بھی یہ ممکن ہے کہ ٹریڈ یونینوں کے اقدام کے ذریعے اُجرتیں بے روک بڑھائی جاتی رہیں اور منافع کشی جاری رہے۔ غرض یہ کہ مارکس کے خیالات پر کلاسیکی قانون کا غلبہ

(Value, Price and Profit, Ed. Eleamor Aveling, p. 85)

1۔ "ویلیو، پرائس اور پرافٹ" مولفہ الینر ایولنگ۔ صفحہ ۸۵۔

باقی رہا اگرچہ طبقاتی کشمکش کے "سماجی عنصر" نے اس کے اثرات کو شدت سے منعطف
کر دیا۔ رکارڈو کے برعکس کارل مارکس نے مالتھس کے نظریۂ آبادی کو نہیں تسلیم کیا بلکہ
حقیقت یہ ہے کہ اُس نے اِس نظریے کی تردید کی۔ چنانچہ اس جگہ کو پُر کرنے کے لیے
کسی ایسے نظریے کی ضرورت تھی جس کے تحت اِس کی وضاحت کی جا سکے کہ محنت
کی رسد کیسے متعین ہوتی ہے۔ اس کی تشریح مارکس کے اُس نظریے سے ہوتی ہے
جس کو اُس نے "محنت کے محفوظ ذخیرے" کا نام دیا۔ اس نظریے کو "اضافی بیش
آبادیت" کا قانون بھی کہا جاتا ہے۔ اِس قانون سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سرمایہ دارانہ
نظام میں کس طرح محنت کی رسد، یعنی روزگار تلاش کرنے والوں کی تعداد، محنت کی طلب
سے فاضل رکھی جاتی ہے۔ نظامِ اُجرت کی یہ قوتِ مدافعت جو سرمایہ دارانہ نظام کے
ساتھ مخصوص ہے، ہمیشہ اُجرتوں کے اضافے میں سدِ راہ رہتی ہے[۱]۔ اس کے بہت
سے طریقے ہوتے ہیں مثلاً انسانی محنت کی بجائے مشینوں کا استعمال، میعادی معاشی بحران
جو بیروزگاری پیدا کر کے اُجرتوں کی سطح پر دباؤ ڈالتے ہیں اور اُن بیرونی ممالک کو سرمائے
کی منتقلی جہاں نسبتاً سستی محنت کے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔

۶۔ اُجرت فنڈ کا نظریہ

رکارڈو نے گزر بسر کے نظریے کے ساتھ جو شرط رکھی
تھی وہ اِس امکان کا اعتراف تھا کہ ایک اصلاح پزیر
سماج میں اُجرتیں گزر بسر کی سطح سے اوپر بھی جا سکتی ہیں اور غیر معینہ مدت تک اوپر رہ سکتی
ہیں۔ چنانچہ اب طلب کے پہلو پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ وہ نظریہ جس میں اِس پہلو پر
تاکید تھی اُجرت فنڈ کے نظریے کے نام سے مانا گیا۔ اِس نظریے میں اگرچہ تاکید مختلف
تھی تاہم اِس کے شارحین اِس کو رکارڈو کے خیالات کا بدل نہیں بلکہ ایک شاخ کہتے

۱۔ اس کی ایک اہم وجہ موجودہ معاشی نظام کا یہ رُجحان تھا کہ توجہ منافع کی شرح اور نظام کی اُس سعی پر
مرکوز رہے جو اس شرح کو کم ہونے سے روکتی ہے۔

اُجرتیں تھے۔ اُس زمانے میں عام طور سے اَصل کو صرف اُجرتوں کی پیشگی پر مشتمل سمجھا جاتا تھا، یعنی وہ رقم جو مال کی متوقع تکمیل اور فروخت کی بنیاد پر قوت محنت کی خرید پر صَرف کی جاتی تھی۔ یہ تصور کرنا قدرتی تھا کہ محنت کی طلب اصل کے موجود ذخیرے پر منحصر ہوتی ہے اور اجتماع اصل کے مطابق گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ چنانچہ اب اُجرت کی سطح ایک سادہ تقسیم سے معلوم کی جا سکتی تھی، یعنی اصل (اُجرت فنڈ) کی اُس مقدار کو جو سرمایہ داروں نے پیشگی اُجرت کے لیے متعین کر رکھی تھی اُجرت کمانے والوں کی تعداد سے تقسیم کر دیا جائے۔ بقول جان اسٹوورٹ مِل "اُجرتیں نہ صرف اصل اور آبادی کی نسبت سے متعین ہوتی ہیں بلکہ مسابقتی قاعدوں کے تحت کسی دوسری چیز سے متاثر ہو ہی نہیں سکتیں۔"

اِس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نظریہ پرانے نظریے کے بے لوچ پن سے ایک طرح کی مراجعت تھی۔ غالباً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب ایک طویل المدت، جابہ جبری نظریہ وضع کرنے کی کوشش ترک کر دی گئی تھی اور اس کے بجائے ایک بدلتی ہوئی دنیا میں اُجرتوں کی حرکت کی تشریح کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اب کوئی واحد سطح توازن نہیں تھی جس پر اُجرتوں کو بہر حال واپس آنا تھا اور جو قوتِ محنت کے مصارفِ پیداوار میں متعین ہوتی تھی بلکہ اب ایک بدلتی ہوئی "قدرتی شرح" تھی جو اصل اور آبادی کے بدلتے ہوئے تناسب سے متعین ہوتی تھی۔ یہ درست ہے کہ اِس نظریے کے شارحین اب بھی مالتھیس کے قانونِ آبادی پر یقین رکھتے تھے۔ لیکن اب وہ اُجرتوں پر اُس کے اثر کے بارے میں کم از عافیت پسند تھے۔ اب اُجرت کی سطح اونچی کرنے کی صرف یہ صورت تھی کہ اضافۂ آبادی کو روکا جائے اور اُس کی شرح اجتماعی اصل کے اضافے کی شرح سے کم رکھی جائے۔ آیا ایسا ہو سکتا تھا یا نہیں، اِس بارے میں وہ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے لیکن ایسا ہو سکنے کے امکان سے اب وہ انکار نہیں کرتے تھے۔

تاہم یہ نظریہ بھی کافی بے لوچ تھا۔ اِس کا بنیادی مقصد یہ بدیہی نتیجہ نکالنا تھا کہ ٹریڈ یونین اقدام کی معاملہ کاری کی قوت کے ذریعے اُجرتوں کو بحیثیت مجموعی نہیں بدلا جا سکتا تھا اور یہ کہ کوئی بھی ایسا قدم جس سے اجتماعِ اصل میں رخنہ پڑتا ہو (مثلاً امیروں پر ٹیکس لگانا، غریبوں کی امداد کرنا) مُضر ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اُجرت فنڈ کم ہو جائیگا اور اُجرتیں گر جائیں گی۔ چنانچہ مزدوروں کی بہتری کی اُمید صرف اسی میں تھی کہ وہ اپنے خاندانوں کو بڑھنے سے روکیں اور اپنے آقاؤں کی خوشحالی بڑھانے میں مدد کریں۔ وکٹورین عہد کے بیشتر حصّے میں ماہرینِ معاشیات مزدوروں اور یونینوں کو یہی تلقین کرتے رہے اور اُنھیں اُن طریقوں کا بھولا پن سمجھاتے رہے، مثلاً یہ کہ اگر مزدوروں کا کوئی گروہ قانون یا یونین کے اقدام کے ذریعے اپنی اُجرتیں بڑھوا لیتا ہے تو اُجرت فنڈ میں دوسرے مزدوروں کے لیے رقم کم رہ جائیگی۔ چنانچہ باقی کو یا تو کم اُجرت پر کام کرنا پڑیگا یا بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اس کے برعکس اگر مزدوروں کے ایک گروہ کو کم اُجرت قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تو اُس کی وجہ سے مزدور طبقے کا بحیثیت مجموعی کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ اُجرت فنڈ میں زیادہ رقم بچ رہیگی جس سے دوسروں کو روزگار مِل سکے گا۔ غرضیکہ ٹریڈ یونین یا سرکار کا کوئی بھی اقدام جو اجتماعِ اصل میں رخنہ ڈالے یا مزدوروں کو پہلے سے زیادہ بچّے پیدا کرنے کی ترغیب دے، یقیناً مُضر ہوگا۔ مسز مارسٹ نے اپنی مقبول کتاب میں اپنی شاگرد مسز بی کو یہ سارا مسئلہ اِس طرح سمجھایا ہے: "اُجرت کی شرح کا انحصار اِس پر ہے کہ ملک کی محنت کش آبادی کے مقابلے میں سرمائے کا تناسب کیا ہے۔ یہ تناسب ہی اُجرتیں متعین کرتا ہے بشرطیکہ اُجرتوں کو اپنی راہ چلنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ یہ تناسب ہی محنت کی طلب پیدا کرتا ہے یا ختم کرتا ہے..... اگر مزدوروں کی تعداد برقرار رہے تو اصل کے اضافے کے ساتھ اُجرتوں کی شرح بڑھیگی اور اصل کی تخفیف کی صورت میں اُجرتیں گھٹیں گی۔

اُجرتیں

ریاضی داں اِس بات کو یوں کہے گا کہ اُجرتوں کی شرح اصل کی مقدار کے ساتھ براہِ راست اور مزدوروں کی تعداد کے ساتھ معکوس طریقے سے بدلتی ہے.... اگر سرمایہ ہے تو غریبوں کو ہمیشہ روزگار ملے گا اِس لیے محنت کی طلب اصل پر منحصر ہوگی۔[1] اِس سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا تھا کہ امیروں پر جتنا ٹیکس لگایا جائیگا اور اُن کی خوشحالی جتنی کم کیجائیگی تو روزگار مہیا کرنے کے لیے اتنا ہی کم سرمایہ فراہم ہوگا۔ مسز مارسٹ نے غریبوں کی امداد کے قانون پر یوں روشنی ڈالی ہے: "اِس میں غریبوں کا یہ نقصان ہے کہ مزدوروں کی قیمت گر جاتی ہے۔ سرمایہ دار کو جو رقم غریبوں کو امداد کے لیے دینی پڑتی ہے اُس کی وجہ سے مزدوروں کی اُجرت لازمی طور سے گھٹ جاتی ہے کیونکہ اگر ٹیکس نہ ہوتا تو سرمایہ دار کے پاس ٹیکس کے بقدر سرمایہ زیادہ ہوتا جس کے نتیجے میں محنت کی طلب بڑھتی اور اُجرتوں میں اضافہ ہوتا۔"[2] خیرات یا کریم النفسی (چاہے نجی سطح پر ہو یا سرکاری) معاشیات اِس بےپناہ قانون کا رخ نہیں بدل سکتی۔

اِس لحاظ سے کہ عادتوں اور رواج کی تبدیلی کا اثر ضروری تصور کیے جانے والے معیار پر پڑتا ہے اور اس طرح محنت کی رسد متاثر ہوتی ہے۔ یہ تبدیلیاں اُجرت فنڈ کے نظریے کی بھی اتنی ہی اہم شرط تھیں جتنی گزر بسر کے نظریے کی۔ اگر رواج کا اثر اہم تھا تو محنت کی رسد کو بدلنے اور قوتِ محنت کی "قدرتی قیمت" میں تبدیلی لانے کی ایک صورت یہ تھی کہ اُجرتیں بڑھا دی جائیں۔ اِس میں ٹریڈ یونینوں کی دخل اندازی وہی صورت پیدا کر سکتی ہے جس میں یہ اضافہ مستقل صورت اختیار کرلے۔ جب تک مالتھس کے

(Conversation on Political Economy, pp. 109, 117-18, 130.)

(Ibid, p. 164)

۱۔ کنورسیشن آن پالیٹیکل اکانومی۔ صفحات ۱۰۹، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۳۰

۲۔ ایضاً۔ صفحہ ۱۶۴

نظریے کا بول بالا تھا لوگ یہ یقین کرنے پر نہیں آمادہ تھے کہ اگر گزر بسر والی غذا میں ایک لُقمے کا اضافہ کر دیا گیا تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ اُسے کھانے کے لیے ایک اور بچہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ وہ رواج کو بس اتنی اہمیت دیتے تھے کہ یہ اضافۂ آبادی کے قدرتی قانون کے نفاذ میں صرف تاخیر پیدا کر سکتا ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آنے لگی کہ جن لوگوں کا معیارِ زندگی اونچا ہوتا ہے اُن کے یہاں شرحِ پیدائش اونچی نہیں بلکہ نیچی ہوتی ہے[1]۔ چنانچہ بچوں کے مرنے کی شرح میں کمی کا لحاظ رکھنے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ معیارِ زندگی کی اونچائی اضافۂ آبادی کی شرح کو کم کرتی ہے۔ اِس لیے محنت کی رسد پر اُجرتوں کے اضافے کا گہرا اثر پڑ سکتا ہے اور یہ اثر مالتھس کے فرض کردہ اثر کے برعکس ہو سکتا ہے۔

اونچی اُجرت کی کفایت کے اُصول کا ذکر پہلے باب میں آ چکا ہے۔ اِس اصول نے اِس نظریے کے لیے دوسری شرط فراہم کی کیونکہ اس اصول کے مطابق محنت کی پیدآوری بڑی حد تک اُجرت کی سطح سے متعین ہوتی ہے اور اگر اُجرت کے بڑھنے سے کارکردگی بڑھ سکتی ہے تو غالباً اس کی وجہ سے آجروں کی محنت کی طلب بھی بڑھ سکتی تھی اور انھیں محنت کی خرید کے لیے زیادہ رقم متعین کرنے پر آمادہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ اُجرتوں کا اضافہ نہ صرف محنت کی رسد کو متاثر کر سکتا تھا بلکہ اُجرت فنڈ کے حجم پر بھی اثر انداز ہو کر محنت کی رسد کو اُس سمت موڑ سکتا تھا جو اُجرت فنڈ نظریے کے حامیوں کی فرض کردہ سمت کے برعکس تھی۔ اس شرط سے اور سرمائے کے بدلے ہوئے تصور سے متاثر ہو کر ماہرینِ معاشیات نے صدی کے آخر میں یہ کہنا شروع کیا کہ اُجرتوں کے لیے مختص اصل کوئی ذخیرہ نہیں بلکہ ایک "دھارا" ہے۔ اب یہ وہ بے لوچ

[1] فرانساؤ سیمینر اِس بیان سے مستثنیٰ تھے۔ انھوں نے کافی پہلے کہا تھا کہ اُجرتوں کی سطح میں مسلسل اِضافے کی توقع اسی وجہ سے کی جا سکتی ہے۔

زخیرہ نہیں تھا جو صرف اس صورت میں آہستہ آہستہ بڑھ سکتا تھا کہ جب صنعت کی زائد پیداوار بڑھے اور ساتھ ہی اجتماع اصل میں اضافہ واقع ہو۔ اب اِس کی شکل رواں سرمائے کی تھی جس کی مقدار تیزی سے بدل سکتی تھی اور جس کے گھٹنے بڑھنے کا انحصار اس پر تھا کہ آیا سرمایہ لگانے والا طبقہ اپنی مسرّت پر روپیہ خرچ کرنے کی بجائے مستقبل کے منافع کو ترجیح دیتا تھا، یعنی وہ اپنی دولت خرچ کرنا چاہتا تھا یا اُس کو بیوپار میں لگانا چاہتا تھا۔ آمدنی کی نکاس کے دو راستے ہیں ـــــ خرچ کرنا اور سرمایہ لگانا آمدنی اِن دو راستوں کے درمیان اپنا رُخ بدل سکتی ہے۔ بہاؤ ایک طرف بڑھے تو دوسری طرف گھٹتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ چند ماہ یا سال کی عارضی مدّت کے لیے وہ حقیقی فنڈ جس سے اُجرتیں ادا کی جا سکتی ہیں اِن معنوں میں ثابت ہو کہ غذائی اشیا کی دستیابی فی الحال بہت محدود رہے۔ اس بنا پر یہ کہا جاتا تھا کہ اگر مزدوروں کو زیادہ رقم دی گئی تو بھی ضروری اشیا کی رسد تو بڑھ نہیں سکتی لیکن یہ ضرور ہوگا کہ بڑھے ہوئے صرف کی وجہ سے اِن اشیا کی قیمتیں چڑھ جائینگی۔ لیکن جیسا مارکس نے ۱۸۶۵ء میں اُجرت فنڈ کے نظریے کے حامیوں کو جواب دیا تھا، یہ بے لوچ پن صرف تھوڑی مدّت کے لیے تھا۔ کچھ عرصہ بعد ضروری اشیا کی بڑھی ہوئی طلب کے دباؤ سے ان کی رسد بڑھیگی اور اُن تعیشات کی جگہ پر جنہیں امیر لوگ خریدتے تھے، اب یہ اشیا زیادہ پیدا کی جانے لگیں گی۔ سرمایہ اور محنت دونوں کم نفع بخش کاموں کی طرف سے ہٹ کر زیادہ نفع بخش کاموں کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔ نقل و حرکت کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہیگا جبتک کہ صنعت کے ایک شعبے کی رسد بڑھی ہوئی طلب کے برابر نہ پہنچ جائے اور دوسرے شعبے کی رسد گھٹی ہوئی طلب کے مطابق کم نہ ہو جائے۔

۷۔ مختتم پیدا آوری کا نظریہ

یہ دیکھ کر کہ اُجرت فنڈ کے نظریہ کے ساتھ جو شرائط منسلک ہیں وہ واقعی اہم ہیں،

اُجرت کا اصول

ماہرینِ معاشیات نے اُنیسویں صدی کے آخر میں اِس نظریے کو ترک کر دیا اور اپنی توجہ طلب کے نظریے پر مرکوز کر دی جو نسبتاً کم بے لوچ تھا۔ بعض ماہرینِ معاشیات خصوصاً مارشل کا خیال تھا کہ اِس نظریے میں تاکید کافی مختلف ہے جس کے تحت محنت کی طلب کا تعین خود محنت کی پیداآوری سے ہوتا ہے نہ کہ سرمایہ داروں کے پہلے سے کر لیے گئے فیصلوں سے کہ انھیں کتنا سرمایہ لگانا ہے۔ اب چونکہ محرک سرمایہ کوئی مثبت فنڈ نہیں تھا بلکہ گھٹنے بڑھنے والا بہاؤ تھا اِس لیے زور اس پر تھا کہ اگر محنت کی پیداآوری میں اضافہ ہوتا ہے (چاہے وہ محنت کی کارکردگی یا دوسرے عوامل کی وجہ سے) تو اس کی وجہ سے سرمائے کا بہاؤ بڑھ جائیگا اور ساتھ ہی محنت کی طلب بڑھ جائیگی۔ لیکن نئے نظریے میں روایت سے جو انحراف پایا جاتا ہے اُس کو بہت زیادہ اہمیت دینا عقلمندی نہیں ہے۔ بہت سے ماہرینِ معاشیات نے مختتم پیداآوری کے نظریے میں پرانے نظریے کی بنیادی باتوں کو جس حد تک باقی رکھا وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو خود خال پر زور دینے والے سمجھتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اب محنت کی طلب کو کسی ثابت ذخیرے پر مشتمل نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ مانا جاتا تھا کہ یہ گھٹ بڑھ سکتی ہے اور محنت کی پیداآوری سے بہت جلد متاثر ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ اب اِس کی وضاحت کر دی گئی تھی کہ محنت کی طلب کا پیداآوری کی تبدیلی سے کیا تعلق ہے۔ لیکن اِس کے باوجود اُونچی اُجرتوں کی کفایت کے حقائق کا لحاظ رکھا گیا تھا، پرانے نظریے کے بہت سے ضمنی نتائج کمزور نہیں ہوتے تھے بلکہ اِنھیں تقویت ملی تھی۔ مثلاً یہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر محنت کی طلب لچکدار ہے اور پیداآوری بڑھائے بغیر اُجرتوں کو قدرتی سطح سے اُٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو اُس کا مُضر نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ مزدوروں کو روزگار دینے کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے وہ برقرار رہنے کے بجائے سُکڑ جائے گی۔

اس نظریے نے جو شکل اختیار کی اس میں اُنیسویں صدی کی آخری چوتھائی

اُجرتیں

کے ماہرین معاشیات کی اس بڑھتی ہوئی عادت کا بڑا دخل تھا کہ وہ حواشی میں ہلکے سے
اضافے یا ہلکی سی تخفیف کے نتائج میں بڑی دلچسپی لینے لگے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب
ماہرین معاشیات کسی شے کی قیمت کا تجزیہ اس لحاظ سے کرنے کی کوشش کر رہے تھے
کہ ایک شے کی دی ہوئی رسد کی حاشیائی اکائی سے صارف کو کتنا افادہ حاصل ہوتا ہے
یا کتنی تشفی ملتی ہے۔ مثلاً اگر گیہوں کی رسد ۱۰۰ بشل ہے تو فی بشل قیمت کسی نہ کسی
صارف کو حاصل ہونے والے سو دیں بشل کی افادیت کے برابر ہوگی۔ اس سے نتیجہ اخذ
ہوتا تھا کہ قوتِ محنت کی قیمت کی بھی وضاحت یونہی کی جا سکتی تھی، یعنی اس کی حاشیائی
افادیت کسی خریدار کے لیے کیا تھی۔ لیکن چونکہ خانگی ملازموں کو چھوڑ کر باقی محنت سے
صارف کی ضروریات کی براہِ راست تشفی نہیں ہوتی بلکہ یہ تشفی بالواسطہ اُن اشیا
سے ہوتی ہے جو محنت پیدا کرتی ہے اس لیے محنت کی کسی دی ہوئی رسد میں محنت
کی قیمت اس فاضل پیداوار سے متعین ہوگی جو محنت کی رسد میں حاشیائی اکائی کے
اضافے سے واقع ہوتی ہے۔ آجر کی نظر میں اُس کی خرید کردہ قوتِ محنت کی وقعت
صرف وہ پیداوار ہے جو اُسے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً یہ فیصلہ کرتے وقت کہ آیا اُس کو
مزید دس مزدور رکھنے چاہئیں وہ یہ حساب لگائے گا کہ ان دس مزدوروں کے اضافے
سے کارخانے کی پیداوار کتنی بڑھے گی۔ یہ "خالص پیداوار" (یعنی خام مال کے ضمنی مصارف
کی منہائی کے بعد) ہی ان دس مزدوروں کی افادیت متعین کرتی ہے اور اسی پر اس کا
انحصار ہے کہ آجر کی قیمت طلب کیا ہوگی اور وہ کتنی مزید رقم اُجرتوں کی مد میں رکھنے پر
آمادہ ہوگا، یعنی وہ زرِ اصل کو کس حد تک بڑھاتے رہنا اُس کے لیے مفید ہوگا۔ اس سے
یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر روزگار کے متلاشی مزدوروں کی ایک تعداد فرض کر لی جائے
تو مزدوروں کو حاصل کرنے کے لیے آجروں کی مسابقت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُجرت
اُس "خالص پیداوار" کے برابر آجائے گی جو حاشیائی اکائیوں کے اضافے سے حاصل

میں آتی ہے، یعنی حاشیائی اکائیوں کی وجہ سے مجموعی پیداوار میں جتنا اضافہ ہوتا ہے
اُجرتیں اُس سطح سے اوپر نہیں جا سکتیں اور اگر جائیں گی تو محنت کی رسد کی حاشیائی
اکائیاں بیروزگار ہو جائیں گی کیونکہ ان کی لاگت اِن کی پیداوار سے زیادہ ہو گی۔ مشینوں
اور آلات کو قائم رکھتے ہوئے اگر عملے میں ایک مزدور کا اضافہ کیا جائے تو اس
مزدور کی زائد پیداوار کا اِنحصار اس پر ہو گا کہ پہلے سے کتنا عملہ کام کر رہا ہے۔ عملہ
جتنا بڑا ہو گا مزید مزدور کی زائد پیداوار اتنی ہی کم ہو گی۔ دوسرے لفظوں میں
یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک مشین پر زیادہ آدمی لگا کر پیداوار زیادہ حاصل کرنے کی
کوشش "قانونِ تقلیلِ حاصل" کی طابع ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی ایک حد ہوتی ہے کہ
کوئی فرم، صنعت، یا ملک دیے ہوئے قدرتی وسائل اور سرمائے کی پیشِ نظر
دی ہوئی اُجرت پر کتنے آدمیوں کو نفع بخش طریقے سے کام سے لگایا جا سکتا ہے۔
سرمائے کی رسد (سرمایہ کار اپنے اصل پر منافع کی جو شرح چاہتے ہیں)، قدرتی
وسائل کی رسد، محنت کی پیدا آوری اور صنعتی تکنیک کی حالت کو اگر قائم مان لیا جائے
تو اُجرت کی ایک خاص سطح پر ہی تمام لوگوں کو روزگار مل سکتا ہے۔ اگر مزدور اس
سطح سے زیادہ اُجرت طلب کرتے ہیں تو کچھ لوگوں کا بیروزگار ہونا لازمی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ نظریہ اپنے پیش رو نظریوں کے مقابلے میں بہت زیادہ عمیق
اور زیادہ جاذب تھا۔ چنانچہ بہت سے ماہرین معاشیات نے اِس کا خیر مقدم کرتے
ہوئے اِس کو ایک ایسی دریافت بتایا جو نہ صرف اُجرتوں بلکہ آمدنی کی عام تقسیم
کا ایک جامع نظریہ پیش کرتی تھی۔ پروفیسر جے۔ بی۔ کلارک نے، جو اِس نظریے کے
اولین شارحوں میں سے تھے، اس کو اُجرتوں کا وہ "قدرتی قانون" بتایا جو زمان و مکان
کی قید سے آزاد تھا۔ جیوانس نے الفاظ کی گہرائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزدور
کے اُس کی "پیداوار کی جائز قیمت" پانے کی بات مبہم انداز میں کہی۔ بہت سے لوگ

اُجرتیں

اِس بات پر اطمینان محسوس کر رہے تھے کہ اب یہ قطعی طور پر کہا جاسکتا تھا کہ محنت
کا اِنعام اُس کی پیداآوری کے ساتھ گھٹتا بڑھتا ہے۔ اِس سے یہ مطلب نکالا جاتا
تھا یا فرض کر لیا جاتا تھا کہ اُجرتیں اِس بات کا پیمانہ تھیں کہ سماج کی نگاہ میں مزدور
کی خدمات کی کیا قدر ہے اور بعض معنوں میں یہ قدر اُس قیمت سے زیادہ اہم تھی
جو مخصوص حالات کے تحت بازار میں لگتی تھی۔ لیکن "پیداآوری" "خدمات" اور "قدر"
مُبہم الفاظ تھے اور سمجھدار لوگ یہ جانتے تھے کہ یہ نظریہ بذاتِ خود اُجرت کا
مکمل نظریہ نہیں تھا۔ طلب کے دوسرے نظریات کی طرح اِس نظریے کے نامکمل
ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے اِس بات کی وضاحت نہیں ہوتی تھی کہ محنت
کی طلب کس طرح متعین ہوتی ہے اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ محنت کی خالص
مختتم پیداوار کیا ہے، محنت کی ایک دی ہوئی طلب فرض کرنی پڑتی تھی۔ محنت
کی رسد کے بارے میں بھی بہت سی باتیں اَن کہی چھوڑ دی گئی تھیں۔ اِس کے باوجود
کہ اس نظریے میں اُجرت اور پیداآوری کے درمیان رشتے کی زیادہ وضاحت کی گئی تھی
تاہم اُن پیچیدہ اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے والے عوامل پر بہت کم روشنی ڈالی
گئی تھی جن پر پیداآوری کا انحصار تھا۔ جیسا مارشل نے کہا تھا: "کبھی کبھی اِس
نظریے کو اُجرت کے نظریے کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ایسا سمجھنے کا کوئی جواز
نہیں ہے۔ یہ اصُول کہ ایک مزدور کی کمائی اُس کی خالص پیداوار کے برابر ہوتی ہے
بذاتِ خود کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ خالص پیداوار کو ناپنے کے لیے ہمیں اُجرت کے
علاوہ باقی تمام مصارفِ پیداوار کو دیا ہوا فرض کرنا پڑتا ہے"۔[1]
یہ بات اہم ہے اور ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ محنت کی "خالص مختتم پیداوار"

۱۔ اصولِ معاشیات، مارشل صفحہ ۵۱۸۔ مارشل نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اعتراض جائز نہیں ہے کہ یہ نظریہ اُجرت متعین کرنے والے صرف ایک سبب پر روشنی ڈالتا ہے۔ پہلے ایڈیشن میں مارشل نے اس کے بارے میں کہا تھا کہ یہ قانونِ اُجرت کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔

کے ساتھ وابستہ ہے۔ بچت کی یہ لاگت سرمائے کے بہاؤ کو روکتی ہے۔ سرمایہ کاروں
اِس نارضامندی کو جب رقم میں بیان کیا جاتا ہے تو وہ سرمائے کی قیمتِ رسد ہوتی
ہے۔ بچت کی اِس نارضامندی پر قابو پانے اور سرمائے کو صنعت کی طرف رجوع
کرنے کی جو قیمت ہوتی ہے، یعنی قیمتِ رسد، وہ اِس پر منحصر ہو گی کہ سالانہ کتنی
بچت درکار ہے۔ اگر زیادہ بچت درکار ہے تو قیمت رسد زیادہ ہو گی اور کم
بچت درکار ہے تو کم۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت قلیل نئے سرمائے کے لیے قیمت رسد
بہت معمولی ہو سکتی ہے کیونکہ امیروں کے پاس ایسا روپیہ ہو سکتا ہے جو وہ خرچ نہ کر پاتے
ہوں اور بچ رہا ہو اور جسے لگا کر وہ شاید برائے نام نفع حاصل کر سکتے ہوں۔ چنانچہ نئے
سرمائے کی مختلف مقداروں کی قیمتِ رسد ایک گوشوارے کی شکل میں ظاہر کی جا سکتی
ہے جس کو مارشل نے "قیمت رسد کا گوشوارہ" یا سِلکِ رسد کہا ہے۔ یہ خط مختلف
مقداروں کی قیمتِ رسد کو جوڑتا ہے[1]۔ اگر اِس نظریے کا مقابلہ اُجرتی فنڈ کے نظریے
سے کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِس قسم کا گوشوارہ اُن حدود کا تعین کرتا ہے جن کے
اندر اُجرتی فنڈ گھٹتا بڑھتا ہے گویا یہ فنڈ لچک دار ہے جو سال بہ سال اچھے منافع کی توقع
کے تحت بڑھتا رہتا ہے اور سرمایہ کاروں کی آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ اپنی طرف
رجوع کرتا رہتا ہے۔ اِسی طرح اگر منافع کی توقع کم ہوتی ہے تو یہ سکڑ جاتا ہے۔

جہاں تک محنت کی رسد کا سوال ہے مارشل کا خیال بظاہر یہ تھا کہ اس پر متوازی
عاملات کا اطلاق ہوتا ہے۔ محنت کی عام رسد کے بارے میں ان کا بیان محتاط ہے اور وہ
محنت کی عام رسد اور مخصوص محنت کی رسد میں فرق کرتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ
وہ اِس رسد کو ایک حد تک لچکدار سمجھتے ہیں جو اُجرت کی سطح میں تبدیلی کے ساتھ

[1] یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی صحیح تعریف یہ ہے کہ یہ سرمایہ کاری کی دی ہوئی شرحوں کی قیمتِ رسد ہیں۔
مائے کے مختلف اسٹاک کی بھی کفالتی قیمتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن متعلقہ کفالتی قیمتیں عموماً سرمائے
کے منافع سے بہت کم ہوں گی اور اُس حد تک بے عمل ہوں گی۔

اُجرتیں

بدلتی رہتی ہے اگرچہ یہ لچک اس سے بہت کم ہے جتنی پرانے ماہر معاشیات سمجھتے تھے۔ چنانچہ
اُجرت کی سطح دو طرح کی قوتوں سے متعین ہوگی، یعنی محنت کی طلب کی شرائط اور محنت کی
رسد کی شرائط۔ عام مقابلے کی حالت میں اُجرتیں طویل مدت میں اس سطح پر ہونگی
جہاں محنت کی حاصل رسد کی مختتم خالص پیداوار مختتم رسد کی قیمت کے برابر ہوگی۔
اِس کے باوجود اجرتیں نہ قیمت طلب سے متعین ہوتی ہیں اور نہ قیمتِ رسد سے بلکہ
اُن تمام اسباب سے متعین ہوتی ہیں جنکی طابع طلب اور رسد دونوں ہوتی ہیں۔
اِس سوال پر کافی بحث رہی ہے کہ آیا عام صنعت کے لیے

۹۔ محنت کی رسد محنت کی جو رسد ہوتی ہے وہ اُجرت میں تبدیلی کے ساتھ
براہِ راست بدلتی ہے یا نہیں۔ محنت کی رسد ایک ایسا فقرہ ہے جو کئی معنوں میں استعمال
ہو سکتا ہے۔ اِس سے ایک تو مُراد اُن مزدوروں کی تعداد سے ہو سکتی ہے جو روزگار
کے متلاشی ہیں۔ یہ تعداد نہ صرف مجموعی آبادی پر منحصر ہوگی بلکہ اِس پر بھی کہ آبادی کا
کتنا بڑا حصہ مفلس اور بے وسیلہ بنایا جا چکا ہے جس کے پاس روزی کمانے کا اور
کوئی راستہ نہیں ہے اور جس کو حالات نے بازارِ محنت میں روزگار تلاش
کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ محنت کی رسد سے دوسری مُراد یہ ہو سکتی ہے کہ ہر مزدور
کتنے گھنٹے کام کرنے پر آمادہ ہے۔ یہاں ایک آدمی کا ایک گھنٹے کا کام محنت کی اکائی مان
لیا جاتا ہے اور محنت کی رسد اس بنا پر کم یا زیادہ کہی جاتی ہے کہ ایک دن یا ایک
ہفتے میں کتنے گھنٹے کام ہوتا ہے۔ تیسری مُراد یہ ہو سکتی ہے کہ محنت کی رسد میں
کام کی شدت بھی شامل کر لیجائے۔ اِس صورت میں محنت کی اِکائی ایک ایسی
اِکائی بن جاتی ہے جس سے کام میں صَرف ہونے والی قوت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ
اگر مزدور زیادہ محنت سے کام کرتا ہے تو وہ محنت کی رسد میں اضافہ تصور کیا جائیگا۔
دوسری طرف کام کی مہارت اور کام کی شدت میں فرق ہے۔ مہارت کا تعلق محنت کی

کے ساتھ وابستہ ہے۔ بچت کی یہ لاگت سرمائے کے بہاؤ کو روکتی ہے۔ سرمایہ کاروں
دہ اِس نارضامندی کو جب رقم میں بیان کیا جاتا ہے تو وہ سرمائے کی قیمتِ رسد ہوتی
ہے۔ بچت کی اِس نارضامندی پر قابو پانے اور سرمائے کو صنعت کی طرف رجوع
کرنے کی جو قیمت ہوتی ہے، یعنی قیمتِ رسد، وہ اِس پر منحصر ہو گی کہ سالانہ کتنی
بچت درکار ہے۔ اگر زیادہ بچت درکار ہے تو قیمت رسد زیادہ ہو گی اور کم
بچت درکار ہے تو کم۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت قلیل نئے سرمائے کے لیے قیمت رسد
بہت معمولی ہو سکتی ہے کیونکہ امیروں کے پاس ایسا روپیہ ہو سکتا ہے جو وہ خرچ نہ کر پاتے
ہوں اور بچ رہا ہو اور جسے لگا کر وہ شاید برائے نام نفع حاصل کر سکتے ہوں۔ چنانچہ نئے
سرمائے کی مختلف مقداروں کی قیمتِ رسد ایک گوشوارے کی شکل میں ظاہر کی جا سکتی
ہے جس کو مارشل نے "قیمت رسد کا گوشوارہ" یا سیلکب رسد کہا ہے۔ یہ خط مختلف
مقداروں کی قیمتِ رسد کو جوڑتا ہے۔ اگر اِس نظریے کا مقابلہ اُجرتی فنڈ کے نظریے
سے کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِس قسم کا گوشوارہ اُن حدود کا تعین کرتا ہے جنکے
اندر اُجرتی فنڈ گھٹتا بڑھتا ہے گویا یہ فنڈ لچک دار ہے جو سال بہ سال اچھے منافع کی توقع
کے تحت بڑھتا رہتا ہے اور سرمایہ کاروں کی آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ اپنی طرف
رجوع کرتا رہتا ہے۔ اِسی طرح اگر منافع کی توقع کم ہوتی ہے تو یہ سکڑ جاتا ہے۔

جہاں تک محنت کی رسد کا سوال ہے مارشل کا خیال بظاہر یہ تھا کہ اس پر متوازی
حالات کا اطلاق ہوتا ہے۔ محنت کی عام رسد کے بارے میں اِن کا بیان محتاط ہے اور وہ
محنت کی عام رسد اور مخصوص محنت کی رسد میں فرق کرتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ
وہ اِس رسد کو ایک حد تک لچکدار سمجھتے ہیں جو اُجرت کی سطح میں تبدیلی کے ساتھ

؎ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی صحیح تعریف یہ ہے کہ یہ سرمایہ کاری کی دی ہوئی شرحوں کی قیمتِ رسد ہیں۔
مائے کے مختلف اسٹاک کی بھی کفالتی قیمتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن متعلقہ کفالتی قیمتیں عموماً سرمائے
کے منافع سے بہت کم ہونگی اور اُس حد تک بے عمل ہونگی۔

اُجرتیں

بدلتی رہتی ہے اگرچہ یہ لچک اُس سے بہت کم ہے جتنی پرانے ماہر معاشیات سمجھتے تھے۔ چنانچہ
اُجرت کی سطح دو طرح کی قوتوں سے متعین ہوگی، یعنی محنت کی طلب کی شرائط اور محنت کی
رسد کی شرائط۔ عام مقابلے کی حالت میں اُجرتیں طویل مدت میں اس سطح پر ہونگی
جہاں محنت کی حاصل رسد کی مختتم خالص پیداوار مختتم رسد کی قیمت کے برابر ہوگی۔
اِس کے باوجود اجرتیں نہ قیمت طلب سے متعین ہوتی ہیں اور نہ قیمتِ رسد سے بلکہ
اُن تمام اسباب سے متعین ہوتی ہیں جنکی طابع طلب اور رسد دونوں ہوتی ہیں۔
اِس سوال پر کافی بحث رہی ہے کہ آیا عام صنعت کے لیے
۹۔ محنت کی رسد محنت کی جو رسد ہوتی ہے وہ اُجرت میں تبدیلی کے ساتھ
براہِ راست بدلتی ہے یا نہیں۔ محنت کی رسد ایک ایسا فقرہ ہے جو کئی معنوں میں استعمال
ہوسکتا ہے۔ اِس سے ایک تو مُراد اُن مزدوروں کی تعداد سے ہوسکتی ہے جو روزگار
کے متلاشی ہیں۔ یہ تعداد نہ صرف مجموعی آبادی پر منحصر ہوگی بلکہ اِس پر بھی کہ آبادی کا
کتنا بڑا حصّہ مُفلس اور بے وسیلہ بنایا جا چکا ہے جس کے پاس روزی کمانے کا اور
کوئی راستہ نہیں ہے اور جس کو حالات نے بازارِ محنت میں روزگار تلاش
کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ محنت کی رسد سے دوسری مُراد یہ ہوسکتی ہے کہ ہر مزدور
کتنے گھنٹے کام کرنے پر آمادہ ہے۔ یہاں ایک آدمی کا ایک گھنٹے کا کام محنت کی اکائی مان
لیا جاتا ہے اور محنت کی رسد اِس بنا پر کم یا زیادہ کہی جاتی ہے کہ ایک دن یا ایک
ہفتے میں کتنے گھنٹے کام ہوتا ہے۔ تیسری مُراد یہ ہوسکتی ہے کہ محنت کی رسد میں
کام کی شدّت بھی شامل کرلی جائے۔ اِس صورت میں محنت کی اِکائی ایک ایسی
اِکائی بن جاتی ہے جس سے کام میں صَرف ہونے والی قوت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ
اگر مزدور زیادہ محنت سے کام کرتا ہے تو وہ محنت کی رسد میں اضافہ تصوّر کیا جائیگا۔
دوسری طرف کام کی مہارت اور کام کی شدّت میں فرق ہے۔ مہارت کا تعلق محنت کی

مقدار سے اِتنا نہیں ہے جتنا محنت کی قسم سے۔

پہلی نظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُجرتیں جتنی ہی اونچی ہوں گی اُتنی ہی زیادہ کام کرنے کی خواہش اور رغبت ہوگی اور اُتنی ہی زیادہ محنت کی رسد ہوگی۔ اُجرتیں کم ہونے کی صورت میں اِس کے برعکس ہوگا۔ لیکن ایک بہت اہم بات ہے جو اِس رجحان کے برعکس عمل پیرا رہتی ہے۔ وہ یہ کہ بازار محنت میں آبادی کے اتنے بڑے حصّے کے آنے اور اُجرت پر کام کے لیے خود کو پیش کرنے کی وجہ اُن کی غربت ہے، یعنی روزی کمانے کا کوئی دوسرا راستہ اُن کے پاس نہیں ہے۔ اُجرت کمانے والا طبقہ جتنا ہی مُفلس اور بے وسیلہ ہوگا اتنی ہی کم قیمت پر وہ اپنی قوتِ محنت بیچنے پر آمادہ ہوگا۔ اِسی طرح برعکس صورت میں نتیجہ برعکس ہوگا۔ لوگوں کی آمدنی جتنی ہی تھوڑی ہوگی اتنی ہی زیادہ قدر ہر مزید روپے کی اُن کی نگاہ میں ہوگی۔ چنانچہ وہ کام کرکے مزید ایک روپیہ کمانے کے اتنے ہی زیادہ خواہشمند ہوں گے۔ بالفاظِ دیگر محنت کی قیمتِ رسد روپیوں میں یا کسی دوسری چیز میں اتنی ہی کم ہوگی۔[1] اِس عُنصر کا اثر اتنا شدید ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے اُجرت کی سطح اور محنت کی رسد کا جو بظاہر رشتہ ہم نے پچھلے باب میں دیکھا تھا وہ بالکل اُلٹ جائے۔ اُجرتوں میں تخفیف کی وجہ سے محنت کی رسد تین طرح بڑھ سکتی ہے: ہو سکتا ہے کہ مُفلسی کی وجہ سے کافی تعداد میں عورتیں اور نوجوان روزگار تلاش کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِس کی وجہ سے موجودہ کام کرنے والوں کو زیادہ وقت یا زیادہ شدّت سے کام کرنا پڑ رہا ہو۔ اِس میں شک نہیں کہ اِس عمل کی ایک حد ہوگی۔ مثلاً اگر کام کا عرصہ اور کام کی شدّت ایک حد سے بڑھ جاتی ہے تو مزدور کی صحت پر اُس کا خراب اثر پڑیگا اور اُس کی عمرِ کار گھٹ جائیگی جس کا

---

[1] اِس کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ آمدنی کی حاشیائی اِفادیت آمدنی گھٹنے بڑھنے کے مطابق کم یا زیادہ ہوگی۔

اُجرتیں

نتیجہ یہ ہوگا کہ آگے چل کر محنت کی رسد کم ہو جائیگی۔ اِس کے برعکس اُجرتوں کے بڑھنے کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ مزدور اپنی آمدنی بڑھانے کے بجائے زیادہ فرصت سے لطف اندوز ہونا چاہیں اور اِس طرح اُجرت بڑھنے کے فائدے کی کچھ نفی ہو جائے۔ اِس کی بھی شہادت ملتی ہے کہ اُجرتوں کی سطح میں تبدیلی کا اثر شرح پیدائش پر پڑ سکتا ہے۔ یہ خصوصاً وہاں ہو سکتا ہے جہاں ضبطِ تولید کے طریقے عام طور سے لوگ جانتے ہیں۔

۱۰۔ ایجادات اور اُجرتیں

محنت کی طلب پر ایک اور چیز کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے جس کی طرف ہم نے ابتک بہت کم توجہ دی ہے۔ وہ ہے صنعت کی تکنیکی حالت۔ اگر تکنیکی حالت ناقابلِ تبدیل ہے اور ایسی ہے کہ ہر مشین پر آدمیوں کی مقررہ تعداد کی ضرورت ہوتی ہے تب تو اُجرت فنڈ کے حامیوں کے مفروضے کے مطابق یہی ہوگا کہ محنت کی طلب میں تبدیلی سرمائے کی رسد میں تبدیلی پر منحصر ہوگی، یعنی جتنا زیادہ سرمایہ ہوگا اتنی ہی زیادہ مشینیں ہوں گی اور اتنے ہی زیادہ آدمی ان مشینوں کو چلانے کے لئے درکار ہوں گے۔ لیکن یہ تکنیکی شرائط پہ سختی سے عمل درآمد کرنا تھوڑے عرصے کے لیے تو ممکن ہے لیکن طویل مدت میں ایسا ممکن نہیں ہے کہ مشینیں اور طریقِ عمل نہ بدلیں۔ طویل مدت میں ایسے بڑے خراد کی مشینیں اور بڑے انجن رائج ہو سکتے ہیں جنکے لیے مزید آدمیوں کے رکھنے کی ضرورت نہ ہو یا ایسی خودکار مشینیں ایجاد ہو سکتی ہیں جن پر پہلے کے مقابلے میں صرف ایک آدمی کام کرتا ہو۔

عام طور سے ایک صنعت میں لگا سرمایہ دو دھاروں میں تقسیم ہوتا ہے ان میں سے ایک قائم سرمایہ ہوتا ہے جو مشینوں اور کارخانے کی شکل میں ہوتا ہے اور دوسرا دائر سرمایہ جس سے خام مال اور قوتِ محنت کی خرید ہوتی ہے۔ دائر سرمایہ دو مزید حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ایک حصّہ وہ جس سے خام مال خریدا جاتا ہے

اور دوسرا مزدوروں کو رکھنے کے لیے جس کو مارکس نے متغیر سرمایہ کہا ہے، یعنی جسے گردش کرتا ہوا اُجرت فنڈ کہا جا سکتا ہے۔ اِن دو دھاروں میں سرمائے کی تقسیم کا رُجحان کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہر دھارے کے سِرے پر منافع کی سطح برابر ہوتی ہے، یعنی اُجرت پر صَرف ہونے والے آخری پونڈ سے اتنی ہی فاضل پیداوار ہوتی ہے جتنی مشینوں پر صرف ہونے والے آخری پونڈ سے ہوتی ہے۔ کسی ایک وقت اِس کا اِطلاق کسی مخصوص کاروبار پر بھی ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی تمام کاروبار پر بھی جس میں وہ فرم بھی شامل ہیں جو دوسری صنعتوں کے لیے مشینیں بناتی ہیں۔

اِن دو دھاروں میں سرمائے کو کس تناسب میں تقسیم کرنا مناسب ہوگا یہ مختلف صنعتوں کی تکنیکی ماہیت اور ان کے پیداواری عمل پر منحصر ہوتا ہے۔ لیکن صنعت میں بحیثیت مجموعی ایک دی ہوئی مشینی تکنیک کی حالت میں کوئی ایک ایسا تناسب ہوتا ہے جو سب سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ سرمائے کی تقسیم میں اسی تناسب کے حاصل کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر کوئی ایسی ایجاد ہوتی ہے جس کی وجہ سے مشینیں سستی بننے لگتی ہیں یا مشینوں کی کارکردگی بڑھ جاتی ہے تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مشینوں میں سرمایہ لگانا پہلے کے مقابلے میں زیادہ نفع بخش ہو جائیگا چنانچہ سرمائے کا بڑا حصّہ مشینوں میں لگے گا اور اُس فنڈ میں سرمایہ کم رہ جائیگا جس سے اِن مشینوں کو چلانے کے لیے آدمی رکھے جائیں گے۔ اِسی بنا پر مارکس نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ محنت کی طلب سرمائے کے اجتماع کے تناسب میں نہیں بڑھتی بلکہ سرمائے کے اجتماع کے ساتھ محنت کی طلب نسبتاً گھٹ جاتی ہے۔ ”اِسکا مطلب یہ ہے کہ یہ طلب بڑھتی تو اب بھی ہے لیکن سرمائے کے اضافے کے مقابلے میں گھٹتی ہوئی شرح سے بڑھتی ہے۔“

لیکن روایتاً یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اِس قسم کا تبدّل (یعنی دائر سرمائے کی قائم

اُجرتیں

سرمائے میں تبدیلی) خود اُجرتوں کے بڑھنے کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اِس نظریے کا جواز یہ دیا جاتا ہے کہ مصارفِ محنت کا اِضافہ اُس دائر سرمائے کی منفعت کو کم کر دیتا ہے جو مزدوروں کو رکھنے کے لیے ہوتا ہے اور مشینوں میں سرمایہ لگانا زیادہ نفع بخش ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سرمائے کا بہاؤ دائر کے مقابلے میں قائم سرمائے کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم اگلے باب میں دیکھیں گے، یہی وہ بنیاد ہے جس پر یہ روایتی نتیجہ اخذ کیا گیا کہ محنت کی طلب کافی لچک دار ہے اور یہ کہ اگر اُجرتیں بڑھتی ہیں تو کچھ ہی عرصے بعد روزگار کا میدان تنگ ہو جائیگا۔

لیکن اِس دلیل پر ایک اعتراض فوراً ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کیا خود مشین اس محنت کی پیداوار نہیں ہے، جسے مارکس نے "جمع محنت" یا "مردہ محنت" کہا ہے جو زندہ محنت کی برعکس ہوتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو کیا اُجرتوں میں اضافے کا وہی اثر مشینری کی لاگت پر نہ پڑیگا جیسا کہ اُس محنت کی لاگت پر جس کی جگہ یہ مشینیں لیں گی اور اس لیے سرمائے کے دو دھاروں کی کشش میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ اعتراض بہت درست ہے بشرطیکہ اُجرت کی تبدیلی کی وجہ سے سود کی شرح (جو مشینری کی لاگت کا بڑا حصّہ ہوتی ہے) نہ گر جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب کے لیے ہمیں اپنے جواب سے بہت دور جانا پڑیگا۔ اس لیے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ماضی کے ماہرین معاشیات کو یقین تھا کہ ایسا ہوگا اور اس طرح مشینری یا "جمع محنت" کو سرمایہ کاری کے معاملے میں محنت پر زیادہ فوقیت حاصل ہوگی۔ لیکن شرح سود کے بارے میں کچھ جدید نظریات نے شبہ پیدا کر دیا ہے کہ آیا یہ اُجرتوں میں اضافے کا نتیجہ ہوگا۔[۱]

۱۔ سود کے حالیہ نظریے کے مطابق سود کی شرح پر اُجرتوں کے اضافے کا اُلٹا اثر بالکل اُلٹا ہو سکتا ہے۔ یعنی روپے کی کاروباری طلب بڑھنے کی وجہ سے شرح سود بڑھ سکتی ہے۔ پرانے نظریے کی بنیاد یہ مفروضہ تھا کہ اگر اونچی اُجرتوں کی وجہ سے منافع گھٹ جاتا ہے تو شرح سود یقیناً گھٹ جائیگی اور بقول ریکارڈو "اگر اُجرتیں بڑھتی ہیں تو منافع گرتا ہے۔"

اُجرت کے اصول

جس قسم کی ایجاد کا ذکر ابھی ہم نے کیا ہے وہ عام طور سے محنت بچانے والی ایجادیں ہوتی ہیں۔ لیکن تمام تکنیکی تبدیلیاں اس قسم کی نہیں ہوتیں۔ اِن میں سے بعض سرمایہ بچانے والی ہوتی ہیں جن کا نتیجہ اُس کے برعکس ہوتا ہے جو اب تک ہم نے محنت کی طلب اور سرمائے کی طلب کے سلسلے میں دیکھا ہے۔ تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ ایجاد کا اثر بیشتر محنت کی بچت کی طرف ہوتا ہے۔ اس قسم کی تکنیکی تبدیلی اُجرتوں کو نسبتاً کم کر دے گی۔ مثلاً مجموعی پیداوار میں محنت کا تناسبی حصّہ کم ہو جاتا ہے۔ ایک سوال جس پر بہت اختلاف رہا ہے یہ ہے کہ آیا اس کی وجہ سے اُجرتیں قطعی طور سے گھٹ جائیں گی، یعنی مزدوروں کی حقیقی آمدنی عموماً گھٹ جائے گی۔ اگر اس قسم کی تکنیکی تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک معینہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے محنت کی ضرورت کم ہو جاتی ہے تو اس کا اثر بظاہر یہ ہوگا کہ یا تو روزگار کم ہو جائیگا یا اُجرت کی وہ شرح گھٹ جائیگی جس پر روزگار حاصل ہو سکتا ہے۔ ماضی میں ماہرین معاشیات عام طور سے یہ کہتے رہے ہیں کہ تکنیکی تبدیلی کے دو اثر ہوں گے جن کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طویل مدّت میں مزدوروں کی حقیقی مجموعی کمائی بڑھیگی باوجود اس کے کہ ایجاد کا ابتدائی اثر محنت کی طلب کی تخفیف کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ پہلا اثر یہ ہوگا کہ نئی تکنیک کے نتیجے میں اشیا کی قیمتیں کم ہونگی جس کی وجہ سے اُجرتوں کی قوت خرید بڑھ جائیگی اور اس طرح اُجرت میں تخفیف کی تلافی ہو جائیگی (جہاں تک مزدور طبقے کے مجموعی کمائی کا تعلق ہے) دوسری شکل یہ ہوگی جیسا کہ دعوا کیا جاتا ہے کہ اب چونکہ پیداوار کے طریقے بہتر ہونے کی وجہ سے مصارف پیداوار کم ہو جائیں گے اس لیے پیداوار کی مقدار بڑھ جائے گی۔ اگر طلب میں کافی لچک ہے تو غالباً لمبی مدّت میں پیداوار بڑھیگی یہاں تک کہ حاصل روزگار کے مواقع بڑھکر اُتنے ہی ہو جائیں گے جتنے تکنیک کے رواج سے پہلے تھے۔

جہاں تک پہلی قسم کی تلافی کا سوال ہے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ ضروری صرف یہی نہیں

اُجرتیں

ہے کہ مزدوروں کو بھی سستی اشیا کی شکل میں ایجاد سے کچھ فائدہ حاصل ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سستی کی گئی اشیا مزدور کے استعمال میں آنے والی اشیا کا ۱/۲ اہم حصہ ہوں۔ اگر ہم اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ماضی میں مزدور طبقے کے صرف دو تہائی حصہ تعمیری صنعتوں کی پیداوار اور زراعت پر صرف ہوتا رہا ہے تو حقیقی اُجرتوں پر نئی ایجادات کا تلافی اثر اتنا نہیں رہ جاتا جتنا فرض کیا گیا ہے۔ غالباً تکنیکی ترقی جس سے مزدوروں کو بحیثیت صارف سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے وہ بھاپ سے چلنے والے جہاز اور زراعتی ملکوں میں ریلوے کی ترقی ہے جنکی وجہ سے اُنیسویں صدی کے اواخر میں غذائی اشیا سستی ہوئیں جو حقیقی اُجرت میں اضافے کا سبب بنیں۔ غرض یہ کہ اس طرح کا تلافی اثر ممکن ہے۔

جہاں تک دوسری قسم کی تلافی کا سوال ہے، ماہرین معاشیات حال کے برسوں میں پہلے جیسے خوش اُمید نہیں رہے اور شبہ کرنے لگے ہیں کہ آیا یہ تلافی اتنے بڑے پیمانے پر ہو سکتی ہے کہ محنت بچانے والی مشینوں کی وجہ سے جو بیروزگاری پیدا ہوتی ہے اُس کا ازالہ ہو سکے۔ کہا جاتا ہے کہ جبتک آبادی کے بیشتر حصّے کی مجموعی آمدنی قائم ہے اس وقت تک عام اشیا کی طلب بہت لچکدار نہیں ہو سکتی۔ طلب اور طلب کے ساتھ پیداوار صرف تب بڑھ سکتی ہے جب پہلے آمدنیوں میں اضافہ واقع ہو۔ یہ سوال کیا جاتا ہے کہ بڑھی ہوئی فروخت اور بڑھی ہوئی پیداوار کی صورت میں تلافی کیسے کارگر ہوگی اگر نئے طریقوں کی ایجاد کا ابتدائی اثر یہ ہوتا ہے کہ انکی وجہ سے روزگار کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ اِس کا جواب عام طور سے یہ دیا جاتا ہے کہ تکنیکی تبدیلی کا ایک اہم اور فوری اثر یہ ہوتا ہے کہ سرمایہ کاری بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ محنت بچانے والی ایجادات کی وجہ سے اِنسان کی کام کرنے کی طاقت بڑھ جاتی ہے اس لیے ان کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ مشینوں کی مانگ بڑھ جاتی ہے تاکہ محنت کے مقابلے میں مشینی آلات کا

تناسب بڑھایا جاسکے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ مشین بنانے والی صنعتوں میں کام کرنے والوں کی آمدنی بڑھ جاتی ہے تو اُس حد تک دوسری اشیا کی مانگ بھی بڑھ سکتی ہے۔ چنانچہ جب تک تکنیکی تبدیلیاں ہوتی رہیں گی اور آلات کی شکل میں اصل کا ذخیرہ برقرار رہیگا، تب تک روزگار اور آمدنیوں میں اضافے کا رجحان جاری رہیگا۔ لیکن یاد رہے کہ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کا یہ تلافی اثر صرف اس وقت تک رہیگا جب تک کہ آلات کی شکل میں ذخیرۂ اصل کے بڑھنے کا عمل جاری ہے۔ چنانچہ یہ اثر قطعی ہو سکتا ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ مستقل ہو۔ اور ایک بار جہاں یہ ختم ہوا تو پھر وہ حقیقت سامنے آجائیگی کہ پیداوار کی ایک دی ہوئی مقدار حاصل کرنے کے لیے اب پہلے سے کم مزدوروں کی ضرورت ہوگی اور تاوقتیکہ کوئی ایسی صورت نہ پیدا ہو کہ سرمایہ کاری مزید بڑھائی جاسکے یا لوگ اپنا صرف نہ بڑھا دیں، نتیجہ آخر میں یہی برآمد ہوگا کہ روزگار کی سطح نیچی ہو جائیگی۔[1]

---

[1] اس دلیل کی مزید تشریح کے لئے جان رابنسن کی کتاب "Essays in the Theory of Employment" صفحہ ۲-۲۴۲ دیکھیے۔

پانچواں باب

اُجرتیں اور سوداکاری کی قوت

ا۔ "عدم مداخلت" کا نظریہ

پچھلے باب میں ہم نے اُجرت کے جن مختلف نظریوں کا ذکر کیا ہے اُن کے سلسلے میں ایک بنیادی سوال یہ اُٹھتا ہے کہ آیا اُجرت کی سطح آجروں یا مزدوروں کی سودابازی کی قوت سے متعین ہوتی ہے یا اُن معاشی قوتوں سے جنکے نزدیک فریقین کی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں اور جو صرف سودابازی کی قوت سے متاثر نہیں کی جاسکتیں۔ بیشک سوداکاری ایک ایسا مبہم فقرہ ہے جو مختلف معنوں میں استعمال ہوسکتا ہے اور جس کے اندر مختلف قسم کے عوامل آسکتے ہیں، مثلاً متحدہ اجارہ کارانہ عمل، بازار کی حالت سے متعلق اطلاعات کا رکھنا یا پس پردہ کسی ایسے ذخیرے کی موجودگی جس کے بل پر ایک فرد کا رویّہ سودابازی کے عمل کے دوران زیادہ سخت اور بے لوچ ہوجاتا ہے۔ مشکل ہی سے شاید چند لوگ ایسے ہوں جو یہ کہیں کہ سودابازی کا اِن معنوں میں کوئی اثر نہیں ہوتا اور اسی طرح صرف چند لوگ ایسے ہوں گے جو یہ کہیں کہ سودابازی کی طاقت لامحدود ہے۔ دراصل فرق صرف تاکید کا ہے اور تاکید کی بہت قسمیں ہیں۔ بہرحال موٹے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُجرت کے موضوع پر لکھنے والے مصنفین دو حلقوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ یہ تقسیم اِس براہ راست اور عملی سوال کے جواب پر

مبنی ہے کہ آیا وہ اثر جو ٹریڈ یونینیں اجتماعی سودابازی یا ہڑتال کے ذریعے ڈال سکتی ہیں وہ اتنا کم ہے کہ اُسے برائے نام کہا جا سکتا ہے، یا وہ اتنا کافی اہم ہے کہ اگر اُجرت کا کوئی نظریہ اُسے نظرانداز کرتا ہے تو وہ عملی معاملات میں غلط رہنمائی کر سکتا ہے۔

ان میں اوّل الذکر نظریہ، یعنی کہ ایسے عمل کا مُستقل اثر برائے نام ہوتا ہے، اُجرت کا عدم مداخلتی نظریہ کہا جا سکتا ہے جو پچھلی صدی کے وسط کے ماہرینِ معاشیات کا عام نظریہ تھا کیونکہ اس وقت ٹریڈ یونینوں کی بڑھتی ہوئی طاقت لوگوں کو متوجہ کر رہی تھی اور انہیں اِس کی طرف سے خطرہ پیدا ہو چلا تھا۔ مثلاً جان اِسٹورٹ مِل کا کہنا تھا کہ ریاست کے لیے کم ترین اُجرت متعین کرنا بے سود ہے تاوقتیکہ ساتھ ہی پیدائش کی تعداد کو بھی منضبط نہ کیا جائے (مِل نے بعد میں اِس نظریے میں تبدیلی کی) جیوانس نے مانچسٹر کے اُوونس کالج کے افتتاحی لکچر کا بڑا حصّہ ٹریڈ یونین پر حملہ کرنے میں صرف کیا اور ایک ابتدائی کتابچے میں اُنھوں نے فرمایا کہ ایسا سمجھنے کی قطعی کوئی وجہ نہیں ہے کہ بیشتر پیشوں میں ٹریڈ یونینوں کا اُجرت بڑھانے میں کوئی مستقل اثر ہوتا ہے[1]۔ حتیٰ کہ لارڈ براسی جنھیں یہ کہنے کا بڑا شوق تھا کہ آجر پر کم قیمت محنت کا وہی کمزور کرنے والا اثر پڑتا ہے۔ جیسا کہ ہنی بال کے سپاہیوں پر کاپوا کی خوشی کا ہوا تھا، وہ بھی یہ نصیحت کرتے تھے کہ ٹریڈ یونینوں کو اُجرتیں بڑھوانے کی کوشش کے بجائے اپنے ممبروں میں عام واقفیت پیدا کرنی چاہیے۔ لیکن اِس کے باوجود کہ وکٹورین اُصول کی درشتی نرم پڑ گئی، اِس نظریے کے پُرجوش شارح اب بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہوگا۔ پروفیسر رابنس نے ایک بار لکھا تھا کہ "یہ خیال بڑا سخت جان ہے چنانچہ اب بھی پایا جاتا ہے کہ ٹریڈ یونینیں زیادہ تر معاملات میں اپنے ممبروں کی اُجرتیں مُستقل طور سے بڑھوا سکتی ہیں۔ لیکن بیشتر اِس عقیدے کے رکھنے والوں کو نااُمیدی سے دوچار ہونا پڑتا ہے کیونکہ طویل مدّت میں اِسکا امکان بہت کم ہے کہ

A Premier of Political Economy, p. 64.

Importance of Diffusing Knowledge of Political Economy (1866)

اُجرتیں

ٹریڈیونینیں اُجرت کی سطح کو مسابقتی سطح سے اُوپر مستقلاً اُٹھا سکیں؟۔ اُنھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "بڑے پیمانے پر کم سے کم اُجرت کا نفاذ اگر مسابقتی شرح سے اُوپر کیا گیا تو اس کا واحد نتیجہ یہ ہوگا کہ بیروزگاری بڑھیگی اور پیداوار گھٹ جائیگی"[1] ایچ۔ڈی۔ اینڈرسن نے بھی اِسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا "لمبی مدّت میں اُجرت کی سطح کافی سختی سے متعین ہوتی ہے ..... یہ سمجھنا فریب میں مبتلا ہونا ہے کہ ٹریڈ یونین اقدام کے ذریعے اُجرت کی سطح مستقلاً اونچی کی جاسکتی ہے، سِوا اسکے کہ اِن اقدام سے مزدوروں کی کارکردگی بھی بڑھے گی اور اِس کی وجہ سے آجروں کی کارکردگی کو بڑھاوا ملے"[2]

۲۔ معمولی "مسابقتی اُجرت"

اِس نظریے کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ مسابقت کے اثر کے تحت قیمت اُس اونچی سے اونچی سطح پر رہیگی جو صنعت برداشت کرسکتی ہے۔ جے۔ایس۔ مِل کا کہنا تھا کہ "یہ سمجھنا غلط ہے کہ مسابقت اُجرتوں کو صرف نیچا رکھتی ہے، درحقیقت یہ اُجرتوں کو اونچا رکھنے کا بھی اُتنا ہی ذریعہ ہے"۔ جیوانس نے کہا "کوئی بھی سرمایہ دار ایک یا دو سال سے زیادہ مدت تک غیر معمولی منافع نہیں کما سکتا کیونکہ جلد ہی دوسرے سرمایہ داروں کو اس کا علم ہو جائیگا اور وہ بھی ویسا ہی کرنے کی کوشش کریں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس پیشے میں مزدوروں کی مانگ بڑھ جائیگی"۔ جے۔آر۔ ہکس نے خیال ظاہر کیا کہ چونکہ ہر آجر کی خواہش یہ ہوگی کہ اُس کے یہاں کام کرنے والے مزدور اچھے سے اچھے ہوں۔ چنانچہ وہ اونچی بولی بول کر دوسروں سے سبقت لیجانے کی کوشش کریگا تاکہ بحیثیت آجر اُس کی ساکھ بڑھے اور اس طرح وہ بہترین کام کرنے والوں کو اپنی طرف کھینچ سکے۔

---

[1] لیونل روبنز ویجز۔ صفحات ۶۷-۶۸ اور ۷۲-۷۳

[2] سپلائی اینڈ ڈیمانڈ۔ صفحہ ۱۴۵

اُجرتیں اور سودا کاری کی قوت

لیکن فرض کیجیے کہ اُجرتوں کی سطح ٹریڈ یونینوں یا سرکاری اقدام کی وجہ سے اُونچی ہے تو اُس کے اُس سطح پر قائم رہنے میں آخر کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ یہی ہوگا نہ کہ آجروں کو منافع کم ملیگا اور صنعت کی پیداوار کا زیادہ حصّہ مزدوروں کو اُجرتوں کی صورت میں ملیگا۔ لیکن اِس میں حرج کیا ہے۔ یہاں وہ دوسری دلیل کام کرنا شروع کرتی ہے جو ایسا نہیں ہونے دیتی اور وہ ہے محنت کی طلب کی لچک۔ غلط فہمی سے بچنے کے لیے یہ کہدینا ضروری ہے کہ اِس سے انکار نہیں کیا جاتا ہے کہ اگر کافی قوت استعمال کی جائے تو اُجرتوں کو مستقلاً اُس اونچی سطح پر رکھا جا سکتا ہے لیکن دلیل یہ دیجاتی ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو آگے چل کر محنت کی طلب گھٹیگی اور اونچی اُجرتوں کی شکل میں جتنا فائدہ ہوا ہے اُس سے زیادہ نقصان بیروزگاری کی شکل میں رُونما ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ روزگار کے لیے بیروزگاروں کا مقابلہ اُجرتوں کو پھر پست کر دیگا اور بالفرض "محفوظ" یا منظم پیشوں میں اُجرتیں نہ بھی کم ہوئیں تو اُن غیر منظم پیشوں میں تو بہرحال گھٹ جائیں گی جنکو کم ترین اُجرت کا تحفظ نہیں حاصل ہے۔

آجکل عموماً اِس بات سے انکار نہیں کیا جاتا کہ اُجرتوں کو بڑھوانے کا اقدام اُس صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے کہ ساتھ ہی کارکردگی میں بھی متناسب اِضافہ واقع ہو۔ لیکن بعض وقت اِس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو آجروں نے پہلے ہی اُجرتیں بڑھا دی ہوتیں کیونکہ اِس میں اُن کا فائدہ تھا۔ اِس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض مخصوص پیشوں میں محنت کی طلب کافی بے لوچ ہوتی ہے۔ (مثلاً اُن پیشوں میں جنکی پیداوار کی طلب بے لوچ ہوتی ہے جہاں مشینیں آسانی سے انسانی محنت کی جگہ نہیں لے سکتیں، جہاں پیداوار کے دوسرے عوامل کی رسد بے لوچ ہوتی ہے جس کی وجہ سے قابلِ کشید زائد مقدار یا کرائے کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے) ایسے پیشوں میں مزدوروں کی اُجرتیں حقیقی اُجرتوں میں مساوی

تخفیف کے بغیر بڑھائی جاسکتی ہیں۔ جس بات سے انکار کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ صورت
تمام یا بیشتر صنعتوں کے ساتھ نہیں ہو سکتی اور یہ کہ محنت کی طلب عام طور سے بے لوچ
ہو سکتی ہے۔ دو اسباب ہیں جنکی بنا پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ محنت کی طلب عام طور سے
کافی لچک دار ہوتی ہے (یعنی اُجرتوں کی تبدیلی سے کافی گھٹتی بڑھتی ہے)۔ پہلا
سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ خود سرمائے کی رسد ان معنوں میں لچک دار ہوتی ہے کہ
اگر سرمایہ کاروں کو ملنے والا منافع گھٹ جاتا ہے (جیسا کہ اُجرت بڑھنے کی صورت میں
ہوگا) تو نئے سرمائے کی مقدار جو سرمایہ کار جمع کرنا اور لگانا چاہیں گے، گھٹ جائیگی۔
اِس تخفیف کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ سرمایہ کاروں کی آمدنی گھٹ گئی ہے
جس میں سے روپیہ لگایا جاتا ہے، یا اب وہ اس آمدنی کا کم حصہ لگانا چاہتے ہیں۔ دوسری
وجہ وہ ہے جسے "اصولِ تغیر" کہا جاتا ہے۔ پچھلے باب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ خود اصل
کی شکل یا ہیئت بدل سکتی ہے اور پہلے کے مقابلے میں زیادہ بڑا حصہ قائم سرمائے
کی طرف رُجوع ہو سکتا ہے یعنی مشینوں اور کارخانوں کی شکل اختیار کر سکتا ہے
(بقول امریکیوں کے "انسانی ہاتھ کی طاقت بڑھانے کے لئے") اور نسبتاً چھوٹا حصہ اُجرت
فنڈ کے لیے رہ سکتا ہے جس سے محنت کرانے پر لیجاتی ہے۔ دو طریقوں سے ایسا
ہو سکتا ہے اور دونوں پیداوار کے مصارفِ اُجرت بڑھانے کا نتیجہ ہو سکتے ہیں۔ ایک
صورت تو یہ ہے کہ پیداوار کے تکنیکی طریقے ایسے بدل سکتے ہیں کہ ہر صنعت میں مشینوں
کا استعمال پہلے سے بڑھ جائے۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ صنعتوں کی اضافی اہمیت بدل گئی
ہو اور ایسی صنعتوں کی تعداد گھٹنے لگی ہو جن میں قائم سرمائے کے مقابلے میں محنت کا تناسب
زیادہ ہے اور ایسی صنعتوں کی تعداد بڑھ رہی ہو جن میں محنت کم اور مشینیں زیادہ استعمال
ہو رہی ہوں۔ اِن دونوں تبدیلیوں کا نتیجہ یہی ہوگا کہ روزگار کا میدان تنگ ہو جائیگا
جس کے دباؤ کے تحت اُجرت کی سطح گھٹ کر معمول پر آجائیگی۔

ایک دی ہوئی قلیل مدّت میں اِن میں سے کوئی بھی تبدیلی نہ واقع ہوگی۔ سرمائے کی مقدار اور شکل تقریباً جوں کی توں رہیگی اور اِسی کے مطابق محنت کی طلب بھی ویسی کی ویسی ہی رہیگی۔ عدمِ مداخلت کا نظریہ اِس سے انکار نہیں کرتا تاہم یہ دعوا کیا جاتا ہے کہ اگر اُجرت میں اضافے کے ساتھ کارکردگی بھی نہیں بڑھتی تو روزگار غالباً گھٹ جائیگا کیونکہ اُتنے ہی آدمیوں کو زیادہ اُجرت پر رکھنے کے لیے ضرورت اِس بات کی ہوگی کہ مُلک کے اُجرت کے بِل میں اضافہ واقع ہو جس کے ہونے کا اِمکان کم ہے سوا اس کے کہ تکنیکی صورت اتنی بے لوچ ہو کہ اگر ایک آدمی کی چھٹنی کر دی گئی تو ایک مشین رُک جائے گی، یا ایسی غیر معمولی گرم بازاری ہو کہ آجروں کو پچھلے معاہدے پورے کرنے ہوں، قرض کی شرائط آسان ہوں اور کاروبار میں خوش اُمیدی کی لہر دوڑ رہی ہو۔ لیکن طویل مدّت میں جب تکنیکی تبدیلیوں کو عمل میں آنے کا موقع مِل جائیگا اور اصل کے ذخیرے کو سرمائے کے سالانہ بہاؤ سے متاثر ہونے کا موقع مِل جائیگا تو محنت کی طلب کافی گھٹ جائیگی اور اُتنی نہ رہیگی جتنی کہ اس صورت میں ہوتی اگر اُجرتیں معمول کے مطابق اس مسابقتی سطح پر ہوتیں جو طلب اور رسد کی حالت سے متعین ہوتی ہے۔

۳۔ دو شرائط پچھلے کچھ برسوں میں ماہرینِ معاشیات نے عدمِ مداخلت کے نظریے کے زیادہ لچکدار پہلوؤں پر کافی اعتراضات کیے ہیں اور اِس موضوع پر کافی مواد اکٹھا ہو گیا ہے۔ اُنیسویں صدی میں بھی ٹریڈ یونینیں اور اُنکے حامی[1] اِس نظریے کی مروجہ شرحوں کے مخالف تھے اور ماہرینِ معاشیات وقتاً فوقتاً اِس کی بعض اہم شرائط پر زور دیتے رہتے تھے۔ لیکن اب اِس نظریے کے بارے میں اختلاف بہت کم پایا جاتا اور مسلّک نظریے کی حمایت میں بہت سی نئی دلیلیں دیجاتی ہیں اور پُرانی دلیلوں کو مانجھ کر پیش کیا جاتا ہے۔

---

[1] خاص طور سے مسٹر اور مسز وِب Mr. & Mrs. Webb. نے اپنی کتاب صنعتی جمہوریت میں بڑی حمایت کی ہے۔

اُجرتیں

قبل اِس کے کہ ہم اِن دلیلوں کی طرف رجوع کریں دو باتوں کی طرف توجہ دینا ضروری
ہے جن پر اگرچہ کوئی اختلاف نہیں ہے، تاہم اِنھیں اکثر نظرانداز کیا جاتا ہے۔ اوّل تو
یہ کہ عدم مداخلت کا نظریہ اگر اپنی بے لچک شکل میں صحیح بھی ہو تو بھی اس کا نتیجہ یہ نہیں
نکلتا کہ معمولی اُجرت کی سطح اِن معنوں میں "قدرتی" ہے کہ یہ قدرتی نظام کی طرف سے
نافذ ہے اور ہر قسم کے سماج میں اور تمام سماجی اداروں میں یکساں طور پر صادق آئیگا۔
نہ یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یہ سطح محنت کی مخصوص پیداآوری اور سماج میں اس کے حصّے کی
نمائندگی کرتی ہے اور یہ نمائندگی اس سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے جتنی کہ مسابقتی
بازار میں دیے ہوتے حالات کے تحت اِسے دیجاتی تھی۔ اور یہ کہ یہ قیمت وہ تھی جو کہ
قوتِ محنت کی اضافی افراط یا قلّت کی وجہ سے اسے حاصل ہوتی تھی (افراط یا قلّت کے
معنی یہ ہیں کہ دیگر پیداداری ضروریات، صنعت کی عام تنظیم اور طلب کی عام حالت کے
مقابلے میں افراط یا قلت) اگر یہ صحیح ہے کہ اُجرتوں کو اُس سطح سے اوپر ڈھکیلنے کا نتیجہ
ہر حال میں بیروزگاری ہوگی تو یہ کہنا بھی اتنا صحیح ہے کہ سُود اور منافع کی اونچی سطح جو
سرمایہ دار طلب کر رہے تھے وہ اس بیروزگاری کا اسی قدر سبب تھی جتنی کہ اُجرتوں
کی اونچی سطح۔

دوسری بات یہ کہ اِس کا نتیجہ یہ نہیں نکلتا کہ ہر وہ چیز جس سے مجموعی کمائی گھٹے
وہ محنت کی بہبود کے خلاف ہوگی۔ نہ یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے، جیسا کہ جیوالنس نے فرض
کر لیا تھا، کہ عوام کی فلاح و بہبود محنت یعنی دولت کے سرچشمے کو کم کرکے بڑھائی
جا سکتی ہے[۱]۔ بعض حالات میں مداخلت کے ذریعے اُجرتوں کی سطح مسابقتی سطح
سے اونچی کرنے سے مزدور طبقے کی بہبود بحیثیت مجموعی بڑھ سکتی ہے اگرچہ اُس وجہ
سے ممکن ہے کہ روزگار کا میدان تنگ ہوگیا ہو۔ اُن صورتوں میں خاص طور سے ایسا

۱؎ دی اسٹیٹ اِن ریلیشن ٹو لیبر (۱۸۹۴ ایڈیشن) صفحہ ۴،

اُجرتیں اور سوداکاری کی قوت

ہوگا جہاں اُجرتوں میں اضافے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محنت کے گھنٹے کم ہو جاتے ہیں (مثلاً اُوور ٹائم کی شرح بڑھ جانے سے)۔ محنت کے گھنٹے کم ہو جانے سے اگر مزدور کی آمدنی گھٹ بھی جاتی ہے تو بھی یہ کمی بہتر صحت اور بڑھی ہوئی فرصت سے پوری ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی اُن پیشوں میں ہوگا جنہیں "عرق ریز" کہا جاتا ہے اور جنکا حوالہ اگلے باب میں ملیگا۔ اگر عورتوں اور بچوں کو اُس کم اُجرت کام سے نکال دیا جائے جہاں قابلِ نفرت حالات میں اُن کا استحصال ہوتا ہے تو اِس سے فائدہ زیادہ ہوگا بمقابلے کمائی کے اُس نقصان کے جو بیروزگار ہو جانے کی وجہ سے اِنھیں اُٹھانا پڑیگا۔ اِس بات کو اکثر اِس بنا پر کم اہمیت دیجاتی ہے کہ ان صورتوں میں روزگار کی تخفیف سے یہ تو فائدہ ہوگا کہ آمدنی کم ہونے کے ساتھ فرصت عام طور سے بڑھ جائیگی لیکن بُری بات یہ ہوگی کہ کچھ لوگ بالکل محتاج ہو جائیں گے۔ اور عام بہبود کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔ لیکن مندرجہ ذیل دلائل سے یہ واضح ہوگا کہ ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔

بہرحال یہ بات ہمیں ایک دوسری عام بات کی طرف لے جاتی ہے۔ جہاں تک اُن اُجرتوں کا تعلق ہے جن پر کہ معمولی مسابقتی اُجرت منحصر ہوتی ہے یعنی محنت کی شرائطِ رسد، بیشتر اِن کا انحصار مزدوروں کے مروجہ معیارِ زندگی پر ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نام نہاد "معمولی" اُجرت ایک غیر جانبدار توازنی صورت ثابت ہوگی جس کو بدلا جا سکتا ہے۔ اُجرتوں کے گرنے سے حالات میں وہی تبدیلی رونما ہوگی (یعنی محنت کی رسد گھٹ جائیگی) جس کا مقصد نچلی سطح کو قائم رکھنا ہوگا۔ اسی طرح اگر اجرتیں بڑھتی ہیں تو نتیجہ برعکس ہوگا۔ چنانچہ سوداکاری کی قوت جیسی چیز اِس بات پر کافی اثرانداز ہو سکتی ہے کہ اُجرت کے بدلے مزدور سے کتنا کام لیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ معاملہ کاری کی بڑھی ہوئی قوت محنت کی مجموعی کمائی نہ بڑھا پائے، تاہم کچھ حدود کے اندر محنت کی فروخت کی شرائط کو مزدوروں کے موافق بنایا جا سکتا ہے۔ مارشل کے ذہن میں بظاہر یہی تھا کہ

اُجرتیں

جب اُس نے اِس بات پر زور دیا کہ اگر مزدور انفرادی طور پر سوداکاری کرتے ہیں اور انکی پشت پر ٹریڈ یونین کی اجتماعی سوداکاری نہیں ہوتی تو اُن کی پوزیشن کمزور ہوتی ہے جس کی وجہ سے انھیں اپنی قوت محنت غیر معمولی کم داموں پر فروخت کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ معیار زندگی کی پستی کی وجہ سے محنت کی شرائط رسد ایسی ہو سکتی ہے کہ اُجرت کی سطح پست رہے، جیساکہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ غربت سے غربت پیدا ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تمام عوامل جو کمانے والے طبقے کی معاشی حالت پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ شرائط اُجرت کو بھی اسی طرح متاثر کرتے ہیں، مثلاً آزاد کاشتکاری یا آزاد کاریگری جیسی ادارہ جاتی تبدیلیاں جنکی وجہ سے نہ صرف بازار محنت میں روزگار تلاش کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہے بلکہ اُجرت کمانے والوں کے لیے روزی کمانے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں رہ جاتا ہے اور اس طرح وہ معاشی طور پر پہلے سے زیادہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ اُجرت کی شرائط پر اِن تمام باتوں کا بنیادی اثر پڑتا ہے کیونکہ جیسا ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ اِس مُفلس اور بے وسیلہ طبقے کے پیدا ہوئے بغیر سرمایہ دارانہ نظام اُجرت کو اُسکی تاریخی بنیاد کا اہم حصہ نہ فراہم ہو پاتا۔

روایتی نظریے پر ایک اعتراض

۴- مصارف اور سرمایہ کاری کے معیار

ایسا ہے جو اس دعوے کے مترادف ہے کہ طویل مدت میں بھی محنت کی طلب اُس سے بہت زیادہ لچکدار ہوتی ہے جتنی اِس نظریے کے تحت فرض کیجاتی ہے کیونکہ سرمائے کا موجودہ ذخیرہ اور نئی سرمایہ کاری کی شرح اِن دونوں پر اُجرتوں کی تبدیلی کا بہت کم اثر ہوتا ہے۔ غالباً اس موقع پر یہ کہنا غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے کہ طلب بے "لچک" ہوتی ہے (کیونکہ زیادہ تر اعتراض کا تعلق بدلتی ہوئی صورتوں سے ہے نہ کہ ٹھہری ہوئی صورتوں سے) اور یہ بات زیادہ سیدھی اور سادی ہے کہ سرمایہ کاری اور روزگار پر بُرا اثر ڈالے بغیر اُجرتوں کو بڑھانے اور

اُجرتیں اور سوداکاری کی قوت

دوسری آمدنیوں کو کم کرنے کی گنجائش اُس سے زیادہ ہے جتنی کہ پہلے سمجھی جاتی تھی۔ اوّل تو یہ ہو سکتا ہے کہ اُجرت کی سطح کی اونچائی کا بیشتر دباؤ لگان اور دوسری اجارہ کارانہ آمدنیوں پر پڑے اور ایسا پیداوار اور روزگار پر خراب اثر ڈالے بغیر ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اِس کے باوجود کہ سرمایہ کار طبقہ اِس کی وجہ سے نسبتاً غریب ہو جائے (جس سے بظاہر اِس کی سرمایہ کاری کی استعداد متاثر ہو سکتی ہے) لیکن ضروری نہیں ہے کہ اِس کی وجہ سے نئی سرمایہ کاری کی مقدار گھٹ جائے کیونکہ موجودہ آمدنی کم ہو جانے اور آئندہ آمدنی کم ہونے کے اِمکان کی وجہ سے اُنھیں اپنی آمدنی کا پہلے سے زیادہ حصّہ لگانے کی ترغیب ہو سکتی ہے۔ بہ الفاظِ دیگر سرمایہ داروں کی آمدنی میں تخفیف اُن کے صَرف کو کم کر سکتی ہے۔ لیکن اُن کی سرمایہ کاری کو نہیں کم کر سکتی۔ اِس کا اِمکان اِس لیے اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ امیروں کے بیشتر مصارف رسمی اور تقلیدی ہوتے ہیں اُس صورت میں اِس کا امکان اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے جب قومی آمدنی بڑھ رہی ہو اور اُونچی اُجرتوں کے اثر کے تحت سرمایہ داروں کی آمدنی نسبتاً کم شرح سے بڑھ رہی ہو جس کا اثر اُن کے رئیسانہ مصارف پر پڑ رہا ہو۔

بہرکیف یہ سمجھنا محض خیالی مبالغہ آرائی ہے کہ معاشی نظریہ یہ ظاہر کر سکتا ہے کہ بے حد مشقت والے پیشوں میں اُجرت بڑھانے کی کوشش سے یا کم اُجرت اور کام کے بوجھ سے لدے مزدوروں کا استحصال ختم کرنے کی کوشش سے امیروں کے عیش میں تو کمی آنے سے رہی لیکن سرمائے کا وہ حصّہ ضرور کم ہو جائیگا جس سے مُستقبل میں مزدوروں کو روزگار ملنے والا ہے (ماضی میں یہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ چاہے کھُل کر ایسا نہ کہا گیا ہو۔)

اِس موقعے پر یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ اِس دلیل کے بھی کچھ حدود ہیں۔ ایک بار جب کسی معیارِ زندگی کی عادت پڑ جاتی ہے تو اُس کو چھوڑنا مُشکل ہوتا ہے۔

اُجرتیں

چنانچہ اُجرتیں ایک حد سے زیادہ اونچی نہیں ہوسکتیں کیونکہ اِن کے اونچے ہونے سے سرمایہ داروں کی آمدنی پہ اثر پڑتا ہے اور وہ گھٹ بھی سکتی ہے (جو خوشحالی کے زمانے میں برقرار رہنے سے مختلف ہے)۔ اگر یہ تخفیف دفعتاً اور بڑی مقدار میں واقع ہوتی ہے تو کچھ ایسی صورت پیدا ہو جائیگی جس کو سرمائے کی ہڑتال کہا جاسکتا ہے۔ یہ امکان اسوقت تک رہیگا جب تک پیداکاری اور سرمایہ کاری کا اختیار نجی ہاتھوں میں ہے۔ آج کے زمانے میں اِس مسئلے کو جو چیز اور بھی پیچیدہ بنا دیتی ہے وہ یہ ہے کہ صنعت میں نیا سرمایہ افراد کے شیئر خریدنے سے نہیں آتا بلکہ یہ سرمایہ بڑی بڑی کمپنیاں اُس ریزرو فنڈ سے فراہم کرتی ہیں جو سال بسال غیر تقسیم شدہ منافع جمع ہونے سے وجود میں آتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اگر اِن کمپنیوں کو حاصل ہونے والا منافع کافی گھٹ جاتا ہے تو اُن کی زخیرہ بنانے اور اُس سے سرمایہ کاری کرنے کی استعداد کم ہو جائیگی۔ لیکن یہ ناممکن نہیں ہے کہ اُن کا مجموعی منافع کم ہوجانے کی صورت میں وہ قابلِ تقسیم منافع کا حصّہ کم کرکے وہ حصّہ برقرار رکھیں جس سے سرمایہ کاری ہوتی ہے۔ جہاں تک سرمایہ کاری کی ترغیب کا سوال ہے، یہ واضح نہیں ہے کہ بڑے کارپوریشنوں کی سرمایہ کاری کی پالسی منافع کی متوقع شرح کی تبدیلی سے براہ راست متاثر ہوتی ہے۔ غالبًا اس سلسلے میں وہ باتیں زیادہ اہم ہیں جنکا ذکر اِس باب کے چھٹے حصّے میں آئیگا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کمپنیوں کے منافع کی مقدار کے تعین میں اُن کے کارکنوں کی اُجرت کی سطح کی تبدیلی کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ آجکل نہ صرف کمپنیوں کی براہ راست سرمایہ کاری بلکہ مختلف پبلک اداروں کی سرمایہ کاری کا رول دن بدن بڑھ رہا ہے اور یہ سرمایہ کاری منافع کی نیت سے نہیں ہوتی۔ ایک سوشلسٹ نظام میں جہاں سرمایہ کاری اور پیداکاری دونوں پورے طور پہ ریاست کے اختیار میں ہوتی ہیں وہاں اس مخصوص حد کا تعین

اُس سرمایہ کار طبقے کے بے لوچ معیارِ صرف پر نہیں ہوتا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

۵۔ لیبر مارکیٹ میں نامکمل مُسابقت

تیسرے باب میں یہ کہا گیا ہے کہ مُسابقت مکمل ہونے کی صورت
میں کبھی آجروں کے مفاد میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے کارکنوں کے لیے اُس
اُجرت کا انتظام کریں جو لمبے عرصے میں اُن کی صحت اور کارکردگی کے لیے ضروری
ہے یا اِن کے لیے معاشی تحفظ فراہم کریں۔ لیکن عدم مداخلت کے نظریے کی تنقید
جس کا ذکر ہم بہت سُنتے آئے ہیں اِس سے انکار کرتی ہے کہ بازارِ محنت میں مکمل
مسابقت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ناقدین اُن طاقتوں کے موثر ہونے سے انکار
کرتے ہیں جو مِل (Mill)کے خیال میں اُجرتوں کو اونچا رکھنے کا ذریعہ ہیں،
ابتداً ایڈم اسمتھ نے ایک کلاسیکی عبارت میں اِس طرف یوں اشارہ کیا ہے "آقاؤں کے
مابین ہمیشہ اور ہر جگہ ایک اِس قسم کا خاموش اتحاد ہوتا ہے کہ اُجرتوں کو واقعی شرح
سے اُوپر نہ بڑھایا جائے۔ اِس اجتماعی کارروائی کی خلاف ورزی ہر جگہ بہت بُری سمجھی جاتی
ہے اور خلاف ورزی کرنے والے آقا کو اُس کے ہمسروں اور پڑوسیوں کی مذمت کا
نشانہ بنا دیتی ہے"۔ یہ بات آج کے زمانے میں جبکہ کمپنیوں اور اجارہ داریوں کا پیمانہ
اتنا وسیع ہو گیا ہے، زیادہ صحیح ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ نہیں ہو سکتا
کہ آقاؤں کی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش اُجرتوں کی معمولی سابقی
شرح کو اُوپر دھکیل دے۔ آجر کو اِس میں زیادہ فائدہ ہوگا (اگر محنت کی رَسد ایک
حد تک بے لچک فرض کر لی جائے) کہ وہ کم مزدوری ہونے کی صورت میں جتنے
آدمی رکھتا ہے اب اُس کے مقابلے میں کم رکھے یا بہ الفاظِ دیگر اُجرتِ محنت
کی حاشیائی خالص پیداوار سے نیچی ہوگی۔ اس قسم کا اتحاد جس کی طرف ایڈم اسمتھ
نے اشارہ کیا ہے اگر نہ بھی ہو تو کبھی عدم معلومات اور مصارفِ سفر کی وجہ سے

اُجرتیں

محنت کی بے نقلی آجروں کو محنت کے اپنے نجی ذخیرے پر ایک طرح کا محدود اجارہ دارانہ اختیار دیدیتی ہے کیونکہ مزدور ایک آجر کے پاس سے دوسرے آجر کے پاس جانے میں سستی دکھلاتا ہے اور دوسرے پیشوں سے مزدوروں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے جس نامذ ترغیب کی ضرورت ہوتی ہے وہ آجروں کو ایک دوسرے کی جاگیر میں دخل اندازی سے باز رکھتی ہے۔ وہ اقدام جو مزدوروں کو کسی فرم کو چھوڑنے سے باز رکھتے ہیں، اِس رجحان کو مزید تقویت دیتے ہیں۔ مثلاً لمبی مدت کے بعد ترقی کا اِمکان یا کسی حصے داری کی اسکیم یا پنشن کی اسکیم میں شرکت اِن اقدام کا حوالہ پہلے ہی دیا جا چکا ہے جنکا مقصد مزدوروں کی نقل پزیری یا اُس کی رفتار کم کرنا ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صنعت کو مزدوروں کی نقل پزیری مہنگی پڑتی ہے۔ مثلاً ۱۹۲۹ء میں سویت روس میں جب ٹریکٹر کی پہلی فیکٹری قائم ہوئی تو فیکٹری چلانے والوں نے کچھ دنوں تک محسوس کیا نئے کارخانے کھلنے کی وجہ سے اُن کے کارخانے کی حیثیت ایک ٹریننگ اسکول کی ہوگئی ہے جہاں دیہاتوں سے آکر لوگ بھرتی ہوتے ہیں اور کام سیکھنے کے بعد دوسرے نئے کارخانوں کو چلے جاتے ہیں جہاں نیا عملہ کم ہونے کی وجہ سے ترقی کے امکانات زیادہ ہوتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کارخانے کے مصارف بڑھ گئے اور وہ پیداوار کا منصوبہ پورا نہ کرسکا اِس طرح کے مخصوص مصارف تو ضرور ہوتے ہیں لیکن اِس کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ مزدوروں کی نقل پزیری کم کرنے کے جن طریقوں کا پرچار کیا گیا ہے، خاصکر امریکہ میں، ان میں ایک کوشش یہ بھی رہی ہے کہ انکی وجہ سے اُجرتوں کی سطح پر وہ مسابقتی دباؤ کم ہو جاتا ہے جو اُجرتوں کو اوپر ڈھکیلتا ہے۔ درحقیقت آجر بحیثیت ایک طبقے کے، مزدوروں کو حاصل کرنے کے لیے باہمی مسابقت سے جتنا ڈرتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہے کہ اِس قسم کی مسابقت کا میدان عموماً کتنا تنگ ہوتا ہے۔

مثلاً جب ۱۹۱۵ء میں روزگار دفتر کھلے تو بعض آجروں نے اِس خطرے کا اظہار کیا کہ اِنکی وجہ سے محنت کی نقل پزیری بہت بڑھ جائیگی اور جنگ کے زمانے میں جب مزدوروں کی کمی تھی تو اِس قسم کی پابندیاں عائد کی گئیں کہ زیادہ اُجرت کے لالچ میں مزدور ایک کام چھوڑ کر دوسری جگہ نہ جاسکیں[1]۔

۱۰۶ اجارہ داری اور فاضل استعداد کا اثر

جدید معاشی ادب میں دو خاص عناصر کو نمایاں کیا گیا ہے جن کی وجہ سے اُجرت کے مسائل کے بارے میں مباحثے کا پس منظر کافی بدل گیا ہے۔ ان میں پہلا عنصر کافی بڑی حد تک اجارہ داری کا رواج ہے (اجارہ داری نہیں تو غیر مکمل مسابقت کا رواج)۔ یہ اجارہ داری نہ صرف خود بازارِ محنت میں بلکہ معاشی نظام کے دوسرے شعبوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ دوسرا عنصر معاشی نظام میں فاضل پیداواری استعداد کا وجود ہے جس کی گنجائش جنگ کے غیر معمولی زمانے کو چھوڑ کر باقی دنوں میں کافی رہتی ہے۔ یہ فاضل استعداد اُن غیر مصروف وسائل کی شکل میں ہوتی ہے جن میں انسانی محنت اور مشینیں دونوں شامل ہیں۔

پہلی نظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اِن دونوں کا اُجرت کی سطح کے تعین سے یا اجتماعی سوداکاری کے ذریعے اِس سطح کو بدلنے سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم حقیقی اُجرتوں کو ذہن میں رکھ کر سوچیں تو یہ بات صاف ہوجائے گی کہ معاشی نظام میں اجارہ داری (بازارِ اشیا اور بازارِ محنت دونوں میں) اشیا کی قیمت اور لاگت (اُجرت بھی جس کا حصہ ہے) کو متاثر کر کے حقیقی

---

[1] پہلی جنگ کے دوران اس پابندی کی شکل یہ تھی کہ جنگی صنعتوں کے مزدور کو کام چھوڑنے سے پہلے اجازت نامہ لینا پڑتا تھا۔ دوسری لڑائی کے دوران ایک مخصوص حکم کے تحت مزدور سرکاری اجازت کے بغیر کام نہیں چھوڑ سکتا تھا اور نہ برطرف کیا جا سکتا تھا۔ لیکن مزدوروں کو کچھ باتوں کی ضمانت بھی حاصل تھی جس میں کم ترین اُجرت کی ضمانت شامل تھی۔

اُجرتیں

اُجرتوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔[1] اگر اجارے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اشیا کی قیمت فروخت لاگت کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی دی ہوئی اُجرت (بشکل زر) کی قوتِ خرید کم ہو جائیگی۔ اِس کے برعکس اگر اجارے کا اثر کم ہوتا ہے تو کسی دی ہوئی اُجرت بشکل زر کی سطح کے مطابق حقیقی اُجرت بڑھ جائیگی۔ اجارہ داری کے اثر کی یہ بات صرف اس حد تک صحیح ہے جہاں تک کہ مزدور کے استعمال میں آنے والی اشیا اُس سے متاثر ہوتی ہیں جنھیں اُجرتی اشیا کا نام دیا جاتا ہے۔ بعض ماہرین معاشیات کا تو یہ بھی خیال ہے کہ معاشی نظام میں اجارہ داری کی وسعت ہی بنیادی طور سے یہ متعین کرتی ہے کہ مجموعی پیداوار میں محنت کا کیا حصّہ ہوگا اور یہ کہ محنت کی پیدا آوری اور اُجرتی اشیا بنانے والی صنعتوں میں اجارے کی وسعت دونوں ملکر حقیقی اُجرت کی سطح متعین کرتی ہیں۔

ایک لحاظ سے اِس کا ظاہری نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ اُجرتوں کے سلسلے میں ٹریڈ یونین کی سوداکاری (جو عموماً اُجرتوں کے سلسلے میں ہوتی ہے) کا کوئی خاص اثر محنت کے حصّے پر نہیں پڑتا اور یہ کہ روایتی عدم مداخلتی نظریہ آخر کار صحیح ثابت ہوا چاہے جواز نیا ہی کیوں نہ سہی۔ لیکن یہ نتیجہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ درست ہو کیونکہ ٹریڈ یونین کی کارروائی بازار محنت میں خریداروں کی اجارہ داری کے اثر کو رَد کرنے میں طاقتور ثابت ہو سکتی ہے اور اس حد تک اجرتوں اور اشیا کی قیمتوں کے درمیان فرق کم کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر ٹریڈ یونینیں اُجرت بشکل زر کے تعین کے ساتھ جس سے ماضی میں وہ دلچسپی لیتی رہی ہیں اشیا کی قیمتیں

۱۔ بحیثیت مجموعی صنعت کی کم معیاری لاگت اُجرتوں اور درآمد شدہ خام مال پر مشتمل ہوتی ہے اگر ہم ایک بند نظام کی بات کر رہے ہیں تو یہ تمام مصارف کسی نہ کسی شکل میں اُجرت میں آجاتے ہیں۔

اُجرتیں اور سوداکاری کی قوت

جوں کہ جب صورت حال کے حقیقت پسندانہ شماریاتی مطالعے اور زیادہ کیے جائیں گے توان رشتوں کی ماہیت کو سمجھنے میں اور زیادہ آسانی ہوگی۔ اِس وقت بھی ہمارے پاس ایسا مواد ہے جس کی بنیاد پر ہم عارضی نتیجے اخذ کر سکتے ہیں کہ مخصوص حالات میں مخصوص راہِ عمل اختیار کرنے کے اثرات کیا ہوں گے (مثلاً کسی صنعت میں اُجرت کی تبدیلیوں کا اثر)۔ اگرچہ ممکن ہے کہ ان جزوی نتیجوں کی مدد سے ہم کُلّی نتیجوں کی طرف زیادہ اعتماد سے نہ بڑھ سکیں۔ لیکن اگر ہم طویل مدت کے پیشِ نظر اُجرتوں کی عام سطح سے بحث کر رہے ہیں تو بھی ہم جانتے ہیں کہ کچھ حدود ہیں جنکے اندر ہی اُجرتیں اپنی راہ چل سکتی ہیں۔

دوسری طرف ہم جانتے ہیں کہ اُجرت کی عام سطح کے گذر بسر کے مادّی معیار سے نیچے گرنے کا امکان ہے اور یہ معیار ہم دیکھ چکے ہیں کہ کوئی قائم سطح نہیں ہے کیونکہ گذر بسر کے لیے کیا چاہئے اِس کا انحصار اِس پر ہے کہ کام کتنا مشقت طلب ہے۔ تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے علاقوں سے مزدوروں کی رسد جاری رہنے کی وجہ سے یہ معیار اُس سے بہت پست ہو جو ایک معمولی عمر کار برقرار رکھنے اور خاندان کی پرورش کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ باب دوم میں ہم نے جن اعداد و شمار کا حوالہ دیا ہے اُن سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ درحقیقت اُجرتیں اِس مادّی حد سے زیادہ اوپر نہیں ہوتیں اور مختلف ملکوں کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے وہ اس لیے ہے کہ مختلف کاموں کے لیے جتنی محنت درکار ہوتی ہے اُس کے مطابق گذر بسر کے معیار مختلف ہوتے ہیں۔

اُجرتوں کی اُوپری حد کی وضاحت زیادہ مشکل ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اوپری حد کی وضاحت کے لیے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اُجرتیں اُس زائد پیداوار کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتیں جو سرمایہ دار کو جاتی ہے کیونکہ اِس حد سے اوپر جانے کا مطلب

اُجرتیں

یہ ہوگا کہ اجرتیں سرمائے کی رسد کو کھانا شروع کر دیں گی۔ اگر ریاست تمام پیداواری اور سرمایہ کاری اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے تب تو یہ صحیح ہے کہ اُجرتیں اُس حد تک بڑھ سکتی ہیں۔ لیکن تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُجرتیں تمام زائد پیداوار اپنے تصرف میں لے سکتی ہیں سوا اس کے کہ اصل کے موجود ذخیرے میں اضافے کے لیے نئی سرمایہ کاری بند ہو جائے۔ کیونکہ جب تک نئی سرمایہ کاری جاری ہے اس وقت تک انسانی محنت اور خام مال کے ایک حصّے کو نئے کارخانوں کی تعمیر اور نئی مشینوں کے لیے وقف کرنا پڑیگا۔ بجائے اس کے کہ صرف اشیائے صَرف بنتی رہیں جو براہِ راست دوکانوں میں جاتی ہیں اور جنہیں لوگ خریدتے ہیں۔ صرف موخرالذکر سے ہی اُجرتوں کو قوتِ خرید مِل سکے گی۔ چنانچہ ایک ملک کی مجموعی اُجرتوں کی حقیقی قدر محنت کی پیدا کردہ تمام اشیا کی مجموعی خالص قدر کا صرف ایک حصّہ ہو سکتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے اور اہم ہے کہ اگر معاشی نظام میں بے استعمال پیداواری استعداد کا کافی ذخیرہ موجود ہے تو مجموعی پیداوار اور مجموعی حقیقی کمائی دونوں میں اس سے اضافہ کیا جا سکتا ہے، یعنی ایسے اقدام کیے جا سکتے ہیں کہ اُس انسانی محنت اور اُن وسائل کو کام سے لگایا جائے جو اب تک بے استعمال تھے یا کم استعمال ہو رہے تھے۔

لیکن ایک سرمایہ دارانہ نظام میں جہاں پیداکاری اور سرمایہ کاری دونوں نجی ہاتھوں میں ہوتے ہیں یہ کہنا حماقت ہے کہ اجرتوں کے حصّے کے اضافے پر صرف ایک یہ پابندی ہے کہ وہ مجموعی آمدنی کے اُس حصّے سے تجاوز نہیں کر سکتا جو سرمایہ کاری کے لیے وقف ہوتا ہے۔ سرمایہ داری نظام میں اُجرتوں کے اضافے کی واقعی حد عملاً اس سے کم ہوتی ہے۔ اِس حد کی وضاحت معاشی نظریے سے زیادہ سیاسی اور سماجی نفسیات کا معاملہ ہے۔

اُجرتیں اور سوداکاری کی قوت

چل کر جب صورت حال کے حقیقت پسندانہ شماریاتی مطالعے اور زیادہ کیے جائیں گے تو ان رشتوں کی ماہیت کو سمجھنے میں اور زیادہ آسانی ہوگی۔ اِس وقت بھی ہمارے پاس ایسا مواد ہے جس کی بنیاد پر ہم عارضی نتیجے اخذ کر سکتے ہیں کہ مخصوص حالات میں مخصوص راہ عمل اختیار کرنے کے اثرات کیا ہوں گے (مثلاً کسی صنعت میں اُجرت کی تبدیلیوں کا اثر)۔ اگرچہ ممکن ہے کہ ان جزوی نتیجوں کی مدد سے ہم کلی نتیجوں کی طرف [illegible] بڑھ سکیں۔ لیکن اگر ہم طویل مدت کے پیش نظر اُجرتوں کی عام سطح سے بحث کر رہے ہیں تو بھی ہم جانتے ہیں کہ کچھ حدود ہیں جنکے اندر ہی اُجرتیں اپنی راہ چل سکتی ہیں۔

دوسری طرف ہم جانتے ہیں کہ اُجرت کی عام سطح کے گذر بسر کے مادّی معیار سے نیچے گرنے کا اِمکان ہے اور یہ معیار ہم دیکھ چکے ہیں کہ کوئی قائم سطح نہیں ہے کیونکہ گذر بسر کے لیے کیا چاہیے اِس کا انحصار اس پر ہے کہ کام کتنا مشقت طلب ہے۔ تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے علاقوں سے مزدوروں کی رسد جاری رہنے کی وجہ سے یہ معیار اُس سے بہت پست ہو جو ایک معمولی عمر کار برقرار رکھنے اور خاندان کی پرورش کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ باب دوم میں ہم نے جن اعداد و شمار کا حوالہ دیا ہے اُن سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ درحقیقت اُجرتیں اِس مادّی حد سے زیادہ اوپر نہیں ہوتیں اور مختلف ملکوں کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے وہ اس لیے ہے کہ مختلف کاموں کے لیے جتنی محنت درکار ہوتی ہے اُس کے مطابق گذر بسر کے معیار مختلف ہوتے ہیں۔

اُجرتوں کی اُوپری حد کی وضاحت زیادہ مشکل ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اوپری حد کی وضاحت کے لیے یہ کہدینا کافی ہے کہ اُجرتیں اُس زائد پیداوار کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتیں جو سرمایہ دار کو جاتی ہے کیونکہ اس حد سے اوپر جانے کا مطلب

اُجرتیں

یہ ہوگا کہ اُجرتیں سرمائے کی رسد کو کھانا شروع کر دیں گی۔ اگر ریاست تمام پیداواری اور سرمایہ کاری اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے تب تو یہ صحیح ہے کہ اُجرتیں اُس حد تک بڑھ سکتی ہیں۔ لیکن تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُجرتیں تمام زائد پیداوار اپنے تصرف میں لے سکتی ہیں سوا اس کے کہ اصل کے موجود ذخیرے میں اضافے کے لیے نئی سرمایہ کاری بند ہو جائے۔ کیونکہ جب تک نئی سرمایہ کاری جاری ہے اس وقت تک انسانی محنت اور خام مال کے ایک حصّے کو نئے کارخانوں کی تعمیر اور نئی مشینوں کے لیے وقف کرنا پڑیگا۔ بجائے اس کے کہ صرف اشیائے صَرف بنتی رہیں جو براہ راست دوکانوں میں جاتی ہیں اور جنہیں لوگ خریدتے ہیں۔ صرف موخرالذکر سے ہی اُجرتوں کو قوتِ خرید مل سکے گی۔ چنانچہ ایک ملک کی مجموعی اُجرتوں کی حقیقی قدر محنت کی پیدا کردہ تمام اشیا کی مجموعی خالص قدر کا صرف ایک حصّہ ہو سکتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے اور اہم ہے کہ اگر معاشی نظام میں بے استعمال پیداواری استعداد کا کافی ذخیرہ موجود ہے تو مجموعی پیداوار اور مجموعی حقیقی کمائی دونوں میں اس سے اضافہ کیا جا سکتا ہے، یعنی ایسے اقدام کیے جا سکتے ہیں کہ اُس انسانی محنت اور اُن وسائل کو کام سے لگایا جائے جو اب تک بے استعمال تھے یا کم استعمال ہو رہے تھے۔

لیکن ایک سرمایہ دارانہ نظام میں جہاں پیداکاری اور سرمایہ کاری دونوں نجی ہاتھوں میں ہوتے ہیں یہ کہنا حماقت ہے کہ اجرتوں کے حصّے کے اضافے پر صرف ایک یہ پابندی ہے کہ وہ مجموعی آمدنی کے اُس حصّے سے تجاوز نہیں کر سکتا جو سرمایہ کاری کے لیے وقف ہوتا ہے۔ سرمایہ داری نظام میں اُجرتوں کے اضافے کی واقعی حد عملاً اس سے کم ہوتی ہے۔ اِس حد کی وضاحت معاشی نظریے سے زیادہ سیاسی اور سماجی نفسیات کا معاملہ ہے۔

اُجرتیں اور سوداکاری کی قوت

چل کر جب صورت حال کے حقیقت پسندانہ شماریاتی مطالعے اور زیادہ کیے جائیں گے تو اِن رشتوں کی ماہیت کو سمجھنے میں اور زیادہ آسانی ہوگی۔ اِس وقت بھی ہمارے پاس ایسا مواد ہے جس کی بنیاد پر ہم عارضی نتیجے اخذ کر سکتے ہیں کہ مخصوص حالات میں مخصوص راہِ عمل اختیار کرنے کے اثرات کیا ہوں گے (مثلاً کسی صنعت میں اُجرت کی تبدیلیوں کا اثر)۔ اگرچہ ممکن ہے کہ اِن جزوی نتیجوں کی مدد سے ہم کلّی نتیجوں کی طرف زیادہ اعتماد سے نہ بڑھ سکیں۔ لیکن اگر ہم طویل مدّت کے پیشِ نظر اُجرتوں کی عام سطح سے بحث کر رہے ہیں تو بھی ہم جانتے ہیں کہ کچھ حدود ہیں جنکے اندر ہی اُجرتیں اپنی راہ چل سکتی ہیں۔

دوسری طرف ہم جانتے ہیں کہ اُجرت کی عام سطح کے گذر بسر کے مادّی معیار سے نیچے گرنے کا اِمکان ہے اور یہ معیار ہم دیکھ چکے ہیں کہ کوئی قائم سطح نہیں ہے کیونکہ گذر بسر کے لیے کیا چاہئے اِس کا انحصار اِس پر ہے کہ کام کتنا مشقت طلب ہے۔ تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے علاقوں سے مزدوروں کی رسد جاری رہنے کی وجہ سے یہ معیار اُس سے بہت پست ہو جو ایک معمولی عمر کار برقرار رکھنے اور خاندان کی پرورش کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ باب دوم میں ہم نے جن اعداد و شمار کا حوالہ دیا ہے اُن سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ درحقیقت اُجرتیں اِس مادّی حد سے زیادہ اوپر نہیں ہوتیں اور مختلف ملکوں کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے وہ اس لیے ہے کہ مختلف کاموں کے لیے جتنی محنت درکار ہوتی ہے اُس کے مطابق گذر بسر کے معیار مختلف ہوتے ہیں۔

اُجرتوں کی اُوپری حد کی وضاحت زیادہ مشکل ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اوپری حد کی وضاحت کے لیے یہ کہدینا کافی ہے کہ اُجرتیں اُس زائد پیداوار کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتیں جو سرمایہ دار کو جاتی ہے کیونکہ اِس حد سے اوپر جانے کا مطلب

اُجرتیں

اگر ریاست تمام پیداواری
یہ ہوگا کہ اُجرتیں سرمائے کی رسد کو کھانا شروع کر دیں گی۔
اور سرمایہ کاری اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے تب تو یہ صحیح ہے کہ اُجرتیں اُس حد تک
بڑھ سکتی ہیں۔ لیکن تب بھی اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُجرتیں تمام زائد پیداوار
اپنے تصرف میں لے سکتی ہیں سوا اس کے کہ اصل کے موجود ذخیرے میں اضافے
کے لیے نئی سرمایہ کاری بند ہو جائے۔ کیونکہ جب تک نئی سرمایہ کاری جاری ہے
اس وقت تک انسانی محنت اور خام مال کے ایک حصے کو نئے کارخانوں کی تعمیر اور
نئی مشینوں کے لیے وقف کرنا پڑیگا۔ بجائے اس کے کہ صرف اشیائے صَرف
بنتی رہیں جو براہ راست دوکانوں میں جاتی ہیں اور جنہیں لوگ خریدتے ہیں۔ صرف
موخر الذکر سے ہی اُجرتوں کو قوتِ خرید مل سکے گی۔ چنانچہ ایک ملک کی مجموعی اُجرتوں
کی حقیقی قدر محنت کی پیدا کردہ تمام اشیا کی مجموعی خالص قدر کا صرف ایک
حصہ ہو سکتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے اور اہم ہے کہ اگر معاشی نظام میں سے استعمال پیداواری
استعداد کا کافی ذخیرہ موجود ہے تو مجموعی پیداوار اور مجموعی حقیقی کمائی دونوں میں اس سے
اضافہ کیا جا سکتا ہے، یعنی ایسے اقدام کیے جا سکتے ہیں کہ اُس انسانی محنت اور
اُن وسائل کو کام سے لگایا جائے جو اب تک بے استعمال تھے یا کم استعمال
ہو رہے تھے۔

لیکن ایک سرمایہ دارانہ نظام میں جہاں پیداکاری اور سرمایہ کاری دونوں نجی ہاتھوں
میں ہوتے ہیں یہ کہنا حماقت ہے کہ اجرتوں کے حصے کے اضافے پر صرف ایک یہ پابندی ہے
کہ وہ مجموعی آمدنی کے اُس حصے سے تجاوز نہیں کر سکتا جو سرمایہ کاری کے لیے وقف ہوتا ہے۔
سرمایہ داری نظام میں اُجرتوں کے اضافے کی واقعی حد عملاً اس سے کم ہوتی ہے۔ اِس
حد کی وضاحت معاشی نظریے سے زیادہ سیاسی اور سماجی نفسیات کا معاملہ ہے۔

اُجرتیں اور سوداکاری کی قوت

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حقیقی اُجرتوں کے اضافے کا بیشتر امکان سرمایہ دار طبقے کے معیارِ صَرف پر منحصر ہے۔ ایک بار جب یہ رسمی معیار اپنا لیے جاتے ہیں تو اِن کو نیچے لانا کافی مشکل اور دیر طلب ہوتا ہے، سوائے اس کے کہ انقلاب یا جنگ جیسی ناگہانی آفت مجبور کر دے۔ سچ کہا گیا ہے کہ دیہات کے گھروں، نوکروں اور گراؤز مور (Grouse Moors) کے لیے عادت ڈالنا آسان ہوتا ہے لیکن چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ خوشحالی کے زمانے میں جب صنعت کی عام پیداوار بڑھ رہی ہوتی ہے، اگر مزدور مضبوطی سے منظّم ہوتے ہیں تو ان کے لیے اپنی اُجرتیں بڑھوانا نسبتاً آسان ہوتا ہے اور وہ اثاثے کے مالکوں کے مقابلے میں اپنا حصّہ بڑھا سکتے ہیں اگرچہ اِس کا بیشتر انحصار اس پر ہے کہ آجر اپنی اجارہ دارانہ قوت کو استعمال کر کے کس حد تک اُجرت کے اضافے کے دباؤ کو اُجرتی اشیا کی قیمت بڑھا کر کم کر سکتے ہیں اور اس طرح مزدوروں کی حقیقی اُجرتیں بڑھانے کی کوشش کو ناکام کر سکتے ہیں۔ لیکن خوشحال زمانے میں جب صنعت کی پیداوار تھمی ہوتی ہے یا بہت آہستہ بڑھ رہی ہوتی ہے، ٹریڈ یونینیں خواہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں اُن کی طاقت عملاً زیادہ محدود ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر دوسری آمدنیوں کو کم کر کے اُجرتیں بڑھانے کی کوشش کی گئی تو اس کی شدید مدافعت ہوگی اور جلد ہی وہ وقت آ جائیگا کہ سرمایہ دار اپنا صَرف کم کرنے کے بجائے سرمایہ کاری کی مقدار گھٹا دیں گے اور فرمیں زیادہ سے زیادہ کفایت کے پیشِ نظر ایسی مشینیں لگانا شروع کر دیں گی جنہیں کم سے کم مزدوروں کی ضرورت پڑے[1]۔

---

[1] اس میں شک نہیں کہ اُجرتوں کے اضافے نے مشینوں کی لاگت اور مصارفِ محنت، جس کے بدل کے لیے یہ مشینیں ہوں گی، دونوں میں اضافہ کر دیا ہوگا۔ آیا کہ فرم کو محنت کی جگہ مشینیں لگانے کی ترغیب ہوگی یا نہیں، اِس کا انحصار اس پر ہوگا کہ آیا ساتھ ہی سود کی شرح بھی کم ہوئی ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو۔ اسی لیے اُجرتوں کے اضافے کا جو ردِعمل فرض کر لیا گیا ہے ممکن ہے اتنا نہ ہو۔

اجرتیں

اس کے علاوہ سرمایہ کی ہڑتال کی اور زیادہ نمایاں شکلیں رونما ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ ٹریڈ یونینیں جس حد تک اجارہ داری کے اثر کو کم کرنے کی استعداد رکھتی ہیں اُس کے مطابق مزدور اپنی اُجرت کی شرح اونچی کروانے میں اور مجموعی پیداوار میں اپنا حصّہ بڑھانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن ان حالات میں مجموعی کمائی بڑھانے پر انہیں کچھ زیادہ اختیار نہ ہوگا، تاوقتیکہ معاشی نظام میں بہت وسیع ادارہ جاتی تبدیلیاں نہ پیدا ہو جائیں۔

چھٹا باب

اُجرتوں میں تفاوت

۱۔ درجوں میں تفاوت

ابتک ہم نے معاشرے کی مجموعی اُجرتوں کے حجم اور اُجرتوں کی اوسط عام سطح سے بحث کی ہے اور نقدی اُجرتوں یا پارچہ وار اُجرتوں ( ) کے اُس تفاوت کو نظرانداز کیا ہے جو مختلف درجوں کے مزدوروں میں یا ایک ملک کی ایک ہی صنعت کے اندر مختلف علاقوں میں یا دنیا کی مختلف قوموں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ لیکن ثانوی حیثیت رکھنے کے باوجود نظریۂ اُجرت کا اہم نصف حصہ ہمیشہ اُجرتوں کے تفاوت سے متعلق بحث کے لیے وقف رہا ہے اور قواعد اُجرت کے عملی مسئلوں میں مخصوص اُجرتوں کے سوال کو اہم مقام حاصل رہا ہے۔

ہم نے پہلے باب میں دیکھا ہے کہ اگر ہر شخص کو اپنا پیشہ منتخب کرنے کا مساوی اختیار دینا ہے تو معاشی نظام کو بنیادی طور سے رائج نظام سے مختلف ہونا پڑیگا۔ آیئے ہم فی الحال دوسرے درجوں کی آمدنیوں کو ایک طرف رکھ کر یہ فرض کرلیں کہ اُجرتی پیشوں کے اندر انتخاب کی یہ مساوات حاصل کرلی گئی اور یہ کہ ہر شخص کو تقریباً برابر کا موقع ملا کہ وہ جس روزگار کو چاہے پسند کرلے۔ اِس صورت میں یہ توقع نہ کرنی چاہیے کہ ہر جگہ اُجرت کی شرحیں یکساں ہوں گی۔ اِن شرحوں میں فرق ہوگا اور اس فرق کے بہت واضح اور قطعی اسباب ہیں لیکن توقع یہ نہ کرنی چاہیے کہ شرحوں میں فرق بس

اجرتیں

مختلف پیشوں میں حاصل ہونے والی منفعت اور عدم
اتنا ہوگا کہ بقول ایڈم اسمتھ مختلف
منفعت برابر ہے جس طرح دو بالٹیاں اگر نلکی سے جُڑی ہوں تو دونوں کے اندر
پانی کی سطح برابر رہیگی، اسی طرح ایک سے دوسرے پیشے کو منتقلی سے مساوات
صنعت کا اصول بروئے کار آئیگا۔ اگر تمام منفعتوں کو (مع اُجرت) عدم منفعت کے
مقابلے میں تولنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک پیشہ کسی دوسرے سے بہتر ہے
تو مزدور اُسی پیشے کی طرف منتقل ہونا شروع ہوں یہاں تک کہ بدلتی ہوئی رسد
اُجرتوں کی ہم رشتہ سطحوں کو بدل کر دونوں پیشوں کی خالص منفعت کو مساوی
کر دیگی۔ اب اُجرتوں میں فرق صرف اِس کے مطابق ہوگا کہ ایک پیشہ دوسرے کے
مقابلے میں کتنا نا مرغوب ہے یا مختلف پیشوں کی لاگت ایک دوسرے سے کتنی
مختلف ہے۔ بقول ایڈم اسمتھ مختلف روزگار میں محنت کو لگانے کے فائدے اور
نقصان آس پاس کے تمام علاقوں میں یا تو برابر ہونے چاہئیں یا مسلسل برابری پر
مائل ہونے چاہئیں۔ اگر پاس پڑوس میں کسی ایک روزگار کو منفعت کے اعتبار سے
دوسرے پر فوقیت حاصل ہے تو اُس روزگار کی طرف لوگ زیادہ آجائیں گے اور
دوسرے روزگار میں لوگ کم ہوجائیں گے یہاں تک کہ فوقیت رکھنے والے روزگار
کی منفعت دوسرے روزگار کی منفعت کے برابر آجائیگی[1]۔

اوّل تو یہ توقع کرنی چاہیے کہ لوگ اُن پیشوں سے گریز کریں گے جو زیادہ ناخوشگوار
یا خطرناک ہیں، مثلاً گندے نالے کا کام یا کوئلے کی کان کا کام، تا وقتیکہ اِن پیشوں
میں اُجرتیں اتنی زیادہ ہوں کہ زائد ناخوشگواری اور خطرے کی تلافی ہو سکے۔
گندے نالے کی صفائی اور کوئلہ کھودنے کے کاموں کو چونکہ عام طور سے ناپسند کیا
جائیگا اس لیے دوسرے پیشوں کے مقابلے میں ان میں روزگار کے اُمیدوار کم ہونگے

---

[1] ویلتھ آف نیشنز (ایڈیشن ۱۸۲۶) صفحہ ۹۹۔

جس کی وجہ سے ان پیشوں میں اُجرتیں اونچی ہوں گی۔ یہی صورت اُن پیشوں کے ساتھ بھی ہوگی جنھیں کمائی غیر یقینی ہوگی یا بیروزگار ہونے کا ڈر زیادہ ہوگا۔ اِس کے برعکس اگر کوئی پیشہ بہت خوشگوار اور دلچسپ ہے یا اُس کے ساتھ کوئی خاص اِمتیاز یا ساکھ وابستہ ہے یا اس میں مخصوص مراعات اور ترقی کے اِمکان پائے جاتے ہیں، تو لوگ عام طور سے اُس پیشے کو ترجیح دیں گے اور اُس روزگار کے اُمید واروں کی تعداد زیادہ ہوگی جس کی وجہ سے وہاں مقابلتاً اُجرت کم ہوگی۔

نمبر دو یہ کہ لوگ اُن روزگاروں سے گریز کریں گے جنکے لیے مہنگی تعلیم یا طویل تربیت کی ضرورت ہوتی ہے یا کار آموزی کی مدت لمبی ہوتی ہے جس کے دوران انھیں کچھ نہیں ملتا۔ چنانچہ اِن میں اُجرت اس وقت تک اونچی ہوتی رہیگی جب تک کہ دوسرے روزگاروں سے بڑھ نہ جائے۔ ایسی صورت میں ابتدائی تربیت کے مصارف کی حیثیت سرمایہ کاری کی ہوگی اور یہ صرف اس وقت کیے جائیں گے جب مستقبل میں اتنی اونچی اُجرت کی توقع ہو جو تربیتی مصارف کو نفع بخش بنا دے۔

مزید یہ بھی توقع کی جا سکتی ہے کہ جن پیشوں کے لیے کسی قدرتی استعداد کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً جاکی یا آپرا کے گانے والے، اِن میں بھی اُجرتیں بہت اونچی ہوں گی کیونکہ ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوگی اور اِن کو رکھنے کے خواہشمند زیادہ ہوں گے۔ لیکن ایسی صورت میں ان چند خوش قسمتوں کو جو زائد رقم ملے گی وہ نہ صرف کسی زائد عدم منفعت کی تلافی ہوگی بلکہ اِنھیں ایسی امتیازی حیثیت حاصل ہوگی جس میں ان کے پیشے کی مجموعی منفعت دوسری جگہ سے زیادہ ہوگی اور یہ سمجھا جائیگا کہ اِنھیں جو مِل رہا ہے وہ غیر معمولی قسم کی "قیمتِ قلت" یا کسی کمیاب قدرتی وصف کا "لگان" ہے۔

لیکن ہمارا حقیقی نظام "مساواتِ منفعت" کی منزل سے بہت دور ہے (اثاثے کی آمدنی تو درکنار، محنت کی کمائی میں بھی)۔ اِس کے علاوہ مختلف پیشوں کی منفعت

اُجرتیں

اور عدم منفعت کے دیکھتے اُجرتوں میں جتنا تفاوت ہے اُس کی وضاحت اُن وجوہ کی
بنا پر نہیں کی جا سکتی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ درحقیقت اُجرتوں کا یہ تفاوت اُس
اُصول کے اتنا برعکس ہے کہ ہم یہ سوچنے پر مائل ہوتے ہیں کہ ہمارے نظامِ اُجرت میں
اُجرتوں کا جو عظیم تضاد پایا جاتا ہے اُس کی وضاحت اس اُصول سے ہو ہی نہیں
سکتی۔ مثلاً یہ کہ سماج کے ناخوشگوار کاموں کی اُجرت زیادہ ہونے کے بجائے
پست ترین ہے۔ یہی صورت ان پیشوں کے ساتھ ہے جنہیں صحت اور جان کا
خطرہ زیادہ ہے۔ صرف اُجرتیں ہی پست نہیں ہیں بلکہ ان پیشوں میں روزگار
عموماً غیر یقینی اور غیر مستقل بھی ہوتا ہے۔ اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مہارت طلب
اور تربیت طلب پیشوں میں آمدنیوں کی سطح اُس سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ اُس
سرمائے کے منافع سے منسوب کیا جانا چاہیے جو ابتدائی تربیت میں لگایا گیا ہوگا
کہا جاتا ہے کہ اگر مکمل روزگار کی پالیسی کامیابی کے ساتھ چلائی جا سکے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا
کہ مختلف پیشوں کی کمائیوں میں بنیادی تبدیلی واقع ہوگی کیونکہ اگر روزگار اتنے
وافر ہیں جتنے روزگار تلاش کرنے والے تو لوگ اُن کاموں سے گریز کریں گے جو
ناخوشگوار یا خطرناک ہیں یہاں تک کہ اِن کاموں کے واسطے مزدوروں کو حاصل
کرنے کے لیے آجروں میں مقابلہ اُجرتوں کو کئی گنا بڑھا دیگا۔ دوسری جنگ عظیم
کے بعد کوئلہ مزدوروں کی شدید قلت نے اس قسم کا امکان پیدا کر دیا تھا۔ ایک ایسے
معاشرے میں جہاں بے روزگاری نہ ہو اور جو مواقع کی مساوات سے زیادہ قریب
ہو، وہاں کوئلہ مزدوروں، فاؤنڈری مزدوروں، اور کوڑا صاف کرنے والے مزدوروں
کی اُجرت سب سے اچھی ہوتی ہے رں میں کام کرنے والے ثانوی کارکنوں
کی یافت سب سے کم ہوتی ہے۔ گندے کام کرنے والوں کی بھی اُجرت زیادہ ہو سکتی
ہے اور اِن کی سماجی قدر بھی۔ اس کے برعکس صاف کام کو آسان سمجھا جاتا ہے

جس کا معاوضہ نسبتاً کم ہوتا ہے۔ غرضیکہ موجودہ اُجرتوں کی بے ترتیب تفاوت کی تشریح کے لیے "مساواتِ منفعت" کا اُصول ناکافی ہے اور اس کی مزید وضاحت کسی اور طرح کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ نامسابقتی گروہ جیسے ہی ہم اِس مصنوعی مفروضے کو مسترد کر دیتے ہیں کہ ہر مزدور کو کسی بھی پیشے میں داخل ہونے کا مساوی حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ مزید وضاحت ہمیں اس وقت فوراً مِل جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دنیا میں کسی پیشے کی تربیت کے مصارف اُجرت کشوں کو اپنی جیب سے کرنے ہوتے ہیں۔ چنانچہ آمدنیوں کا تفاوت ایک بار ہونے کے بعد باقی رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی آمدنی اونچی ہوتی ہے اور کچھ پس انداز کرنے کے قابل ہوتے ہیں، وہ اپنے بچوں کو کسی مہارت طلب پیشے میں داخل کرنے کے لیے ان کی تربیت اور کارآموزی کے مصارف زیادہ آسانی سے برداشت کر سکتے ہیں جبکہ وہ معمولی مزدور جو مشکل سے اپنے خاندان کا پیٹ بھر پاتا ہے اُس کے لیے اِن مصارف کا برداشت کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ ایک کھاتا پیتا غیر ہنرمند مزدور اپنے سب سے بڑے لڑکے کو تو عموماً کسی مہارت طلب پیشے میں کارآموز کی حیثیت سے رکھوانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس سے زیادہ اُس کے بس میں نہیں ہوتا اور اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کے دوسرے بچوں کو اِسکول چھوڑتے ہی کوئی ایسا کام پکڑنا پڑتا ہے جس سے فوری آمدنی ہو سکے۔[1] مختلف درجوں کے مزدوروں کی شرائطِ رسد مختلف درجوں کی اُجرتوں کے تفاوت سے اس قدر متاثر ہوتی ہیں کہ "مناسب" یا "واجب" اُجرتوں کی بات کرنا بے معنی بحث کرنے کے مترادف ہے بلکہ اِس سے یہ اُلٹا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ استعدادی اور غیر استعدادی اُجرتوں کے درمیانی فرق میں کمی آنے سے استعدادی مزدوروں کی رسد بڑھ جائیگی

[1] دی چلڈرن آف دی آن سکلڈ۔ صفحات ۱۶-۱۵ — ای - ال - لوکس۔

جس کے نتیجے میں یہ فرق اور بھی کم ہو جائیگا۔ نام نہاد متوسط طبقے کے پیشوں میں یہ اثر اور بھی نمایاں ہوگا۔ یہاں وکیلوں، ڈاکٹروں اور یونیورسٹی کے اُستادوں کی اِمکانی رسد صرف ایسے لوگوں کے بچّوں تک محدود ہوگی جنکی آمدنی کی سطح ہاتھ کے کام کرنے والے مزدوروں سے زیادہ ہوگی (قطع نظر اِس کے کہ کچھ لوگوں کو وظیفوں یا خیرات سے پڑھنے کا موقع مِل جائے) چنانچہ اِن پیشوں میں نوواردوں کی رسد خصوصًا محدود ہوگی جسکی وجہ سے آمدنیوں کی سطح اونچی ہو جائیگی۔ دوسری طرف ایسے مزدور جو بندرگاہوں میں یا ریلوے لائن پر کام کرتے ہیں انھیں بہت معمولی جسمانی محنت کرنی پڑتی ہے چنانچہ اِن کاموں کے لیے مزدوروں کی رسد وافر ہوتی ہے اور مزدوری سستی ہوتی ہے۔ پروفیسر ٹاسگ کا کہنا ہے کہ اس قسم کے پانچ درجے بہت آسانی سے پہچانے جا سکتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں نیچے سے اُوپر جانے میں مختلف مشکلات حائل ہوتی ہیں۔ اونچے درجے اُن گروہوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنھیں ٹاسگ نے "نامسابقتی" گروہ کہا ہے، یعنی ایسے گروہ جنہیں رسد خصوصًا اس لیے محدود ہوتی ہے کیونکہ یہاں نئے داخلوں پر پابندی ہوتی ہے۔ رسد محدود ہونے کی وجہ سے اِن پیشوں میں خدمات کا معاوضہ اونچا ہوتا ہے۔ ٹاسگ نے جن درجوں کو شناخت کیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) عام مزدوروں جیسے غیر مہارتی مزدور (۲) نیم مہارتی مزدور (۳) مہارت یافتہ کاریگر مثلاً میکینک، فٹر، انجن ڈرائیور، معمار وغیرہ (۴) دفتری کلرک (۵) مختلف متوسط طبقے کے پیشے۔ ان میں موخرالذکر کی مخصوص حیثیت اِتنی اہم ہوتی ہے کہ یہ اُس اُجرت کش طبقے میں نہیں آتے جس کی ہم نے پہلے باب میں وضاحت کی ہے ان کا درجہ الگ ہوتا ہے۔

اگر قانونًا، رسمًا یا کسی ادارے کے ضوابط کے تحت کسی پیشے میں نئے آنے والوں

اُجرتوں میں تفاوت

مصنوعی پابندیاں عائد ہیں تو اِن میں امتیازی آمدنی اور بھی زیادہ ہوگی۔ قرونِ وسطےٰ
کے گلڈ اپنے ممبروں پر داخلے کی شرائط عائد کرتے تھے تاکہ اِن میں آپس میں مقابلہ
محدود رہے۔ اِن میں سے بعض جو بہت طاقتور تھے وہ ایک نہایت مخصوص حلقہ
بن کر رہ گئے تھے کیونکہ یہاں داخلے کی فیس کئی سو پونڈ تھی۔ پچھلی صدی میں ماہر
کاریگروں کی کچھ ٹریڈ یونینوں نے اپنے پیشوں میں داخلے پر پابندیاں عائد کی
تھیں۔ کارآموزی کے ضوابط کی صورت میں اب بھی بہت سی پابندیاں پائی
جاتی ہیں۔ بار فیس، مُشیرِ قانونی کے کاغذات کی فیس، دلال کے کاروبار میں
شیئر کی قیمت، اِن سب کا یہی اثر ہوتا ہے۔ بعض پیشوں میں انتخاب صرف
چند پبلک اسکولوں سے نکلے ہوئے امیدواروں تک محدود ہوتا ہے۔ بہت سے
پیشوں میں تقریباً اور سماجی روش کا ایک مخصوص معیار طلب کیا جاتا ہے۔

لیکن موجودہ اُجرتی تفاوت کا اثر نہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ مصارفِ تربیت
برداشت کر سکنے والوں کی تعداد مختلف درجوں کی رسدِ محنت کو متاثر کرے بلکہ
اِن کا اثر پیشے کی "ناخوشگواری" کے روایتی تصور پر بھی پڑ سکتا ہے۔ غالباً تفاوتِ
اُجرت کا بذاتِ خود ایسے رسم و رواج پر بہت معمولی اثر پڑتا ہے جو بنیادی طور سے
طبقات کے درمیان وسیع عدم مساوات کی پیداوار ہوتے ہیں۔ بہر حال طبقاتی
سماجوں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ پیشے جن میں آمدنی کم ہوتی ہے ناخوشگوار
تصور کیے جاتے ہیں اور اونچی آمدنی والے پیشے سماجی اعتبار سے زیادہ باعزت
سمجھے جاتے ہیں۔ اِس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ محنت کی اُوپر کی طرف حرکت پذیری
بڑھ جاتی ہے اور لوگ اُوپر کے درجوں میں جانے کے خواہشمند رہتے ہیں چاہے
اِس کے لیے انھیں کافی قربانی بھی دینی پڑے۔ لیکن اِس رجحان پر وہ اثرات غالب
رہتے ہیں جنکا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اسی سے اِس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ کچھ

پیشے جو جسمانی محنت کے درجوں سے اوپر ہیں اور جن پر کچھ تربیتی مصارف بھی ہوتے ہیں، اُن میں نئے داخل ہونے والوں کی بھیڑ رہتی ہے جس کی وجہ سے ان میں اُجرتیں جسمانی محنت کرنے والے پیشوں سے کم ہوتی ہیں۔ کلرک اور مدرس ایسے پیشوں کی مثال ہیں اسی سے اِس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہاں دوسری جگہوں کے مقابلے میں اُوپر کی جانب حرکت پذیری توقع سے زیادہ کیوں ہوتی ہے

محنت کے درجوں کے درمیان نقل وحرکت

۳۔ صنعتی اور علاقائی تفاوت

کی یہ مشکلات نہ صرف اُفقی ہو سکتی ہیں بلکہ مختلف صنعتوں اور علاقوں کے مابین عمودی بھی ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے وہ رجحان پیدا ہوتا ہے جسے ماہرینِ معاشیات "ناواجب" کہتے ہیں، ناواجب اِن معنوں میں کہ یکساں کارکردگی اور یکساں محنت کی اُجرت ایک مقام پر دوسرے مقام کے مقابلے میں کم ہوتی ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ لوگ دوسری صنعتوں اور دوسرے علاقوں میں روزگار کے مواقع سے ناواقف ہوتے ہیں یا اُن کے پاس وہ وسائل نہیں ہوتے کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ اِن علاقوں کو منتقل ہو سکیں اور وہاں گھر بسا سکیں، یا مختلف اسباب کی بنا پر اپنا مانوس پیشہ چھوڑنا نہیں چاہتے اور اِس خوش اُمیدی میں پڑے رہتے ہیں کہ کوئی بہتر صورت نکل آئے گی۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ حال کی مکانات کی قلت نے محنت کی حرکت پذیری بہت کم کر دی ہے کیونکہ ایک مزدور جس کے پاس اپنے رہنے کے لیے مکان یا کمرہ ہوتا ہے وہ کسی دوسری جگہ جانے سے گریز کرتا ہے جہاں ممکن ہے اُسے رہنے کی جگہ نہ مل پائے۔ غرضیکہ اگر کسی بھی وجہ سے محنت کی حرکت پذیری سست ہوتی تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض شہروں اور علاقوں میں نسبتاً محنت کی اِفراط ہوتی ہے جبکہ دوسری جگہوں پر قلت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اوّل الذکر میں اُجرتیں گرنے لگتی ہیں اور موخرالذکر میں

اُجرتوں میں تفاوت

بڑھنے لگتی ہیں۔ ہاں تک کہ یہ خلا اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان نقل و
وحرکت شرو... ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب دو صنعتوں یا علاقوں کے
درمیان حرکت پذیری کم ہوتی ہے تو محنت کی قیمت رسد، جس پر لوگ کام کرنے پر
مجبور ہوتے ہیں، اُس میں کافی تفاوت ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے اُجرت کی سطح
وہاں پست ہوتی ہے جہاں لوگ رسم و رواج یا غربت کی وجہ سے نقد آمدنی کی زیادہ
قدر کرتے ہیں اور اس کی زیادہ فکر نہیں کرتے کہ اس کے لیے انھیں کیا کرنا پڑتا ہے
یا کیا قربانی دینی پڑتی ہے۔ زراعت میں اُجرتیں نسبتاً پست ہونے کی وجہ عموماً یہی
سمجھی جاتی ہے کہ وہاں کے لوگ گاؤں چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر قسمت آزمائی سے
گریز کرتے ہیں۔

نقل و حرکت میں مزاحمتوں کی نوعیت

جس حد تک جغرافیائی ہے وہاں تک
یکساں کاموں کی اُجرت کا تفاوت مختلف علاقوں کے درمیان زیادہ ہوگا، مثلاً
شمال اور جنوب کے علاقوں کی زراعت یا کوئلے کی کانوں میں۔ یہی صورت اُن صنعتوں
میں بھی ہوگی جو ایک دوسرے سے فاصلے پر ہیں۔ جہاں تک پیشہ ورانہ مزاحمتوں کا
سوال ہے، ایک ہی شہر کی مختلف صنعتوں کے درمیان اُجرتوں میں فرق ہوگا،
مثلاً تحفظ یافتہ اور تحفظ نایافتہ پیشوں کے درمیان جن کا ذکر دوسرے باب میں
آیا ہے۔ دو لڑائیوں کی درمیانی مدت میں کچھ یہ رجحان پایا جاتا تھا کہ لوگ ساؤتھ
ویلز کے کاؤنٹی کے علاقوں کی مصیبت زدہ زندگی سے بھاگ کر جنوبی انگلینڈ جا کر
روزگار تلاش کرنا چاہتے تھے جہاں تعمیری مزدوروں اور مال ڈھونے والے مزدوروں
کی اُجرتیں زیادہ تھیں۔ اسی طرح جہاز سازی کے مزدور قرب و جوار کے اُن پیشوں میں
جانا چاہتے تھے جہاں اُجرتیں اونچی تھیں۔ ان وجوہ کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی
ہے کہ جہاں اُجرتیں ٹریڈ یونین کے معاہدوں کے تحت متعین ہوتی ہیں وہاں مزدور

کے لیے اِسکا موقع کم ہوتا ہے کہ خود کو کم اُجرت پر پیش کرکے پرانے مزدوروں کو زک دے سکیں۔ یہ بھی غالباً درست ہے کہ مزدور دوسرے پیشوں میں اِس بنا پر جانا چاہیں گے کہ وہاں امکانات کا میدان وسیع ہے اور توسیع پذیر صنعتوں میں اُجرتیں زیادہ ہیں بہ نسبت اس کے کہ صرف اس لیے جانا چاہیں کہ پرانے پیشے یا وطن میں روزگار گھٹ رہا ہے اور اُجرتیں گر رہی ہیں۔ مطلب یہ کہ محنت کی حرکت پذیری بازارِ اُجرت کے زوال سے زیادہ اُس کے عروج پر مبنی ہوتی ہے۔

۴۔ اتفاقی روزگار

اس قسم کی بے حرکتی اُس صورت میں بڑھ جاتی ہے جب مزدور اِس اُمید پر اپنے پیشے سے چپکا رہتا ہے کہ وہاں بہتری کی کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئیگی اگرچہ وہاں روزگار اتنا نہیں ہوتا کہ مزدوروں کی پہلے جیسی بڑی تعداد مستقل کام سے لگی رہ سکے۔ کوئی صورت نکل آئیگی توقع جو اُنھیں اُس پیشے سے لٹکائے رکھتی ہے اور بہتر مواقع کی تلاش میں دوسری جگہ قسمت آزمائی میں مانع رہتی ہے، اس پر اس کا بہت اثر پڑتا ہے کہ آجر بھرتی کرنے کے کیا طریقے اختیار کرتے ہیں۔ اگر کوئی آجر اپنے کارخانے میں مزدوروں کی ایک تعداد کم و بیش مُستقل طور پر ہفتہ بہ ہفتہ رکھتا ہے اور صرف کسی خاص بنا پر ہی کسی مزدور کو نکالتا ہے تو نکالا جانے والا مزدور جانتا ہے کہ کم از کم فی الحال اس کے لیے وہاں گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اگر آجر عادتاً اپنا اسٹاف بدلتا رہتا ہے اور مخصوص موسم میں عارضی مزدوروں کو رکھتا اور نکالتا رہتا ہے تو صورت بدل جاتی ہے اور چھٹنی کیا ہوا مزدور یہ سمجھتا ہے کہ مُستقبل میں اُس کے دوبارہ رکھ لیے جانے کا امکان ہے۔ غرض کہ جو لوگ خود کو روزگار کے حاشیے پر موجود رکھتے ہیں اُنھیں اگر مسلسل نہیں تو وقتاً فوقتاً کام ملتا ہی رہتا ہے۔ روزگار کے اتفاقی طریقے کی نمایاں مثال بندرگاہوں میں مال ڈھونے والے مزدوروں کی ہے جہاں مزدور مُستقل

نہیں رکھے جاتے بلکہ ایک مخصوص مال ڈھونے کے لیے رکھے جاتے ہیں جس کے بعد انھیں نکال دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صنعت کے گرد اُمیدوار مزدوروں کی تعداد اُس سے زیادہ ہوتی ہے جتنوں کو وہاں مستقل روزگار مل سکتا ہے۔ کارخانے کے پھاٹک پر جتنے بھی آدمی ہوں ہر ایک کے لیے روزگار پانے کا موقع برابر ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگ وہاں جمع رہتے ہیں۔ اگرچہ وہاں مصروف دنوں میں بھی اتنے آدمیوں کو رکھے جانے کا اِمکان نہیں ہوتا۔ ایسے پیشوں میں کام کی غیر مستقلی کی وجہ سے نہ صرف مزدوروں کی اوسط کمائی کم ہوتی ہے بلکہ مقابلتاً اُجرت کی سطح گھٹا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ان شرحوں کو اونچا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس علاقے میں اُمیدوار مزدوروں کی تعداد اور بھی بڑھ جاتی ہے اور اوسط کمائی بڑھنے کے بجائے گھٹ جاتی ہے۔

۵۔ عرق ریز پیشے جنہیں عرق ریز پیشے کہا جاتا ہے اُن کا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں اجرتیں غیر مناسب حد تک کم ہوتی ہیں برطانوی پارلیمنٹ کے ہاؤس آف لارڈز (House of Lords) کی ایک سیلکٹ کمیٹی نے عرق ریز پیشے کی وضاحت کرتے ہوئے یہ خصوصیت بتائی تھی کہ وہاں اُجرتیں نہایت کم، اوقاتِ کار بہت زیادہ اور حالاتِ کار غیر صحت مند ہوتے ہیں۔ ایسے پیشے بیشتر وہ تھے جہاں گھروں پر ہاتھ سے کام ہوتا تھا مثلاً دفتی کے ڈبے بنانا، لیس بنانا، زنجیریں بنانا، ڈھلائی کے کچھ کام اور سستی سِلائی۔ اِن پیشوں کا ذکر پہلی لڑائی سے قبل سُننے میں آتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ سستی محنت کی دستیابی کی وجہ سے اِن طریقوں کو زندہ رکھا جاتا تھا ورنہ وہی کام کارخانوں میں مشینوں سے ہو سکتا تھا۔ چنانچہ یہ صنعتیں اُن علاقوں کے ساتھ جونک کی طرح چپکی رہیں جہاں سستی محنت کی رسد وافر تھی۔ ان میں سے بیشتر مزدور عورتیں تھیں جو کمانے والے کے مرجانے کی وجہ سے یا اُس کی بیکاری کی وجہ

اُجرتیں

سے خود کمانے پر مجبور ہوتی تھیں۔ اِس قسم کے مزدور اگر کافی واقف ہوتے ہیں اور اُنھیں فوری
کمائی کی شدید ضرورت نہ ہوتی، اور روزگار کی تلاش میں دوسری جگہ جا سکتے تو شاید
اِتنی کم مزدوری نہ قبول کرتے۔ چنانچہ بعض اوقات صورت یہ ہوتی کہ اگر اتنی کم اُجرت
پر کام لینے پر پابندی لگائی جاتی تو یہ پیشے اُن کارخانوں کے مقابلے میں نہ ٹھہر پاتے
جو اچھی مشینوں سے لیس تھے۔ یہ پیشے صرف سستی محنت کے بل پر ہی زندہ رہ سکتے
تھے۔ ان کے بند ہونے کی صورت میں مزدوروں کی رہی سہی کمائی بھی جاتی رہتی اور
وہ بے روزگار ہو جاتے۔ مسئلے کا حل صرف یہ تھا کہ زائد مزدوروں کو کسی دوسری
جگہ منتقل کر دیا جاتے۔ یہ پورا مسئلہ اِس کی ایک مثال ہے کہ کس طرح غربت سے غربت
پیدا ہوتی ہے۔ اکثر مرد مزدوروں کی غربت اُنکی عورتوں کو کام کرنے پر مجبور کرتی ہے
اور اس طرح ان عرق ریز پیشوں کو ترقی کا موقع ملتا ہے جو سستی محنت کی رسد پر زندہ
رہتے ہیں اور ایک بار جب اُجرتیں کافی پست ہو جاتی ہیں تو محنت کی قیمت رسد کم
ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مستقبل میں اور بھی پست شرائط پر کام کے لیے مزدور تیار رہتے
ہیں۔

عرق ریز پیشوں کا مسئلہ بڑی حد تک

۶۔ مردوں اور عورتوں کی اُجرتیں

عورتوں اور مردوں کے کام اور اُن کی

اُجرتوں میں فرق کا مسئلہ ہے لیکن مرد مزدوروں کی عرق ریزی ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے
اگر ایسا ہوتا کہ ایک ہی کام میں مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی جگہ نہ رکھا جا سکتا
تو یہ دونوں ان معنوں میں نامسابقتی گروہ کی صحیح مثال ہوتے جن معنوں میں کیرنس
(Cairnes) نے انھیں استعمال کیا ہے، یعنی ایک سے دوسرے زُمرے
میں منتقلی کا کوئی اِمکان نہ ہوتا، وہ بات دوسری ہے کہ ایک کھانا پکانے والی
عورت پیرس کے باورچی کا روپ بھر لیتی یا ایک مرد بھیس بدل کر خادمہ یا گورنس

اُجرتوں میں تفاوت

بڑی تعداد حالات سے مجبور ہو کر روزگار کی خواہاں ہے۔ حالات میں خاندان کی قلیل کمائی یا کمانے والے کی بیروزگاری، بیماری یا موت شامل ہیں بیشتر عورتیں چونکہ غربت کی وجہ سے کسی بھی اُجرت پر کام کرنے پر آمادہ ہوتی ہیں اِس لیے وہ مستقبل کی بہتر کمائی کے مقابلے میں فوری کم کمائی کی زیادہ قدر کرتی ہیں چاہے وہ عارضی ہو اور کبھی کبھی ہوتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی عورتوں کی رسدِ محنت مردوں کی کمائی کے ساتھ اُلٹے تناسب سے گھٹتی بڑھتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے بھی مردوں کی اُجرتیں گھٹتی ہیں تو اس کا مجموعی اثر یہ ہوگا کہ عورتوں کی رسدِ محنت سستی ہو جائیگی (جس حد تک مردوں کی جگہ عورتوں کو رکھا جا سکتا ہے)۔ چنانچہ روزگار کے لیے عورتوں کی مسابقت کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مردوں کی اُجرتیں مزید گر جائیں گی۔

لیکن جس حد تک بعض پیشوں میں عورتیں اور مرد دونوں ایک دوسرے کا بدل ہو سکتے ہیں، اُس حد تک یہ دونوں خالص نا مسابقتی گروہ نہیں ہوتے اور اِس کے باوجود کہ افراد ایک گروہ سے دوسرے گروہ میں نہیں جا سکتے اور اِس لیے دونوں میں مقابلہ نہیں ہوتا تاہم اِن کی محنت کی طلب (جزوی طور سے) ایک سے دوسرے گروہ کو منتقل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر اِس قسم کا تبادلہ ممکن ہے تو یہ اس وقت تک کیوں نہیں جاری رہتا کہ مردوں اور عورتوں کی اُجرتیں اُن کی اُس برائے نام[1] استعداد کے تناسب میں برابر آ جائیں جس پر کہ تبادلہ عمل میں آ رہا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا جس کا سبب یہ ہے کہ اگر کارکردگی کو دیکھتے عورتوں کی اُجرت ارزاں ہے تو مردوں کی جگہ پر عورتوں کو کیوں نہیں رکھا جاتا یہاں تک کہ یہ اضافی ارزانی ختم ہو جائے۔ یاد رہے کہ مسابقت کی وجہ سے اُجرتوں کے کارکردگی کے تناسب میں ہونے کا یہ مطلب ضروری نہیں ہے کہ مزدوروں کے دو طبقوں کی اجرتوں کی زمانی شرح مساوی ہوگی۔

---

[1] اس بات کے پیش نظر کہ کچھ پیشوں میں عورتوں کو برتری حاصل ہوگی اور کچھ میں مردوں کو، اس لیے ایسا نہ ہوگا کہ اوسطاً تمام پیشوں میں اُجرتیں استعداد کے فرق کے تناسب میں ہوں۔

لیکن یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ عورتوں اور مردوں دونوں کی اُجرت کی پارچہ وار شرح برابر ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں اگر ایک دیے ہوئے وقت میں زیادہ پیداوار کی استعداد رکھتے ہیں تو پیداوار کا یہ فرق دونوں کی کمائی کے فرق سے ظاہر ہوگا۔

مساوات یا اُس کا قرب نہ حاصل ہوسکنے کی دو وجہیں تجویز کی جاتی ہیں۔

اوّل تو یہ کہ مرد اور عورتیں صرف ایک حد تک ایک دوسرے کا بدل ہوسکتے ہیں اور اس قسم کے تبادلے کو زیادہ وسعت دینے کے لیے رواج کو توڑنا پڑیگا اور اس کی مخصوص قیمت ادا کرنی ہوگی۔ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ مرد مزدور جن کاموں میں لگے ہیں اُن میں صرف پانچواں حصّہ ایسے کام ہیں جن میں مردوں کی جگہ عورتوں کو رکھا جاسکتا ہے جبکہ مسٹر اور مسز ویب کا کہنا ہے کہ اُن دو صورتوں میں بھی جہاں عورتیں اور مرد دونوں رکھے جاسکتے ہیں، وہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ شعبوں میں تقسیم ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف کام انجام دیتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ مختلف شعبے اور ان کے کام باہم متکمل (Complimentary) ہوتے ہیں اور مردوں اور عورتوں میں رقابت کا سوال نہیں اُٹھتا[1] مرد عورتوں کو کام سکھلانے سے گریز کرتے ہیں جس کی بڑی وجہ رواج ہے۔ چنانچہ عورتوں کے لیے اِن پیشوں کے دروازے بند ہوتے ہیں اگرچہ عورتوں کو اگر وہ کام کرنے کا موقع دیا جائے تو وہ مردوں ہی جیسی موزوں ثابت ہوں۔ اس کے علاوہ ماضی میں مردوں کی ٹریڈیونینوں نے اپنے آجروں سے یہ معاہدہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ عورتیں ان کے پیشوں میں کم آئیں بلکہ اگر اس کا خطرہ ہوتا ہے کہ عورتوں کی ارزاں محنت کی وجہ سے ان کی اُجرت کا معیار گھٹ جائیگا تو وہ اپنے پیشوں میں عورتوں کو آنے ہی نہیں دیتے۔ کارکردگی کے مطابق اُجرتوں میں مساوات قائم کرنے کے لیے

---

[1] انڈسٹریل ڈیموکریسی (ایڈیشن ۱۹۱۹-صفحہ ۴۹۶)

اُجرتوں میں تفاوت

تبادلے کی کوشش سے مدافعت پیدا ہوتی ہے اور یہ عمل اور بھی رُک جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ کسی علاقے میں عورتوں کی محنت کا خطِ رسد ایک نکتے کے بعد واضح طور سے بے لوچ ہو جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بازارِ رسد کی طرف عورتوں کی مزید تعداد رجوع کرنے کے لیے اُجرتیں مُسلسل بڑھانی ہوں گی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی دیے ہوئے وقت میں کتنی عورتیں مختلف وجہوں سے کام کرنا چاہینگی، ان کی تعداد ایک حد تک متعین ہوتی ہے۔[11] چنانچہ ایسے مخصوص حالات پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ عموماً گھر پر رہنے والی اور خانگی کاموں میں مصروف عورتوں کو زیادہ تعداد میں اِدھر لایا جا سکے۔ رسد کا بے لوچ پن اور ساتھ ہی یہ حقیقت کہ آجروں کے درمیان مزدوروں کو حاصل کرنے کا مقابلہ نا مکمل ہوتا ہے، اِن دونوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہوگا کہ برسرِ روزگار لوگوں کی اُجرتیں پست رہیں گی اور آجر اِس ڈر سے عورتوں کی مانگ بڑھانے پر آمادہ نہ ہوں گے کہ اس سے عورتوں کی قیمتِ محنت بڑھ جائیگی اور انھیں نقصان ہوگا۔ اگر یہ صورتِ حال ہے تو عورتوں کی محنت کا غیر معمولی استحصال ہوگا اور مزدوروں کی مانگ بڑھکر اُن کی اُجرتیں اُونچی کرنے کا کوئی بھی رجحان بے اثر ہو جائیگا۔ چنانچہ مردوں کی جگہ پر عورتوں کو لانے کا انحصار صنعت میں واقع ہونے والی ان طویل مدّت تبدیلیوں پر رہیگا جو بہت آہستہ آتی ہیں اور غیر یقینی ہوتی ہیں۔ لیکن ان طویل مدت تبدیلیوں کے بھی کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

۷۔ مساوی کام کی مساوی اُجرت اس بات پر برابر زور دیا جاتا رہا ہے کہ ان تمام پیشوں میں جہاں مرد اور عورتوں میں روزگار حاصل کرنے کے لیے مقابلہ ہوتا ہے وہاں مساوی کام کی مساوی

---

[11] اس نظریہ کی حمایت کی شہادت پروفیسر سارجنٹ فلورنس نے مارچ [illegible] کے Economic Journal کے شمارے میں پیش کی ہے۔

اُجرت" کا اُصول نافذ کرنا چاہیے، یعنی مساوی استعداد کے مزدوروں کی پارچہ وار شرح مساوی ہونی چاہئے اور یہ اس لیے تاکہ مزدور عورتوں کے ساتھ انصاف ہو سکے اور اس کا بھی خطرہ نہ رہے کہ عورتوں کے مقابلے کی وجہ سے مردوں کی اُجرتیں گھٹ جائیں گی۔ اُن صورتوں میں جہاں آجروں کے لیے مردوں کے مقابلے میں عورتیں کم فائدہ مند ہوں گی وہاں عورتوں کی بھرتی بالکل بند ہو جائیگی کیونکہ کوئی آجر مفید مرد کی جگہ عورت کو اُسی اُجرت پر نہ رکھنا چاہیگا۔ چنانچہ رجحان یہ ہوگا کہ عورتوں کی مانگ کو چند شعبوں تک محدود رکھکر اُن کی اُجرت کی سطح نیچی رکھی جائے۔ لیکن جہاں عورتوں اور مردوں کی موزونی میں اتنا نمایاں فرق نہ ہوگا وہاں اِس اُصول کے اختیار کرنے کا اُلٹا اثر ہو سکتا ہے۔ جب مردوں کی ٹریڈ یونینوں کی غیر مناسب مُسابقت کا ڈر نہیں رہیگا تو ممکن ہے کہ وہ ڈھیل چھوڑ دیں اور عورتوں کے داخلے پر سے کچھ پابندیاں ہٹا لیں اور اِس طرح اُن پیشوں میں عورتیں داخل ہو سکیں جنکے دروازے اب تک اُن کے لیے بند تھے۔ یہ تو بہرحال واضح ہے کہ ٹریڈ یونین تنظیم کو عورتوں میں پھیلانے کی ضرورت ہے جہاں ابتک یہ تحریک کمزور یا ناپائدار رہی ہے۔ اِس کا اثر یہ ہوگا کہ اُن پیشوں میں جن میں صرف عورتیں کام کرتی ہیں یا عورتیں اور مرد دونوں کام کرتے ہیں، عورتوں کی اُجرتیں اجتماعی سودہ کاری کے ذریعے بڑھائی جا سکیں گی۔ مردانی ٹریڈ یونینوں کے نقطۂ نگاہ سے بھی مزدور طبقے کے اِس کمزور حصّے کی تنظیم مفید رہے گی کیونکہ روزگار حاصل کرنے میں یہ دونوں مدِ مقابل ہیں۔ اس کی وجہ سے اور مساوی اُجرت کے اصول کی وجہ سے مزدور طبقے کی مجموعی کمائی کس حد تک بڑھ سکے گی اِس کا انحصار اُن باتوں پر ہے جو پانچویں باب میں زیرِ بحث آئی ہیں۔ اِن دونوں کے معنی یہ ہیں کہ مزدوروں کے ایک خاص طبقے یعنی عورتوں کا خطِ رسد اونچا کیا جائے۔ اگر عورتوں کی اونچی اُجرت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کارکردگی کافی بڑھ جاتی ہے تو سب کی

تبادلے کی کوشش سے مدافعت پیدا ہوتی ہے اور یہ عمل اور کبھی رُک جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ کسی علاقے میں عورتوں کی محنت کا خط رسد ایک نکتے کے بعد واضح طور سے بے لوچ ہو جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بازار رسد کی طرف عورتوں کی مزید تعداد رجوع کرنے کے لیے اُجرتیں مسلسل بڑھانی ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی دیے ہوئے وقت میں کتنی عورتیں مختلف وجہوں سے کام کرنا چاہینگی، ان کی تعداد ایک حد تک متعین ہوتی ہے[1]۔ چنانچہ ایسے مخصوص حالات پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ عموماً گھر پر رہنے والی اور خانگی کاموں میں مصروف عورتوں کو زیادہ تعداد میں اِدھر لایا جا سکے۔ رسد کا بے لوچ پن اور ساتھ ہی یہ حقیقت کہ آجروں کے درمیان مزدوروں کو حاصل کرنے کا مقابلہ نا مکمل ہوتا ہے، ان دونوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہوگا کہ برسر روزگار لوگوں کی اُجرتیں پست رہیں گی اور آجر اس ڈر سے عورتوں کی مانگ بڑھانے پر آمادہ نہ ہوں گے کہ اس سے عورتوں کی قیمت محنت بڑھ جائیگی اور انھیں نقصان ہوگا۔ اگر یہ صورت حال ہے تو عورتوں کی محنت کا غیر معمولی استحصال ہوگا اور مزدوروں کی مانگ بڑھ کر اُن کی اُجرتیں اونچی کرنے کا کوئی بھی رجحان بے اثر ہو جائیگا۔ چنانچہ مردوں کی جگہ پر عورتوں کو لانے کا انحصار صنعت میں واقع ہونے والی ان طویل مدت تبدیلیوں پر رہیگا جو بہت آہستہ آتی ہیں اور غیر یقینی ہوتی ہیں۔ لیکن ان طویل مدت تبدیلیوں کے بھی کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

۷۔ مساوی کام کی مساوی اُجرت

اس بات پر برابر زور دیا جا رہا ہے کہ ان تمام پیشوں میں جہاں مرد اور عورتوں میں روزگار حاصل کرنے کے لیے مقابلہ ہوتا ہے وہاں مساوی کام کی مساوی

---

[1] اس نظریے کی حمایت کی شہادت پروفیسر سارجنٹ فلورنس نے مارچ ۱۹۳۱ء کے Economic Journal کے شمارے میں پیش کی ہے۔

اجرتیں
اُجرت" کا اُصول نافذ کرنا چاہیے، یعنی مساوی استعداد کے مزدوروں کی بارچہ وار
شرح مساوی ہونی چاہئے اور یہ اس لیے تاکہ مزدور عورتوں کے ساتھ انصاف ہوسکے
اور اِس کا بھی خطرہ نہ رہے کہ عورتوں کے مقابلے کی وجہ سے مردوں کی اُجرتیں گھٹ
جائیں گی۔ اُن صورتوں میں جہاں آجروں کے لیے مردوں کے مقابلے میں عورتیں کم
فائدہ مند ہوں گی وہاں عورتوں کی بھرتی بالکل بند ہو جائیگی کیونکہ کوئی آجر مفید مرد
کی جگہ عورت کو اُسی اُجرت پر نہ رکھنا چاہیگا۔ چنانچہ رجحان یہ ہوگا کہ عورتوں کی مانگ
کو چند شعبوں تک محدود رکھکر اُن کی اُجرت کی سطح نیچی رکھی جائے۔ لیکن جہاں عورتوں
اور مردوں کی موزونی میں اتنا نمایاں فرق نہ ہوگا وہاں اِس اُصول کے اختیار کرنے کا
اُلٹا اثر ہوسکتا ہے۔ جب مردوں کی ٹریڈ یونینوں کی غیر مناسب مسابقت کا ڈر نہیں
رہیگا تو ممکن ہے کہ وہ ڈھیل چھوڑ دیں اور عورتوں کے داخلے پر سے کچھ پابندیاں
ہٹا لیں اور اِس طرح اُن پیشوں میں عورتیں داخل ہوسکیں جنکے دروازے اب تک
اُن کے لیے بند تھے۔ یہ تو بہر حال واضح ہے کہ ٹریڈ یونین تنظیم کو عورتوں میں پھیلانے
کی ضرورت ہے جہاں ابتک یہ تحریک کمزور یا ناپائدار رہی ہے۔ اِس کا اثر یہ ہوگا کہ
اُن پیشوں میں جن میں صرف عورتیں کام کرتی ہیں یا عورتیں اور مرد دونوں کام کرتے ہیں،
عورتوں کی اُجرتیں اجتماعی سودہ کاری کے ذریعے بڑھائی جاسکیں گی۔ مردانی ٹریڈ
یونینوں کے نقطۂ نگاہ سے بھی مزدور طبقے کے اِس کمزور حصّے کی تنظیم مفید رہے گی
کیونکہ روزگار حاصل کرنے میں یہ دونوں مدِمقابل ہیں۔ اس کی وجہ سے اور مساوی
اُجرت کے اصول کی وجہ سے مزدور طبقے کی مجموعی کمائی کس حد تک بڑھ سکے گی
اِس کا انحصار اُن باتوں پر ہے جو پانچویں باب میں زیرِ بحث آئی ہیں۔ اِن دونوں کے
معنی یہ ہیں کہ مزدوروں کے ایک خاص طبقے یعنی عورتوں کا خطِ رسد اونچا کیا جائے۔ اگر
عورتوں کی اونچی اُجرت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کارکردگی کافی بڑھ جاتی ہے تو سب کی

اُجرتوں میں تفاوت

تبادلے کی کوشش سے مدافعت پیدا ہوتی ہے اور یہ عمل اور کبھی رُک جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ کسی علاقے میں عورتوں کی محنت کا خطِ رسد ایک نکتے کے بعد واضح طور سے بے لوچ ہو جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بازارِ رسد کی طرف عورتوں کی مزید تعداد رجوع کرنے کے لیے اُجرتیں مُسلسل بڑھانی ہوں گی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی دیے ہوئے وقت میں کتنی عورتیں مختلف وجہوں سے کام کرنا چاہینگی، ان کی تعداد ایک حد تک متعین ہوتی ہے[1]۔ چنانچہ ایسے مخصوص حالات پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ عموماً گھر پر رہنے والی اور خانگی کاموں میں مصروف عورتوں کو زیادہ تعداد میں اِدھر لایا جا سکے۔ رسد کا بے لوچ پن اور ساتھ ہی یہ حقیقت کہ آجروں کے درمیان مزدوروں کو حاصل کرنے کا مقابلہ نامکمل ہوتا ہے، اِن دونوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہوگا کہ برسرِ روزگار لوگوں کی اُجرتیں پست رہیں گی اور آجر اِس ڈر سے عورتوں کی مانگ بڑھانے پر آمادہ نہ ہوں گے کہ اس سے عورتوں کی قیمت محنت بڑھ جائیگی اور انھیں نقصان ہوگا۔ اگر یہ صورتِ حال ہے تو عورتوں کی محنت کا غیر معمولی استحصال ہوگا اور مزدوروں کی مانگ بڑھ کر اُن کی اُجرتیں اُونچی کرنے کا کوئی بھی رجحان بے اثر ہو جائیگا۔ چنانچہ مردوں کی جگہ پر عورتوں کو لانے کا انحصار صنعت میں واقع ہونے والی ان طویل مدت تبدیلیوں پر رہیگا جو بہت آہستہ آتی ہیں اور غیر یقینی ہوتی ہیں۔ لیکن ان طویل مدت تبدیلیوں کے بھی کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

۷۔ مساوی کام کی مساوی اُجرت

اس بات پر برابر زور دیا جاتا رہا ہے کہ ان تمام پیشوں میں جہاں مرد اور عورتوں میں روزگار حاصل کرنے کے لیے مقابلہ ہوتا ہے وہاں مساوی کام کی مساوی

---

[1] اس نظریے کی حمایت کی سفارشات پروفیسر سارجنٹ نے مارچ [illegible] کے Economic Journal کے شمارے میں پیش کی ہے۔

اجرتیں

اُجرت" کا اُصول نافذ کرنا چاہیے، یعنی مساوی استعداد کے مزدوروں کی پارچہ دار شرح مساوی ہونی چاہئے اور یہ اس لیے تاکہ مزدور عورتوں کے ساتھ انصاف ہو سکے اور اِس کا بھی خطرہ نہ رہے کہ عورتوں کے مقابلے کی وجہ سے مردوں کی اُجرتیں گھٹ جائیں گی۔ اُن صورتوں میں جہاں آجروں کے لیے مردوں کے مقابلے میں عورتیں کم فائدہ مند ہوں گی وہاں عورتوں کی بھرتی بالکل بند ہو جائیگی کیونکہ کوئی آجر مفید مرد کی جگہ عورت کو اُسی اُجرت پر نہ رکھنا چاہیگا۔ چنانچہ رجحان یہ ہوگا کہ عورتوں کی مانگ کو چند شعبوں تک محدود رکھکر اُن کی اُجرت کی سطح نیچی رکھی جائے۔ لیکن جہاں عورتوں اور مردوں کی موزونی میں اتنا نمایاں فرق نہ ہوگا وہاں اِس اُصول کے اختیار کرنے کا اُلٹا اثر ہو سکتا ہے۔ جب مردوں کی ٹریڈ یونینوں کی غیر مناسب مُسابقت کا ڈر نہیں رہیگا تو ممکن ہے کہ وہ ڈھیل چھوڑ دیں اور عورتوں کے داخلے پر سے کچھ پابندیاں ہٹالیں اور اِس طرح اُن پیشوں میں عورتیں داخل ہو سکیں جنکے دروازے اب تک اُن کے لیے بند تھے۔ یہ تو بہر حال واضح ہے کہ ٹریڈ یونین تنظیم کو عورتوں میں پھیلانے کی ضرورت ہے جہاں ابتک یہ تحریک کمزور یا ناپائدار رہی ہے۔ اِس کا اثر یہ ہوگا کہ اُن پیشوں میں جن میں صرف عورتیں کام کرتی ہیں یا عورتیں اور مرد دونوں کام کرتے ہیں، عورتوں کی اُجرتیں اجتماعی سودہ کاری کے ذریعے بڑھائی جا سکیں گی۔ مردانی ٹریڈ یونینوں کے نقطۂ نگاہ سے بھی مزدور طبقے کے اِس کمزور حصے کی تنظیم مفید رہے گی کیونکہ روزگار حاصل کرنے میں یہ دونوں مدِ مقابل ہیں۔ اس کی وجہ سے اور مساوی اُجرت کے اصول کی وجہ سے مزدور طبقے کی مجموعی کمائی کس حد تک بڑھ سکے گی اِس کا انحصار اُن باتوں پر ہے جو پانچویں باب میں زیرِ بحث آئی ہیں۔ اِن دونوں کے معنی یہ ہیں کہ مزدوروں کے ایک خاص طبقے یعنی عورتوں کا خطِ رسد اونچا کیا جائے۔ اگر عورتوں کی اونچی اُجرت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کارکردگی کافی بڑھ جاتی ہے تو سب کی -

کمائی میں یقیناً اضافہ ہوگا۔ لیکن چاہے ایسا ہو یا نہیں، یہ تو بہرحال ہوگا کہ اِس سے مزدوروں کی حالت بہتر ہوگی اور مزدور طبقے کو بحیثیت مجموعی اُن کی محنت کا زیادہ معاوضہ مِل سکے گا۔

۸- بین الاقوامی سطح پر اُجرتی تفاوت

جب ہم اُجرتوں کے اُس وسیع تفاوت کی طرف توجہ کرتے ہیں جو مختلف ملکوں کے درمیان پایا جاتا ہے جس کا ذکر دوسرے باب میں آچکا ہے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہی باتیں اُن پر بھی منطبق ہوتی ہیں جو ایک ملک کے اندر مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔ پہلی بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ حقیقی اُجرت قائم رہتے ہوئے بھی اُجرت بشکل زر میں کافی فرق ہوسکتا ہے۔ قصبات کے مقابلے میں بڑے شہری علاقوں میں اُجرت بشکل زر زیادہ اونچی ہوتی ہے (مثلاً طباعت کا کام کرنے والوں کی اُجرت) اور اِس فرق کی تلافی مصارفِ زندگی کے اُس فرق سے ہو جاتی ہے جو بڑے شہروں اور دیہی علاقوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ مختلف ملکوں کی حقیقی اُجرتوں کے فرق کی پیمائش میں جو دقتیں ہیں اور موجودہ تخمینوں میں غلطیوں کے جو امکان ہیں ان کا ذکر دوسرے باب میں آچکا ہے۔ لیکن مختلف ملکوں کی اِسی اُجرت، یعنی حقیقی اُجرت ہی کی طرف ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ بیشتر اہمیت اِنھیں کی ہے[1]۔ دوسرے یہ کہ حقیقی اُجرتوں کے ساتھ اُس مہارت اور کارکردگی کا بھی موازنہ کرنا چاہیے جو دو علاقوں یا ملکوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ شہروں اور دیہات یا دو ضلعوں کے درمیان اُجرتوں میں جو

[1] بعض صورتوں میں دو ملکوں کی اُجرت بشکل زر کے فرق کا لحاظ ضروری ہوسکتا ہے، مثلاً اگر دو ملکوں کی اُجرتوں کی سطح برابر ہے لیکن کسی وجہ سے اِن دونوں کی اُجرت بشکل زر میں فرق پایا جاتا ہے (سونے کی مروجہ قیمت کے اعتبار سے) تو ایسی صورت میں اگر پیداوار برآمد کے لیے ہے تو وہ آجر گھاٹے میں رہیں گے جنکی اُجرت بشکل زر دوسرے سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ پچھلی صدی میں سوتی کپڑے بنانے والے اِس کے حامی تھے کہ اناج پر سے درآمدی محصول اُٹھالیا جائے۔

فرق پایا جاتا ہے (مثلاً شمالی اور جنوبی انگلستان) یہ ممکن ہے کہ اضافی معنوں میں نامناسب نہ ہو کیونکہ یہ کارکردگی اور مہارت کے مساوی فرق کے مطابق ہو۔ اِسی طرح بمبئی اور شنگھائی کے سوتی کارخانوں کے مزدور بوسٹن اور اولڈھم کے مزدوروں کے مقابلے میں کم شدت اور مہارت سے کام کرتے ہیں اور ایک اَجر کے لیے مصارفِ محنت کا فرق اُس سے کافی کم ہے جتنا کہ صرف حقیقی اُجرت کے موازنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی درست ہو سکتی ہے کہ کم اُجرت مزدوروں کی پست کارکردگی اُن کے پست معیارِ زندگی کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔ بمبئی کے مزدور کے زیادہ محنت سے کام نہ کر سکنے کی وجہ جتنی اُس کی غذا اور رہائشی حالات ہیں اتنی ہی وجہ رسم و رواج اور اس کی پرورش بھی ہیں۔ چنانچہ فی الوقت بامعنی بات یہ ہے کہ مسابقتی نظام سے حقیقی اُجرتوں میں مساوات کا رجحان نہیں پیدا ہوتا اِس لیے مساوات نہ ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

لیکن بین الاقوامی سطح پر حقیقی اُجرتوں میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ مہارتِ کار اور کارکردگی میں پائے جانے والے فرق کے مقابلے میں کافی زیادہ ہے۔ بین مُلکی اور اندرونِ ملک اس قسم کے فرق اِس لیے قائم رہتے ہیں کیونکہ محنت اور محنت کی طلب، یعنی سرمایہ، اِن دونوں کی نقل پذیری میں رکاوٹیں پائی جاتی ہیں اور مختلف ملکوں کے معاشی نظام غیر مسابقتی ہیں۔ اونچی اُجرت والے ملکوں کو کچھ لوگ منتقل ہوتے ہیں اور اگر اُجرتوں کی سطح میں بہت زیادہ فرق ہوا تو یہ منتقلی کافی بڑے پیمانے پر بھی ہو سکتی ہے۔ پچھلے سو برسوں کے دوران یورپ سے امریکہ جانے والے تارکینِ وطن کا تانتا بندھا رہا ہے۔ لیکن محنت کی اِس قسم کی منتقلی کئی اسباب کی بنا پر محدود رہتی ہے، مثلاً مزدوروں کی غربت، زبان، شہریت اور رسم و رواج کی مشکلات اور وہ فطری کاہلی اور سُستی جس کی بنا پر ایک عام آدمی اپنے مانوس ماحول کو اجنبی ماحول پر ترجیح دیتا ہے۔ اِس کے باوجود کہ لنکا شائر میں روزگار کے امکانات زیادہ روشن تھے، بہت کم فرانسیسی، جرمن، یا پول

وہاں کام کرنے کے لیے آئے، اُن چند لوگوں کو چھوڑ کر جو برطانوی جہازوں پر کام کرتے ہیں ایسے ہندوستانیوں یا چینیوں کی تعداد اور بھی کم ہے۔ اور اگر نئے آنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ ملک کے بلند معیارِ اُجرت کو خطرہ ہوتا ہے تو غیر ملکیوں کے آنے پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں جیسی کہ امریکہ، آسٹریلیا اور برطانیہ میں نافذ ہیں۔

جس طرح ایک ملک کے اندر ایک خاص درجے کے مزدوروں کی امتیازی حیثیت ہو سکتی ہے اور وہ مزدوروں کے ایک قسم کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوتے ہیں اسی طرح ایک ایسا ملک جو قدرتی اور اکتسابی وسائل کے اعتبار سے دولتمند ہوتا ہے یا صنعتی اعتبار سے اپنے پڑوسیوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہوتا ہے، وہاں کے مزدوروں کو اپنے آجروں کی خوشحالی میں کچھ حصّہ ملتا ہے اور وہ باقی دنیا کے مقابلے میں اعلیٰ طبقے کے مزدور سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں رسم و رواج اور اور پچھلی روایات بہت اہم رول ادا کرتی ہیں۔ اُن ملکوں میں جہاں اُجرتیں بہت پست رہی ہیں وہاں کے مزدوروں کی قیمتِ رسد روایتاً کم ہوگی اور اس طرح اضافی اُجرتوں اور حقیقی اُجرتوں کی غیر معمولی پست شرح برقرار رہیگی۔ اس کے برعکس اُن ملکوں میں جہاں کے مزدوروں نے کسی وقت اپنے یہاں کی پیداوار میں اپنا حصّہ بڑھوالیا ہوگا وہاں کی محنت کی قیمتِ رسد اس روایت سے متاثر ہوگی اور وہاں کے آجر بھی اسی کے مطابق اُجرتیں دینے کے عادی ہوں گے۔ چنانچہ وہاں اُجرتوں کی سطح اونچی رہیگی۔ پچھلے برسوں میں سرمائے میں قومی سرحدوں کو پار کرنے کا رجحان رہا ہے۔ یہ رجحان خصوصاً اس وقت سے پیدا ہوا ہے جب سے جدید شہنشاہیت نے ترقی کرکے اپنا سیاسی تسلط دنیا کے کم ترقی یافتہ ملکوں پر قائم کیا ہے۔ بعض صورتوں میں سیاسی حکمتِ عملی سے سرمائے کی منتقلی کی ہمت افزائی کی ہے جیسا کہ برطانوی ٹرسٹ ایکٹ کے تحت بعض نوآبادیاتی تحفظات شامل ہیں۔ جس طرح استعداد یافتہ اور غیر استعداد یافتہ مزدوروں کی اُجرتوں

اجرتوں میں تفاوت

اجرتیں

کا فرق اس صورت میں کم ہو جاتا ہے جیسے جیسے اول الذکر کی جگہ موخر الذکر لائے جا سکتے ہیں۔
اسی طرح اونچی اجرت والے ملکوں سے پست اجرتوں والے ملکوں کی طرف محنت کی
طلب کی منتقلی سے ترقی یافتہ ملکوں کے اعلیٰ طبقے کی ممتاز حیثیت کو نقصان پہنچتا ہے۔
اگر سرمائے کی یہ منتقلی بلا کسی مزاحمت کے جاری رہی تو اس کی وجہ سے تمام دنیا میں
یکساں کارکردگی اور یکساں مہارت کی اجرت مساوات کی طرف رجوع ہو گی[1] کارکردگی
خود معیار زندگی سے متاثر ہوتی ہے اس لیے نقلِ سرمایہ سے کارکردگی کے بہت سے
فرق دور ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سرمائے کی نقل پذیری لامحدود نہیں ہے لیکن
حال میں سرمائے کی اتنی کافی منتقلی رہی ہے کہ اس سے امریکہ اور انگلستان کے
مزدور طبقے کے مراعات یافتہ حصے کو کافی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہم نے ان جنوبی
ریاستوں کی طرف صنعتوں کی منتقلی کا مشاہدہ کیا ہے جہاں مزدوری سستی ہے۔
یورپ میں ایسا ہی رجحان ہندوستان، چین، جاپان، آسٹریلیا اور جنوبی امریکہ
کو سرمائے کی منتقلی سے ظاہر ہوتا ہے جہاں اُن صنعتوں کو ترقی دی جا رہی ہے جو یورپ
کی پرانی صنعتوں سے مقابلہ کر رہی ہیں۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ ماضی میں اونچی اجرت
والے ملکوں کے مزدوروں کے اعلیٰ طبقے کو سستی غذا اور خام مال کی صورت میں
متلافی فائدہ حاصل ہوتا رہا ہے جو سرمایہ کاری کے ذریعے نئے ملکوں کے دروازے
کھلنے کا نتیجہ ہے، تاہم ان کے معیار کو آج کے پست اجرت علاقوں کے مقابلے سے جو
خطرہ ہے وہ کم اہم نہیں ہے اور جیسا کہ سستی محنت سے مقابلے کی صورت میں
ہوتا ہے، یہاں بھی یورپ اور امریکہ کے مزدوروں کا اس میں فائدہ ہے کہ تنظیم کی توسیع
اور ایسی ہی دوسری تبدیلیوں سے اُن کے ایشیائی بھائیوں کی محنت کی قیمت رسد میں بھی اضافہ واقع ہو۔

[1] کارکردگی کے مطابق اجرتوں میں مساوات صرف سرمائے کی نقل پذیری کے نتیجے میں شاید کبھی نہ ہو سکے گی کیونکہ لگان ایک حقیقت ہے۔ جیسے جیسے سرمایہ کم اجرت ملکوں کی طرف رجوع ہو گا اس کا ایک اثر یہ بھی ہو گا کہ اجرتوں کو اونچا کرنے کے بجائے لگان میں اضافہ ہو گا۔

ساتواں باب

ٹریڈ یونین اور اُجرتیں

۱۔ ٹریڈ یونینوں کی خصوصیت

درحقیقت ٹریڈ یونینیں سرمایہ دارانہ نظامِ اُجرت کی پیداوار ہیں اور یہ بے بلک — مزدور طبقے کی اُس معاشی کمزوری کے خلاف ایک قسم کا دفاع ہیں جس میں کہ وہ غیر منظم اور انفرادی صورت میں خود کو پاتے ہیں۔ اِن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انفرادی سوداکاری کے بجائے اجتماعی سوداکاری کے ذریعہ اِس کمزوری پر قابو پایا جا سکے اور اِس طرح محنت کی قیمتِ رسد کو اونچا کیا جا سکے اور سارے پیشے میں یکساں بنایا جا سکے. بعض لوگوں کو ٹریڈ یونینوں اور قرونِ وسطےٰ کے گلڈ میں اگر تاریخی رابطہ نہیں تو کم از کم یکسانی ضرور نظر آتی ہے۔ لیکن اِس نظریے کا کوئی جواز نہیں ہے اور اِس معاملے میں اب عموماً اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر تاریخی اعتبار سے ٹریڈ یونینوں کا کسی سے واضح تعلق ہے تو وہ تجارتی یا پیشہ ورانہ طبقہ سے نہیں بلکہ مزدوروں یا کاریگروں کی اُن انجمنوں سے ہے جو پندرھویں اور سولہویں صدی میں اُن مقامات پر قائم ہو گئی تھیں جہاں مزدور طبقے کے کچھ ابتدائی آثار نمودار تھے۔ اوّل الذکر درحقیقت اُن اُستاد کاریگروں کی انجمنیں تھیں جو اشیا نہ صرف پیدا کرتے تھے بلکہ فروخت بھی کرتے تھے اور اکثر کاریگروں اور مزدوروں کو کام کرانے کے لیے رکھتے تھے۔ آگے چل کر ان میں سے بہت سی انجمنیں خالص تاجروں کی انجمنیں بن گئیں جو آج کل کی فروخت انجمنوں سے ملتی جلتی تھیں۔

اُجرتیں

اِس کے برعکس ٹریڈ یونین ایک مخصوص طبقے کے لوگوں کی انجمن ہوتی ہے جنکی ایک خاص سماجی اور اقتصادی حیثیت ہوتی ہے۔ ٹریڈ یونین کا تعلق فروخت محنت اور شرائط روزگار کے بارے میں سودہ کاری سے ہوتا ہے اور چونکہ قوتِ محنت بحیثیت ایک شے کچھ خصوصیات کی حامل ہوتی ہے جن کا ذکر پہلے باب میں آچکا ہے اس لیے ٹریڈ یونین اور معمولی فروخت انجمنوں میں یکسانی تلاش کرنے سے وضاحت کے بجائے اُلجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

۲۔ ٹریڈ یونین تحریک کا آغاز

اگرچہ اِس کے شواہد ملتے ہیں کہ دستکاروں کی انجمنیں جنکے مقاصد ٹریڈ یونین ہی جیسے تھے، اٹھارھویں صدی میں نمودار ہوئیں (مثلاً ۱۷۲۰ء میں لندن کے درزیوں کی انجمن تھی، بعد میں سِلک کا کپڑا بننے والوں، گاڑیاں بنانے والوں، دبّاغوں اور نعل بندوں کی انجمنیں قائم ہوئیں) لیکن ٹریڈ یونین تحریک دراصل اُس وقت شروع ہوتی ہے جب انیسویں صدی کے آغاز میں فیکٹریاں تیزی سے قائم ہونا شروع ہوئیں۔ اِس سے پہلے انجمنیں صرف خال خال تھیں اور اُن کاریگروں میں پائی جاتی تھیں جو نیم خود کفیل تھے اور جنکی حیثیت نیم پرولتاری تھی۔ ٹریڈ یونین تحریک بحیثیت ایک ادارے کے صرف اس وقت مؤثر ثابت ہوتی ہے جب کارخانوں میں کام کرنے والے طبقے کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اُنہیں کی بدولت اس تحریک کو تقویت ملتی ہے۔ ابتدائی ٹریڈ یونینیں ایک قسم کے معاشی کلب یا پیشہ ورانہ سوسائیٹیاں تھیں جنکو مزدور طبقے میں امتیازی حیثیت رکھنے پر فخر تھا۔ اِن میں سے بیشتر نے پرانی خفیہ سوسائیٹیوں کی رسومات اختیار کر رکھی تھیں اور اِن میں داخلے کی رسم بڑی تفصیلی ہوتی تھی۔ مثلاً لندن کے مصوّروں کی فنکس سوسائٹی کے اراکین سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ انجمن کے جلسوں میں فراک کوٹ اور ٹاپ ہیٹ پہنکر آئیں۔ مانچسٹر کے معماروں کی انجمن سے اُس رکن کو خارج کر دیا جاتا تھا جو لڑتا ہوا پایا جاتا تھا۔ اِس انجمن نے

کُشتی، دوڑ، کود، فٹ بال، دکھاوے کی بہادری، بدمستی اور بدکاری کے خلاف قاعدے بنا رکھے تھے۔ ایک دوسری سوسائٹی زیادہ شراب پینے والوں، گالی بکنے والوں اور یوم عبادت نہ منانے والوں کو اپنا رکن نہیں بناتی تھی[1]۔ ساتھ ہی ایک عوامی قسم کی بھی ٹریڈ یونین کی ابتدا ہو رہی تھی، مثلاً دوسری اور تیسری دہائی میں ٹائن کے کانکنوں میں جنکے لیڈر تھامس ہیپ برن تھے یا تیسری دہائی میں زرعی مزدوروں اور لنکا شائر کے کتائی کرنے والوں میں۔ یہ انجمنیں ۱۸۲۴ء تک غیر قانونی سازش شمار ہوتی تھیں اور ۱۸۲۴ء کے کمبنیشن ایکٹ (Combination Act) کے منسوخ ہونے کے بعد بھی کامن لا کے تحت اِنھیں مختلف طریقوں سے ستایا جاتا رہا اور آجر انھیں تسلیم کرنے سے انکار کرتے رہے۔ چنانچہ اِن کی زیادہ تر کارروائی گفت و شنید سے زیادہ براہِ راست اقدام کی صورت رکھتی تھی اور ایک طرف اگر مالکان اِن کو کارخانے سے نکالنے کے لیے پولس اور فوج کو بلاتے تھے تو دوسری طرف یہ لوگ توڑ پھوڑ اور تشدد کے طریقے اختیار کرتے تھے۔ ۱۸۳۰ء کے دوران بہت حوصلہ مندی کے ساتھ اِس بات کی کوشش کی گئی کہ اِن پیشہ ورانہ کلبوں کو وفاق کی صورت میں قومی اداروں میں سمو لیا جائے۔ روئی کاتنے والوں کا فیڈریشن، معماروں کی یونین اور رابرٹ اوین کی قومی متحدہ ٹریڈ یونین قائم کرنے کی شاندار اسکیم، یہ سب اِسی کوشش کا نتیجہ تھیں۔ لیکن جب تک اِن کی تنظیم کی بنیاد مقامی اور فرقہ وارانہ تھی اور مقامی یونینوں کے عملے کا مطمحِ نظر اپنے شہر تک محدود تھا اور اِن کی دلچسپی اپنے مخصوص گروہ سے آگے نہیں تھی اُس وقت تک وفاق کی صورت میں اِن کا اِتحاد اور اتصال ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ جدید ٹریڈ یونین کے خدوخال صرف تب ابھرنے شروع ہوتے جب پانچویں اور چھٹی دہائی کے دوران ٹریڈ یونین کے کچھ دور اندیش لیڈران مختلف العناصر مقامی کلبوں کو ملا کر ایک مضبوط قومی یونین

---

[1] آر۔ ڈبلیو۔ پوسٹ گیٹ کی کتاب۔ دی بلڈرز آف ہسٹری صفحات ۱۸ اور ۲۲

اُجرتیں

قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جس کے مالی وسائل کا نظام مرکزی تھا۔ ان ٹریڈ یونینوں کو "نیو ماڈل" کہا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں مدت گزر جانے کی رعایت سے انھیں "پرانی ٹریڈ یونین" تحریک کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

یہ نئی قومی متحدہ یونینیں جن کا نمونہ متحدہ

۲۔ "قدیم ٹریڈ یونین" تحریک

انجینیروں کی وہ سوسائٹی تھی جو ۱۸۵۱ء میں قائم ہوئی تھی، اگرچہ قومی پیمانے پر تھیں تاہم بنیادی طور سے یہ اب بھی ممتاز مہارت یافتہ کاریگروں کے پرانے پیشہ ورانہ کلب تھے جو کم مہارت لوگوں کو داخل نہیں کرتے تھے اور نہ اُن کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ یہ انجمنیں بہت محتاط اور قدامت پرست تھیں جو عام طور سے ہڑتال کے حربے کے استعمال کے خلاف تھیں اور مفاہمتی بورڈ کے ذریعے آپس میں مصالحت یا ثالثی کو ترجیح دیتی تھیں اور اس طرح اُن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ محنت کی قلت پیدا کر کے بازار محنت میں اپنے لیے ممتاز اور مراعاتی مقام حاصل کریں۔ ان کا اجارہ دارانہ طریقۂ کار بالکل وہی تھا جو پرانے گلڈز کا تھا اور جس کا مقصد آپس کے مقابلے کو ختم کر کے اپنے پیشے کو تحفظ فراہم کرنا تھا اور اپنی خدمات کی اونچی قیمت حاصل کرنا تھا۔

ان کے اِس بنیادی اصول کی وضاحت فلنٹ گلاس میکرز یونین کے چیرمین کے اُس خطبے سے ہوتی ہے جو انھوں نے ۱۸۹۵ء میں دیا تھا۔ اِس میں انھوں نے کہا "یہ معاملہ محض طلب اور رسد کا ہے اور یہ ہم سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شے، چاہے وہ محنت ہو یا دوسری شے، طلب کی مقدار سے زیادہ فراہم کی جائیگی تو اُس کی قیمت کم ہو جائیگی۔"

ایک ریٹائر ہونے والے سکریٹری نے اپنے الوداعی خطبے میں ایسی ہی بات کہی تھی "بازار کو زائد محنت سے خالی کر کے ہی تم اپنی اُجرت اچھی رکھ سکتے ہو"[۱] بہت سے پرانے پیشہ ورانہ کلب بھی یہی طریقہ اختیار کرتے تھے جنہیں اب نئی متحدہ یونینوں نے اختیار

---

[۱] ہسٹری آف ٹریڈ یونینزم (ایڈیشن ۱۹۲۰ء) صفحہ ۲۰۱

کر لیا تھا اور قومی پیمانے پر استعمال کر رہی تھیں۔ ڈبلن کوپرز اور کارک اسٹون میسن کے یہاں ابھی کچھ پہلے تک یہ رواج تھا کہ روزگار کی تلاش میں دوسرے شہروں سے آنے والے لوگوں کو ایک شلنگ فی ہفتہ ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ اسی میں سے نصف رقم ایک فنڈ میں جاتی تھی۔ یہ فنڈ اس لیے تھا کہ اگر کام کم پڑ جائے اور بیروزگاری کا خطرہ ہو تو اُن نئے آنے والوں کو اس فنڈ سے واپسی کا کرایہ دیدیا جائے نیشنل کرافٹس یونین کا بھی مقصد اسی طرح محدود تھا۔ اس کی خاص توجہ کار آموزی کی طرف تھی جس کا اثر پیشے کے اندر داخلے پر پڑتا تھا یہ یونین آجروں سے معاہدہ کرتی تھی جس کے تحت مختلف کاموں کی نشان دہی ہوتی تھی (مثلاً فٹر، پلمبر، جوائنر) اور کاریگروں اور کم مہارت مزدوروں کے کاموں کی بھی نشان دہی ہوتی تھی۔ اس طرح مختلف یونینوں کے ممبروں کی طلب متعین کر دیجاتی تھی تاکہ ان کی خدمات کی طلب دوسرے مزدوروں کی طرف نہ منتقل کی جا سکے۔ شروع میں نو آموزی کے پُرانے قانون کے تحت نو آموزوں کی تعداد محدود تھی۔ لیکن ۱۸۱۴ء میں یہ قانون مسترد کر دیا گیا۔ پہلے جس بات کی قانونی حیثیت تھی اور اُسے پُرانی ٹریڈ یونینیں رسماً جاری رکھے ہوئی تھیں۔ اسٹون میسن نے اب بھی نو آموزی پر پابندی عائد کر رکھی ہے اور ہر پانچ یا چھے کام کرنے والوں پر ایک کار آموز ہوتا ہے اور کار آموزی کی مدت پانچ سے لے کر سات سال تک ہوتی ہے۔ فلنٹ گلاس میکرز چھے کاریگروں پر ایک کار آموز رکھتے تھے جبکہ لیتھوگرافک پرنٹرز پانچ کاریگروں پر ایک اور ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چھے نو آموز کسی ایک فرم میں رکھے جا سکتے تھے۔ شیفیلڈ کٹلری میں کار آموز صرف موجودہ کاریگروں کے لڑکے ہی ہو سکتے تھے۔ کمپوزیٹر کے پیشے میں اب بھی مختلف شہروں میں مختلف قاعدے پائے جاتے ہیں لیکن عام طور سے ایک فرم کے لیے زیادہ کار آموزوں کی تعداد مقرر ہے۔ اس کے علاوہ پیشہ یونینوں نے اکثر اوور ٹائم پر پابندی عائد کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے ممبروں کی معاشی

حیثیت مضبوط کرنے کے لیے اُنھوں نے دوستانہ امدادی فنڈ کی شکل میں کافی بڑے فنڈ قائم کیے ہیں جس میں سے ممبروں کو بیماری، حادثوں، بے روزگاری اور ضعیفی کی صورت میں امداد دی جاتی ہے۔ اِن میں سے بعض نے تارکین وطن کے لیے فنڈ قائم کر رکھے ہیں۔ مثلاً فلنٹ گلاس میکرز نے، کمپوزیٹروں نے، جلد سازوں نے، لوہے کا سامان بنانے والوں نے اور انجینیروں نے اِس قسم کے فنڈ قائم کیے ہیں تاکہ کاریگروں کی فاضل تعداد کو دوسرے ملکوں کو بھیجا جا سکے۔

ٹریڈ یونینوں کے یہ طریقے اپنی ماہیت کے اعتبار سے پرانے گلڈ یا جدید زمانے کی فروخت انجمنوں یا کارٹیل سے بس اتنے ہی قریب ہیں۔ لیکن جیسے جیسے مشینی پیداوار کے طریقے فیکٹریوں کی جگہ لیتے جا رہے ہیں، ویسے ویسے پُرانے دست کاروں کے لیے میدان تنگ ہوتا جا رہا ہے اور پیشہ یونینوں کی اپنی امتیازی حیثیت برقرار رکھنے کی طاقت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اب مُشکل ترین مشینوں کی نگرانی کے لیے بھی تربیت کی ضرورت کم ہوتی جا رہی ہے اور اُتنی نہیں رہی ہے جتنی پہلے بِل رائٹ یا لیتھو پرنٹر کے لیے ہوتی تھی۔ آج کا مہارت یافتہ مزدور اُس کاریگر کے مقابلے میں صرف ایک ذمّہ دار مشین چلانے والا ہوتا ہے۔ جس نے اپنے ہاتھوں سے چیزوں کو شکل دینا سیکھا تھا۔ چنانچہ اب کار آموزی کے دقیانوسی قاعدوں کو آسان کرنا تھا یا اِنھیں ختم کرنا تھا ورنہ پیشوں کے اندر خود بخود ترقی کے جو قاعدے رائج تھے وہ ان دقیانوسی طریقوں کو بے معنی بنا دیتے۔ جن شہروں میں کار آموزی کے ضابطے سخت تھے وہ اپنی خالی جگہوں کو بھرنے کے لیے مضافات سے کاریگروں کو بلاتے تھے جہاں کار آموزی کے قاعدے نہیں نافذ تھے یا اُن کی پابندی نہیں کی جاتی تھی۔ ایک جدید انجینیری کارخانے میں مشینوں کی درجہ بندی اِس طرح کر دی گئی ہے ایک کم تر تجربہ رکھنے والا مزدور آسان مشین سے کام شروع کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اُن مشکل

مشینوں تک پہنچ جاتا ہے جنکے چلانے کے لیے مہارت اور تجربہ درکار ہوتا ہے۔ یہ عمل ایسے ہیں جنکے درمیان کوئی ایسا خط فاصل نہیں پایا جاتا کہ کہاں نیم مہارت طلب عمل ختم ہوتا ہے اور مہارت طلب عمل شروع ہوتا ہے۔ یہاں غیر مہارت یافتہ مزدور کارآموزی کی منزلوں سے گزرے بغیر عمل کے دوران مشکل کاموں کے لیے ضروری مہارت رفتہ رفتہ حاصل کر لیتے ہیں اور اس طرح انھیں خود بخود ترقی ملتی جاتی ہے۔ چنانچہ پرانے گلڈ جیسے طریقے اب فرسودہ ہو چکے ہیں۔ بعض پیشوں میں مثلاً بوائلر سازوں میں شیفیلڈ کے کٹلری پیشوں میں اور بعض تعمیری پیشوں میں یہ طریقے اب بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن انجینیری اور طباعت جیسے پیشوں میں وقت گزرنے کے ساتھ ان کی اہمیت دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ جبکہ کپڑے بنانے، کانکنی اور نقل و حمل جیسے بہت سے پیشوں میں ان کا وجود ختم ہو چکا

۴۔ "نئی ٹریڈ یونین" تحریک

انیسویں صدی کے آخری بیس برسوں میں ٹریڈ یونین تحریک کی ایک نئی لہر شروع ہوئی جس کو "نئی تحریک" کہا جاتا ں سے بیس سال پہلے مزدوروں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں ایک مقرر نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ پیشہ ورانہ یونینوں کے بڑھنے کا ایک یہ نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے کہ منظم مہارت یافتہ مزدوروں کے چوتھے طبقے کے نیچے ایک پانچواں طبقہ وجود میں آ جائے جو اچھوت غیر مہارت یافتہ مزدوروں پر مشتمل ہو۔ کچھ حد تک واقعی ایسا ہی ہوا اور شاید یہ اور بھی نمایاں طور پر واقع ہوتا اگر مشینوں کی ترقی نے ماہر کاریگروں کی امتیازی حیثیت کی معاشی بنیاد کمزور نہ کر دی ہوتی۔ بہر حال نئی تحریک کی جاذبیت اس پانچویں طبقے کے لیے تھی جو معمولی اور کم اُجرت مزدوروں کے جھنڈ پر مشتمل تھا جن پر پرانی ٹریڈ یونین کے دروازے بند تھے۔ ڈاکروں کی یونین، ورکرز یونین، گیس ورکرز وسی من یونین اور میونسپل کارکنوں کی عام قومی یونین کا قیام غیر استدلالی

اُجرتیں

مزدوروں کو منظم کرنے کی پہلی جامع کوشش تھی۔ ان کے کاموں کی کچھ ایسی نوعیت تھی کہ استعداد رکھنے والے کاریگروں کے امتیازی طریقوں کو نہیں اپنایا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ استعدادی کاریگروں کے امتیازی طریقوں کو نہیں اپنا سکتے تھے۔ کیونکہ جہاں پیشوں کی وضاحت موجود نہ ہو اور کار آموزی کا وجود نہ ہو وہاں کار آموزی اور اُس کے حدود متعین کرنے کے قاعدوں کا کیا سوال تھا۔ غربت کی وجہ سے یہ بھی اِن کے بس کے باہر تھا کہ یہ بڑے بڑے دوستانہ امدادی فنڈ قائم کر کے طاقت کا محفوظ ذخیرہ بنا لیتے۔ چنانچہ ان کے لیے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ یہ آجروں سے انفرادی سودا کاری کے بجائے اجتماعی سودا کاری کے ذریعے اپنی محنت کا زیادہ سے زیادہ معاوضہ حاصل کرنے کی استعداد کو مضبوط کریں۔ ٹریڈ یونین کی اجتماعی سودا کاری کے ذریعے ہی اُجرتوں کی ایک معیاری شرح برقرار رکھی جا سکتی تھی اور افراد کے اُس رجحان پر قابو پایا جا سکتا تھا جس کے تحت وہ خود کو کم اُجرت پر پیش کر کے اُجرتوں کو بحیثیت مجموعی پست کر دیتے تھے۔ جب تک کچھ مزدور یونین سے باہر تھے اور اجتماعی سودا کاری میں نہیں شامل تھے اس وقت تک معیاری شرح پیشے کے صرف کچھ حصے پر عائد ہوتی تھی اور اِس کا اِمکان ہمیشہ رہتا تھا کہ کم اُجرت قبول کرنے والے مزدور کے مقابلے کی وجہ سے اُجرتوں کا معیار گھٹ جائے۔ چنانچہ ٹریڈ یونینوں کا سب سے بڑا منصوبہ بن گیا کہ جہاں تک ہو سکے تمام مزدوروں کو اس میں شامل کیا جائے۔ اُنکی کوشش یہ ہوتی تھی کہ یونین کے باہر مزدوروں کو نہ رکھنے دیا جائے جبکہ آجروں کا مفاد قدرتاً اِس میں تھا کہ وہ یونین کے مزدوروں کی جگہ باہر کے مزدوروں کی جگہ باہر کے مزدوروں کو اپنی مرضی کے مطابق رکھ سکیں جس کو امریکہ میں اُوپن شاپ یعنی کھلی دکان کہتے تھے۔

ابتدا میں تو پرانی کرافٹ یونینیں اِن کم درجہ یونینوں کو اگر دشمنی نہیں تو حقارت سے

ٹریڈ یونین اور اُجرتیں

رکھتی تھیں لیکن جیسے جیسے اِن یونینوں کی طاقت بڑھی اور ان کے اثر میں اضافہ ہوتا رہا اور ساتھ ہی صنعتی ترقی کی وجہ سے پرانی یونینوں کے امتیازی طریقے دن بدن زیادہ فرسودہ ہوتے گئے، ویسے ویسے اِن پرانی یونینوں کی طرف اتحاد اور اشتراک کے لیے ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ اب دن بدن غیر مہارت یافتہ مزدوروں کی تعداد مہارت یافتہ مزدوروں کے کاموں پر ہاتھ ڈال سکتی تھی، مثلاً انجینیری کے پیشے میں۔ چنانچہ کرافٹ یونینوں کی اپنی شرائط اکیلے منوانے کی قوت کافی کمزور ہو گئی تھی۔ دوسری طرف اگر غیر مہارت یافتہ مزدور ہڑتال کرتے اور ماہر کاریگر، مثلاً انجن ڈرائیور، الگ رہتے اور اپنا کام جاری رکھتے تو آجر اس ہڑتال کو توڑ سکتے تھے۔ چنانچہ اِن دونوں میں ایک قسم کی باہم انحصاری کا رجحان پیدا ہو گیا جس نے صنعتی ٹریڈ یونین تحریک یا ایک صنعت کو تمام مزدوروں کی بلا امتیاز درجہ و پیشہ ایک تنظیم کے تحت لانے کے لیے زمین ہموار کی جو پہلی جنگ عظیم سے قبل ٹریڈ یونینوں کے مباحثوں کا سب سے بڑا موضوع تھا۔ ایسی تنظیم کے حق میں دلائل بہت وزنی تھے کیونکہ اُس زمانے میں انگلستان میں ٹریڈ یونین تحریک کی ترقی بہت بے ترتیب اور غیر منصوبہ بند تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ بہت سی چھوٹی چھوٹی یونینیں بن گئی تھیں جنکی تعداد ہزار سے اوپر تھی اور جو نہ صرف ایک دوسرے کی حریف تھیں بلکہ ایک دوسرے کے دائرۂ اثر میں دخل انداز تھیں۔ اجتماعی سوداکاری کو مؤثر بنانے کے لیے بڑی تنظیموں کی ضرورت روز بروز زیادہ محسوس کی جا رہی تھی۔ الگ الگ یونینوں کا وفاق اور ان کا اتحاد اسی احساس کا نتیجہ تھا۔ بہت سی یونینیں مدغم ہو گئیں مثلاً انجینیرنگ کے پیشے میں جہاں انجینیروں کی متحدہ سوسائٹی کو کئی کرافٹ یونینوں سے ملا کر بڑی ٹریڈ یونین قائم کی گئی۔ غیر ماہر مزدوروں کی یونینیں جن کا دائرۂ اثر مشترک تھا۔ اُن کا ایک وفاق بنا دیا گیا، مثلاً ٹرانسپورٹ ورکرز فیڈریشن۔ لیکن ماہر اور غیر ماہر مزدوروں کو ایک صنعتی یونین کے تحت لانے کی کوشش کی سخت مخالفت ماہر کاریگروں

اُجرتیں

کی صورت میں

کی طرف سے عموماً ہوتی رہی کیونکہ بڑی اکائی میں مدغم ہو جانے کی صورت میں

ڈر تھا کہ ان کی مراعاتی حیثیت ختم ہو جائیگی۔ صنعتی ٹریڈ یونین تحریک کے حامیوں کا

سب سے بڑا کارنامہ ریلوے کے کارکنوں کی نیشنل یونین تھی جو ۱۹۱۳ء میں قائم

ہوئی اور جس میں ریلوے کے تمام کارکن شامل تھے۔ لیکن یہاں بھی دو کرافٹ یونینیں

(یعنی انجن ڈرائیوروں کی سوسائٹی اور کلرکوں کا ایسوسیشن) اس میں شامل نہیں

ہوئیں۔

اجتماعی سودا کاری کے لازمی معنی یہ ہیں کہ اگر

۵۔ ٹریڈ یونین اور حکومت

مفاہمت نہ ہو سکی تو ہڑتال کا حربہ استعمال

کیا جائیگا۔ جس طرح انفرادی سودہ کاری آزاد نہیں کہی جا سکتی اگر فریقین کو ایک

دوسرے کی شرائط منظور نہ کرنے کا حق نہ ہو، اسی طرح اجتماعی سودا کاری بے معنی

ہوگی اگر فریقین کو اپنی شرائط پر قائم رہنے کا حق نہ حاصل ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ

اگر آجروں کو یہ حق ہے کہ وہ مزدوروں کو اُن کی شرائط پر رکھنے سے انکار کر دیں تو

مزدوروں کو یہ حق ہے کہ وہ آجروں کی شرائط پر کام کرنے سے انکار کر دیں۔ یعنی

ہڑتال کر دیں۔ اجتماعی طور پر کام سے انکار کی صورت میں آجر یہ چاہیں گے کہ ٹریڈ یونین

کے باہر کے مزدوروں کو بھرتی کریں یا دوسرے شہروں اور دوسرے پیشوں کے مزدوروں

کو لاکر اُن سے کام لیں۔ اگر آجر یہ کرنے میں کامیاب ہو تو ہڑتال توڑ سکتا ہے اور اگر

نہ کامیاب ہوا تو فریقین کے صبر کا امتحان ہوگا اور آجر کو کامیابی کے لیے اس کا انتظار

کرنا پڑیگا کہ کب ٹریڈ یونین کے فنڈ ختم ہوں اور مزدوروں کو فاقوں کی نوبت آئے

تاکہ اُنھیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جا سکے۔ ہڑتالیوں کی کامیابی نہ صرف اِس پر

منحصر ہوگی کہ وہ فاقوں کی نوبت نہ آنے دیں اور ہڑتال جاری رکھیں بلکہ اِس پر بھی کہ

وہ آجر کو غدار مزدوروں کو نہ بھرتی کرنے دیں۔ پکٹنگ کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ فیکٹری

کے تمام پھاٹکوں پر وہ دھرنا دیں اُن مزدوروں کو اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں جو یونین کے ممبر نہیں ہیں۔ پکٹنگ کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں، مثلاً غدار مزدوروں کو سمجھانا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی حمایت کریں ورنہ غدار کے گھر کو گھیر لیا جا سکتا ہے اور اُن کے ساتھ تشدد بھی ہو سکتا ہے۔ سنہ ۱۸۷۵ء کے قانون کے تحت پُر امن پکٹنگ کی اجازت تھی بشرطیکہ الفاظ یا اشاروں کے ذریعے ڈرانے دھمکانے کی کوشش نہ کی جائے[1]۔ لیکن ساتھ ہی اِس ایکٹ سے ہڑتالوں کی غیر قانونی حیثیت ختم کر دی اور اب یہ مخفیہ سازش کے زمرے سے نکل آئیں۔ لیکن سنہ ۱۹۰۱ء کے ایک قانونی فیصلے نے ٹریڈ یونین کو اِس خطرے سے دوبارہ دوچار کر دیا۔ اِس کے تحت (جسے ٹیف ویل مقدمہ کہا جاتا ہے) ~~ٹریڈ یونینوں کو اجتماعی طور پر اُن کارروائیوں کا ذمہ دار قرار دیا~~ جا سکتا تھا جو ہڑتال کے دوران ممبروں سے سرزد ہوئی ہوں اور اُن پر مقدمہ چلایا جا سکتا تھا۔ مثلاً اگر ایک ہڑتالی نے کھڑکی توڑ دی تو اِس کی ذمہ دار یونین سمجھی جائیگی۔ ہڑتال کی وجہ سے آجر کو جو نقصان اُٹھانا پڑا تھا اُس کے لیے بھی یونین پر مقدمہ دائر کیا جا سکتا تھا۔ اِس صورتِ حال سے نئی یونینوں کو اور کچھ پرانی کرافٹ یونینوں کو مزدوروں کی نمائندہ کمیٹی بنانے پر مجبور کر دیا (جو آگے چل کر لیبر پارٹی بنی) تاکہ اجتماعی سوداکاری اور ہڑتال کے حق کے لیے قانونی اجازت حاصل کی جائے۔ اِن کا یہ اقدام کامیاب رہا اور سنہ ۱۹۰۶ء میں لبرل حکومت نے ٹریڈ ڈسپیوٹ ایکٹ پاس کر دیا جس کے تحت ٹیفل ویل فیصلہ واضح طور پر مسترد ہو گیا۔

---

[1] سنہ ۱۸۷۵ء کے ایکٹ میں پُر امن پکٹنگ کی تعریف محدود کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور کسی شخص کو گھر کے گرد چکر لگانے یا اُس پر نگاہ رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ پکٹنگ میں اتنی بڑی تعداد میں مزدوروں کا ہونا کہ اس میں ڈرانے دھمکانے کا شائبہ آ جائے ممنوع تھا۔ ڈرانے میں بائیکاٹ کا خطرہ اور نفرت بھرے یا حقارت آمیز الفاظ کا استعمال شامل تھا۔ ٹریڈ یونینوں نے ہمیشہ اِس ایکٹ کی مخالفت کی۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اِس کو منسوخ کر دیا گیا۔

اُجرتیں

اپنی سرگرمیوں کو قانوناً تسلیم کروانے کے لیے ایک بار سیاسی میدان میں آجانے
کے بعد یہ قدرتی تھا کہ ٹریڈ یونینیں اپنے مقصد کے لیے براہ راست سیاسی اقدام
استعمال کریں گی۔ بازارِ محنت میں سرکاری مداخلت اسی اقدام کا نتیجہ تھی۔ سرکاری
مداخلت کا مقصد یہ تھا کہ قانون کے ذریعے معیاری شرح مقرر کی جائے اور اس طرح
محنت کی قیمت رسد، خصوصاً غریب مزدوروں کی اُجرت اونچی کی جائے۔ دوسرے
الفاظ میں اس کا نتیجہ قانونی کمترین اُجرت تھی۔

ٹریڈ یونین تحریک اب اس

٦- اصلاحی اور انقلابی یونینوں میں مقابلہ سودا کاری کی منزل سے
گزر چکی تھی جس کا مقصد اُجرتوں کی تفصیلی شرح کا تعین تھا۔ اب چونکہ ان کی ایک عام
سیاسی پالیسی تھی اس لیے انھوں نے ایک واضح سماجی فلسفہ اپنا لیا تھا۔ انگلستان
میں یہ سماجی پالیسی ریاستی سوشلزم کے نام سے جانی جاتی ہے جسے یورپ کے
سوشلسٹ حلقوں میں اصلاح پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ
نظامِ اُجرت کی بنیادی خصوصیات کو تسلیم کیا جاتا ہے، (کم از کم فی الحال) جس میں
کہ صاحب ملک اور نادار طبقوں کی ہم موجودیت شامل ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کا
مفہوم یہ بھی ہے کہ ٹریڈ یونینوں کو نظامِ اُجرت کے نمائندہ اداروں کی قانونی حیثیت
دینے کے لیے اور کمترین اُجرت کے قوانین کے ذریعے مزدوروں کا معیارِ زندگی اونچا
کرنے کے لیے ریاست بازارِ محنت میں مداخلت کر سکتی ہے اور بعض صورتوں میں
ریاست نجی آجروں کو منضبط بھی کر سکتی ہے اور دبا بھی سکتی ہے۔

محنت کش طبقے کے اندر ٹریڈ یونین کی اس دُرست پالیسی کا ایک بدل اور بھی
نکل آیا ہے۔ پہلی لڑائی سے قبل انگلستان میں تو اس بدل کی زیادہ اہمیت نہیں تھی
کیونکہ اُس زمانے میں مزدور طبقے کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے کے لیے حالات سازگار

تھے۔ لیکن دو لڑائیوں کے درمیانی وقفے میں اس کی اہمیت کافی بڑھ گئی، خصوصاً یورپ میں۔ یہ بدل انقلابی ٹریڈ یونین تحریک تھی جس کے تحت ٹریڈ یونین کا مقصد یہ تصور کیا جانے لگا کہ یہ نظامِ اُجرت کے خلاف بغاوت کے ہراول دستے کا کام دے یہاں تک کہ مزدور طبقہ اتنا طاقتور ہو جائے کہ وہ مالدار طبقے کو چنوتی دے سکے اور صنعت کی باگ ڈور مزدوروں کی سیاسی اور معاشی تنظیموں کے ہاتھ میں منتقل کر سکے۔ یہ نظریہ اس سے انکار نہیں کرتا کہ ٹریڈ یونین کو اجتماعی سوداکاری کے ذریعے مزدوروں کے معیارِ زندگی میں اِصلاح کی کوشش کرنی چاہیے لیکن جس بات سے اِسے انکار ہے وہ یہ ہے کہ اِن کوششوں کو کچھ حدود کے اندر رہنا چاہیے جس کے عملاً اور بجا طور پر یہ معنی ہیں کہ نظامِ اُجرت کو حدود کے اندر رہنا چاہیے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اِس قسم کی اِصلاح کی ہر کوشش کو مالدار طبقے کی مدافعت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اُن حدود کے اندر رہنا پڑتا ہے جو اس طبقے کے حقوق، اُس کی خواہشات اور اُس کے معیارِ صَرف سے متعین ہوتی ہیں۔ اُجرتوں کا اضافہ کسی حد تک قابلِ عمل ہے اِس کا انحصار اِس پر ہے کہ سرمایہ دار طبقہ روایتاً کسی معیار کو اپنے لیے مناسب معیار مانتا ہے۔ چنانچہ اضافہ اُجرتوں کے ہر مطالبے کو ان تسلیم شدہ حقوق اور معیاروں کو چنوتی دینی پڑتی ہے اور اگر ٹریڈ یونینیں اپنے مطالبات پر اصرار کرتی ہیں تو ہر طرف سے اِن کی مدافعت کی جاتی ہے یہاں تک کہ انقلابی مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ آیا مالدار کا وجود باقی بھی رہنا چاہیے۔ یورپ کے بعض ملکوں میں اِس نظریے کے تحت نئی یونینیں قائم کی گئیں جو اصلاح پسند یونینوں کی حریف تھیں۔ لیکن ۱۹۳۰ء کے دوران اِن الگ الگ یونینوں کو دوبارہ متحد کرنے کی کوشش شروع کی گئی اور اکثر اِس میں کامیابی ہوئی۔ انگلستان میں دو غیر اہم مستثنیات کو چھوڑ کر الگ یونینیں نہیں قائم ہوئیں اگرچہ اِن دونوں کے درمیان مختلف شکلوں میں سخت کشمکش جاری رہی۔ عام طور پر یہ کشمکش

اجرتیں
ٹریڈ یونین کے اندر اور اس کے حلقے کی پالیسی کے خلاف تحریک کی صورت میں تھی کیونکہ
یونین کے عام اراکین زیادہ جنگ جو اور دلیر پالیسی اختیار کرنے کے حق میں تھے۔
ٹریڈ یونین پالیسی کا یہ نظریاتی اختلاف اس وقت خصوصاً

۷۔ مزدوروں کا کنٹرول واضح ہو جاتا ہے جب صنعت کے انتظام میں مزدوروں
کی شرکت کا سوال اُٹھایا جاتا ہے۔ حال کے برسوں میں مزدوروں کو صنعت کے انتظام
میں شریک کرنے کا سوال آجروں اور مزدوروں کے حلقوں میں زیر بحث رہا ہے۔
اس کی سب سے بھونڈی شکل کچھ آجروں کی وہ تجویز ہے جس کو امریکہ میں کمپنی یونین
کہا جاتا ہے۔ یہ کسی مخصوص فرم کے کارکنوں کی انجمن ہوتی ہے جس کا مقصد مزدوروں
کو کسی ایک آجر سے مضبوطی کے ساتھ منسلک کرنا ہے اور اجتماعی اُجرتی معاہدوں کے
بجائے انفرادی سودا کاری کی ہمت افزائی کرنا اور ٹریڈ یونین کی گرفت کو کمزور کرنا ہے۔
کبھی کبھی حصّے داری اور منافع میں شرکت کی اسکیم، جس کا ذکر تیسرے باب میں آیا ہے،
شروع کی جاتی ہے۔ اِن میں سے بعض مشروط اور بعض بلا شرط ہوتی ہیں۔ انکی وجہ سے
اُن مزدوروں کا یونین سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے جو اِن اسکیموں میں شریک ہوتے ہیں۔
بعض صورتوں میں آجر اگرچہ ٹریڈ یونین کو تسلیم کرتے ہیں اور اُس سے گفت و شنید
کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی منتخب ورکس کمیٹیوں کے قیام کی بھی ہمت افزائی کرتے ہیں
تاکہ فرم کے ساتھ مزدوروں کی وفاداری بڑھائی جا سکے، صنعتی بےچینی کم کی جا سکے اور
مزدور کی کام کرنے کی خواہش اور اُس کی کارکردگی بڑھائی جا سکے۔ یہ ورکس کمیٹیاں
فیکٹری کے کارکن منتخب کرتے ہیں اور یہ فیکٹری کے عملے تک صرف شکایتیں پہنچانے
کا کام انجام دیتی ہیں۔ کبھی کبھی اِن کی مشاورتی حیثیت بھی ہوتی ہے اور یہ تبدیلیوں
اور نئی ترکیبوں کے بارے میں عملے کو مطلع کرتی ہیں اور مشورہ دیتی ہیں، مثلاً فورمین کے
تقرر کے بارے میں نئے طریقوں کے اجرا اور شفٹ کے نظام میں رد و بدل کے بارے

ہیں۔ کبھی کبھی انھیں کچھ مخصوص چیزوں پر اختیار دیدیا جاتا ہے، مثلاً فلاحی کام، صحت و صفائی یا نظم و ضبط اور ٹائم کیپنگ سے متعلق کام۔ اِس ملک (انگلستان) میں ان کونسلوں کے قیام کی سفارش وائٹ لے کمیٹی نے کی تھی جو پہلی لڑائی کے دوران حکومت نے قائم کی تھی۔ سنہ ۱۹۲۰ء تک ایسی ایک ہزار کمیٹیاں آجروں کی پہل پر قائم ہو چکی تھیں لیکن بیشتر جلد ہی ختم ہو گئیں۔ سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۳۳ء کے دوران جرمنی میں ورکس کمیٹیوں کا قیام قانوناً لازمی کر دیا گیا اور انھیں معمولی قسم کے اختیارات دیدیے گئے۔ بیشتر پیشوں میں ٹریڈ یونینیں اپنے اُمیدواران کونسلوں کے لیے کھڑے کرتی تھیں اور اِن کا اثر غالب رہتا تھا۔ لیکن بعض صورتوں میں آجر ان کونسلوں کو اجتماعی سوداکاری کے اُصول میں شگاف ڈالنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔[۱]

ٹریڈ یونینیں عام اجتماعی سوداکاری کے منطقی نتیجے کے طور پر انتظام شرکت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ جب ٹریڈ یونین اور آجر کے درمیان ایک اُجرتی معاہدہ ہو جاتا ہے تو اُس کے بعد بھی کسی خاص معاملے میں معاہدے کی شرائط کی تفصیلی تشریح کا سوال باقی رہتا ہے۔ اِس میں ناپ تول سے متعلق معاملات آتے ہیں جن کا ذکر تیسرے باب میں آ چکا ہے۔ اس کے علاوہ اوقات کار، اُوور ٹائم اور جہاں تک ماہر مزدوروں کا تعلق ہے، کار آموزی کے قواعد اور کام کی نشاندہی کے مسائل آتے ہیں۔ جب کام پارچہ وار شرح کے مطابق ہوتا ہے تو اُس کی تشریح سے متعلق بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں کیونکہ یہ سوال ہمیشہ اٹھتا ہے کہ ایک کام فہرستِ قیمت کے کس خانے میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ فہرستِ قیمت کتنی ہی جامع کیوں نہ ہو ذرا ذرا سی تفصیل نا مکمل ہوتی ہے، خصوصاً نئے قسم کے کاموں اور نئے عمل کی تشریح نہیں ملتی۔ غرضیکہ یہ ناممکن ہے کہ ٹریڈ یونینیں جن کا مقصد سوداکاری ہے محض معاہدے کی عام شرائط

---

[۱] سی۔ ڈبلیو۔ گائن بیٹس کی کتاب دی ورکس کونسل۔ صفحہ ۹۲

طے کرنے پر اکتفا کرلیں۔ ظاہر ہے کہ وہ معاہدے کی تفصیلات اور تعمیل میں دخل چاہتی ہیں۔ اس کے علاوہ فروخت محنت کی ایک یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ دوسری اشیا کے برعکس محنت فروخت کرنے والے کی دلچسپی فروخت کے بعد فوراً ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بنیادی طور سے اِس بات سے دلچسپی رکھتا ہے کہ بکنے کے بعد اُس کی محنت کا کیا استعمال ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ معمولی حالات میں کوئی اُجرت معقول تصور کی جاتی ہو لیکن اگر کام کی جگہ اور کام کا طریقہ صحت اور جان کے لیے خطرناک ہے تو اُن حالات میں وہ اُجرت پست سمجھی جائیگی۔ بعض پیشوں میں کارخانے کے حالاتِ کار سے متعلق باتیں آجروں اور مزدوروں کے درمیان اجتماعی معاہدوں کے ذریعے طے ہوتی ہیں۔ کپڑے کی بُنائی کے پیشے میں جو معاہدے ہوتے ہیں اُن میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ مزدوروں سے ایسی جگہ کام نہیں لیا جائیگا جہاں بھاپ بہت زیادہ ہو۔ برتن بنانے والوں کے معاہدے میں یہ دیا ہوا ہے کہ کاریگر ۱۲۰ ڈگری درجہ حرارت سے زیادہ میں کام نہیں کریں گے۔ جیسے جیسے اجتماعی سوداکاری مکمل ہوتی جاتی ہے، یہ مطالبہ بڑھتا جاتا ہے کہ نہ صرف فیکٹری کے حالاتِ کار منضبط کرنے میں مزدوروں کا ہاتھ ہونا چاہیے بلکہ پارچہ وار شرح کی تشریح، کام کی نشان بندی، اوقاتِ کار اور اُوور ٹائم کے مسئلوں میں بھی مزدوروں کا دخل ہونا چاہیے۔ جیسے جیسے ٹریڈ یونینیں ترقی کرتی جاتی ہیں اور مضبوط ہوتی جاتی ہیں، مزدوروں سے متعلق زیادہ سے زیادہ معاملات میں خود مزدوروں کے عمل دخل کا مطالبہ بڑھتا جاتا ہے۔ مثلاً کاروباری پالیسی میں دخل، کم از کم جس حد تک اِس کا اثر روزگار پر پڑتا ہے یا مزدوروں کی بھرتی اور ان کی چھٹنی میں (یعنی اتفاقی مزدوروں کے مسائل) حتیٰ کہ ٹریڈ یونین صنعت کے عام تنظیمی معاملات میں دخل چاہتی ہیں کیونکہ اِن سے پیشے کی اچھی اُجرت ادا کرنے کی استعداد متاثر ہوتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران حربی صنعتوں میں، مشترک پیداواری کمیٹیاں قائم

کی گئیں جنکا مقصد پیداوار بڑھانا اور اس کے لیے مزدوروں کی چھپی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ ان کمیٹیوں کے قیام کے لیے پہل ٹریڈ یونین والوں کی طرف سے ہوئی، خصوصاً شاپ اسٹیورڈ کی طرف سے جنہیں ٹریڈ یونین کے ممبر منتخب کرتے تھے اور جو ورک شاپ یا فیکٹری کی سطح پر منتظمین سے گفت و شنید میں مزدوروں کی نمائندگی کرتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران جنگ جو ٹریڈ یونینوں کے رویے کے برعکس پیداوار کے سلسلے میں ٹریڈ یونینوں کے ایک اہم حصے کا یہ رویہ ایک نیا رجحان تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ مسائل اب صرف انتظامی عملے اور افسروں ہی کی دلچسپی کے نہیں تھے بلکہ یہ مزدور طبقے کی بھی ذمہ داری تھے[1]۔ ۱۹۴۱ء میں انجینئرنگ ٹریڈس شاپ اسٹیورڈ نام کے ایک ادارے نے ایک کانفرنس بلائی جس کا مقصد اِس سوال میں دلچسپی پیدا کرنا اور آپس کے تجربوں کو یکجا کرنا تھا۔ تقریباً اُسی زمانے میں متحدہ انجینئرنگ یونین نے پیداوار کے مسئلے کے بارے میں اپنی شاخوں میں کئی اِنکوائری شروع کیں اور فروری مارچ میں حربی فیکٹریوں کے ڈائرکٹر جنرل اور الائڈ اِمپلائرز فیڈریشن کے ساتھ اِن کا ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت مشترک پیداواری کمیٹیوں کی پوری ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ یہ کمیٹیاں انتظامیہ کے نمائندوں اور مزدوروں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل تھیں۔ یہ کمیٹیاں اُن اسٹیورڈس کمیٹیوں یا ورکس کمیٹیو سے مختلف تھیں جنکا تعلق صرف اُجرت کے سوال سے تھا اگرچہ کبھی کبھی اِن دونوں کے اسٹاف کے بعض لوگ مشترک ہوتے تھے۔ اِس کا صحیح پتہ نہیں کہ دورانِ جنگ اس قسم کی کتنی کمیٹیاں قائم ہوئیں لیکن انجینئرنگ یونین کی ۱۹۴۲ء کی ایک تفتیش کے مطابق جو

---

[1] اِن کمیٹیوں کے بارے میں بین الاقوامی ادارہ محنت کی رپورٹ میں پیداوار بڑھانے کی بے ساختہ تحریک کی کامیابی کی دوم جنگ میں روس کی شرکت اور اِس کی وسیع تشہیر بتائی گئی ہے کہ روس میں مزدوروں نے کیا پارٹ ادا کیا ہے۔

اُجرتیں

۹۰۰ فرموں میں کی گئی پتہ چلا کہ تقریباً ۵۵۰ فرموں میں یہ کیٹیاں تھیں جن میں سے ۸۰ فیصدی
پیداوار کے بارے میں صحیح طور پر تبادلۂ خیال کرتی تھیں (مثلاً غیر حاضری، محنت اور
مشینوں کا بہتر استعمال، کارخانوں کا لے آؤٹ، ترقی، معائنہ اور ڈیزائن، تربیت
اور ملاوٹ) اور مزدوروں کی بہبود کے سوال پر بھی غور کرتی تھیں۔ ۱۹۴۳ء میں
سپلائرز فیڈریشن نے ایک جائزہ لیا جس سے ظاہر ہوا کہ جن فرموں نے سوالات کے
جواب دیے تھے اُن میں سے ۵۴ فیصدی کا یہ خیال تھا کہ ان کیٹیوں کی کارگزاری
پورے طور پر تشفی بخش تھی جبکہ ۲۳ فیصدی نے اوسط درجے کی کامیابی ظاہر کی تھی۔
کوئلے کی کانوں کی پیداواری کیٹیاں مجموعی طور پر کامیاب تھیں (جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ
پچھلے بہت برسوں سے مزدوروں اور انتظامیہ کے تعلقات کشیدہ رہے تھے)۔
لڑائی کے بعد جب نئی حکومت نے صنعت کے قومی ملکیت میں لانے اور اس کی
ازسرِنو تنظیم کا اعلان کیا اُس وقت سے اِن کیٹیوں میں دوبارہ جان ڈالنے کی کوشش
شروع ہوئی اور کانکنوں کی ٹریڈ یونین نے سرکاری پیداوار بڑھانے کی کوشش کے ساتھ
تعاون کے لیے ایک پیداوار افسر متعین کیا۔ دیکھنا ہے کہ آیا امن کے زمانے میں بھی یہ
کیٹیاں کامیابی کے ساتھ چلتی ہیں یا اِن کا بھی وہی حشر ہوتا ہے جو پہلی لڑائی کے بعد ورکس
کیٹیوں کا ہوا تھا۔ لیکن بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اِنکی وجہ سے صنعت اور مزدور طبقے کے
درمیان تعلقات کا نیا باب شروع ہوا ہے۔

اجتماعی سوداکاری کی ترقی کے ساتھ اس کا

۸-۱ اجتماعی سوداکاری نظام

نظام آہستہ آہستہ اُس طریقہ کار میں مدغم
ہو گیا جس کو صنعتی پالیسی پر مزدوروں کے کنٹرول کی ابتدائی شکل کہنا چاہیے۔ اجتماعی
سوداکاری بالکل ابتدائی اور نا ترقی یافتہ منزل میں صرف بات چیت کی شکل رکھتی ہے
جو ایک آجر اور مزدوروں کے وفد کے درمیان ہوتی ہے اگر آجر اس وقت تک ٹریڈ یونین کو

مزدوروں کے نمائندے کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتے۔ دوسری منزل وہ ہوتی ہے جب ٹریڈ یونین ایک حد تک تسلیم کی جانے لگتی ہے اور وقتاً فوقتاً جلسے ہوتے ہیں جن میں یونین کے افسر اور آجر یا آجروں کی انجمن کے افسر شریک ہوتے ہیں۔ یہ گفت و شنید عموماً متعلقہ آجر کی رضامندی سے اُس وقت ہوتی ہے جب کسی مسئلے پر نااتفاقی ہوتی ہے۔ اگلی منزل وہ ہوتی ہے جب فریقین اِس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ دونوں میں سے کسی کی بھی درخواست پر مشترک جلسہ بُلایا جائے۔ یہ جلسہ بھی صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی جھگڑا اُٹھ چکا ہوتا ہے لیکن فریقین اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ کسی اقدام سے پہلے ملیں گے اور بات چیت کریں گے۔ اجتماعی سوداکاری کی سب سے ترقی یافتہ منزل وہ ہوتی ہے جب مشترک کمیٹی یا مفاہمتی کمیٹی کی شکل میں ایک مشینری بنا دی جاتی ہے جو آجروں اور مزدوروں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے، جس کے جلسے برابر ہوتے رہتے اور جس کا ایک واضح دستور اور طریقہ کار کا ضابطہ ہوتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم سے قبل تک اس ملک میں آجروں کے اہم گروہ، جن میں ریلوے کمپنیاں بھی شامل تھیں، ٹریڈ یونین کے اِس حق کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ یہ مزدوروں کی طرف سے سوداکاری کر سکتی ہیں۔ امریکہ میں صدر روزویلٹ کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد ہی اجتماعی سوداکاری ابتدائی منزلوں سے آگے بڑھ سکی۔ لیکن برطانیہ کی بڑی صنعتوں میں اب اُس قسم کی مشینری پائی جاتی ہے جس کو ہم نے چوتھی منزل کہا ہے اور یہاں ہڑتال یا تالہ بندی سے پہلے مفاہمت کے لیے طویل گفتگو کی جاتی ہے۔ بعض صورتوں میں اس مشینری کی حیثیت صرف مقامی ہے اور بعض میں قومی۔ کہیں کہیں ضلع اور قومی سطح دونوں پر کمیٹیاں قائم ہیں اور ٹریڈ یونینیں عموماً قومی سطح پر گفت و شنید کو ترجیح دیتی ہیں کیونکہ [illegible] پوری صنعت کے لیے ایک معیاری شرح قائم کرنے کا اِمکان بڑھ جاتا ہے۔ کہیں کہیں اِس کا بھی اہتمام ہوتا ہے کہ اگر مفاہمت ناکام رہے تو معاملے کو غیر جانبدار

ثالث کے سپرد کر دیا جائے۔ ثالث معاملے کو پوری طور پر سمجھنے کے بعد اپنا فیصلہ دیتا ہے جس کو منظور یا نا منظور کرنا فریقین کے اختیار میں ہوتا ہے۔

۹- مفاہمت اور ثالثی

برطانیہ میں حکومت نے صرف رضاکارانہ مفاہمتی مشینری کی ہمت افزائی کی ہے۔ ۱۸۹۶ء کے مفاہمتی ایکٹ کے تحت مفاہمتی بورڈ کے ذریعے کیے گئے معاہدوں کو فریقین کی رضامندی سے درج رجسٹر کرایا جا سکتا تھا اور اس صورت میں معاہدے کی حیثیت ایک سول معاہدے کی ہو جاتی تھی۔ ایکٹ کے تحت بورڈ آف ٹریڈ کو اختیار حاصل تھا کہ فریقین کی درخواست پر کسی معاملے پر فیصلے کرنے کے لیے ثالث مقرر کر سکتا تھا۔ ۱۹۱۹ء کے انڈسٹریل ایکٹ نے ان دفعات کو اور وسعت دی اور ایک صنعتی عدالت قائم کر دی جس کے سامنے مسائل رضاکارانہ طور پر پیش کیے جا سکتے تھے۔ وزیر محنت کو اختیار دیا گیا کہ وہ خود کسی معاملے کی تحقیق کے لیے انکوائری بٹھا سکتا تھا اور اس کے نتائج شائع کر سکتا تھا۔ وہٹلے کمیٹی نے ہر اس صنعت کے لیے مشترک صنعتی کونسل قائم کرنا تجویز کیا جہاں آجروں اور مزدوروں کے منظم ادارے موجود تھے۔ تاکہ یہاں مسائل پر گفتگو کی جائے۔ ان کونسلوں کا قیام لازمی نہیں تھا۔ وزارت محنت ان کے قیام کی ہمت افزائی کرتی تھی اور ہر قسم کی سہولت فراہم کرتی تھی۔ چنانچہ پہلی لڑائی کے بعد یہ کونسلیں جنہیں وہٹلے کونسل کہا جاتا تھا، کافی صنعتوں میں قائم ہو چکی تھیں۔ رپورٹ تیار کرنے والوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ یہ کونسلیں مفاہمتی بورڈ کی شکل میں شروع ہوں اور رفتہ رفتہ دائرہ گفتگو کو بڑھا کر بہت سی صنعتوں کے مسائل ان کے تحت لے آئے جائیں یہاں تک کہ ان کی حیثیت صنعت کی پارلیمنٹ کی سی ہو جائے اور مشترک کنٹرول ان کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن عملاً یہ مفاہمتی بورڈ سے آگے نہ بڑھ سکیں جیسے جیسے تنازعوں کی صورت میں برابر ہوتے رہتے تھے۔ چونکہ انھیں ان مسائل سے نپٹنے کا

کوئی اختیار نہیں تھا جو آجران کے پاس نہیں بھیجتے تھے اور ان کے فیصلے فریقین کی رضامندی پر منحصر تھے، اِس لیے اِن کا دائرہ کار اُجرت اور اوقاتِ کار کے معاملوں تک محدود تھا۔ وھٹ لے کیٹی کا یہ بھی مقصد تھا کہ مستقبل میں حکومت ان کونسلوں کو قانونی حیثیت دیدے تاکہ اُجرت اور حالاتِ کار سے متعلق اُن کے معاہدے پوری صنعت پر نافذ ہو سکیں۔ اِس قسم کی سفارش ٹریڈ یونین کانگریس اور جوتوں کی صنعت کی وھٹ لے کونسل کی طرف سے بھی کی گئی۔ لیکن جیسا ہم اگلے باب میں دیکھیں گے اِس سے ملتی جلتی ایک شکل ۱۹۳۰ء میں دو صنعتوں میں پیدا کی گئی۔ جہاں مزدوروں اور آجروں کے نمائندہ اداروں کے درمیان معاہدہ کروایا گیا جو صنعت کے نمائندوں کی درخواست پر وزیر محنت کے مخصوص حکم سے پوری صنعت پر قانوناً نافذ کیا گیا دوسری جنگ عظیم کے بعد اِس معاہدے کو زیادہ وسعت دی گئی اور اسے پانچ سال کی عارضی مدت کے لیے بڑھا دیا گیا

آٹھواں باب

اُجرتیں اور حکومت

۱۔ سرکاری مداخلت

ٹریڈ یونین اجتماعی سودا کاری کے ذریعے جس معیاری شرح کو نافذ کرانا چاہتی ہے وہ اپنے اثر کے اعتبار سے کمترین اُجرت ہوتی ہے۔ لیکن جہاں تک سودے کی شرائط کا سوال ہے وہ آجر کی رضامندی سے ہی طے ہو سکتی ہیں اور اُن کا نفاذ اُنھیں فریقوں پر ہو سکتا ہے جو معاہدے میں شریک ہوں۔ یہ معیاری شرح اگر ۱۹۱۳ء کے ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ بھی ہو تو بھی اس کی حیثیت ایک سول معاہدے کی ہوتی ہے اور ٹریڈ یونین اگر مقدمے کے مصارف برداشت کرنے پر آمادہ ہو تو متفقہ شرح نہ ادا ہونے کی صورت میں اُجرت کے بقایا کے لیے آجر پر مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔ لیکن جب قانونی کمترین اُجرت حکومت کی مدد سے نافذ ہوتی ہے تو اس کا لازمی نفاذ پوری صنعت یا صنعت کے ایک حصے پر ہو سکتا ہے اور اگر کوئی آجر اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو قابلِ سزا جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔

کم ترین اُجرت کے نفاذ کے طریقے اور اُس کا ڈھانچہ مختلف ہوتا ہے۔ اوّل تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہر صنعت کے لیے ایک بورڈ قائم کیے جائیں جو ہر صنعت کے لیے الگ الگ کم ترین اُجرتیں مقرر کریں۔ دوسرے یہ ہو سکتا ہے ایک قومی کمیشن مختلف صنعتوں کی کم ترین اجرت مقرر کر دے۔ تیسرے یہ ہو سکتا ہے کہ پارلیمنٹ ایک کمترین اجرت مقرر کر دے جس کا نفاذ پورے ملک پر ہو۔ پہلی صورت میں مختلف صنعتوں کی کمترین اجرت چونکہ مختلف اصولوں اور معنوں کے مختلف

حالات کے مطابق ہوگی اس لیے ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ جسے ہم نے چھٹے باب میں مناسب اُجرت کہا ہے اس معیار کی پابندی نہ ہو سکے گی۔ دوسری صورت میں مختلف معیار ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوں گے اور ان میں تال میل زیادہ ہو سکے گا لیکن ایک صنعت کے خصوصی حالات کو جتنی اچھی طرح وہ بورڈ سمجھ سکتا ہے جو کسی پیشے کے لیے خاص طور پر بنایا گیا ہو اتنی اچھی طرح قومی کمیٹی نہیں سمجھ سکتی تیسری صورت میں اگر پارلیمنٹ کوئی حد مقرر کرتی ہے تو اس میں لچک بہت کم ہوگی ہو سکتا ہے کہ ان صنعتوں کے لیے جہاں کم درجہ مزدور رکھے جاتے ہیں یہ حد بہت نیچی ہو اور اس کے برعکس دوسری صنعتوں کے موجودہ معیار کے مطابق یہ پست ہو چنانچہ ایسی صنعتوں کے لیے کم ترین اُجرت کی اہمیت نہیں رہتی۔ انگلستان میں ان میں سے پہلا طریقہ تجارتی بورڈ کے تحت نافذ ہے آسٹریلیا کی کچھ ریاستوں میں خصوصاً وکٹوریہ اور تسمانیہ میں بھی یہی طریقہ رائج ہے۔ دوسرا طریقہ کناڈا، امریکہ، نیو ساؤتھ ویلز، کوئنس لینڈ، مغربی آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں رائج ہے تیسرے طریقے کی مثال نیو ساؤتھ ویلز کا کمترین اجرت کا ایکٹ ہے جو ۱۹۰۸ء میں پاس ہوا تھا جس کے تحت ۴ شلنگ سے کم روزانہ اُجرت ممنوع ہے۔ ایسی ہی دفعات کوئنس لینڈ، وکٹوریہ، مغربی اور جنوبی آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور امریکہ کی کچھ ریاستوں کے قوانین میں بھی پائی جاتی ہیں۔

۲۔ ویج کونسل کا طریق کار

انگلستان میں اس قسم کا پہلا قانون ۱۹۰۹ء میں پاس ہوا۔ یہ ٹریڈ بورڈز ایکٹ تھا جس کا مقصد عرق ریز پیشوں کے مسائل سے نپٹنا تھا چنانچہ عام اجرتوں کی سطح بڑھانے سے زیادہ اس کا مقصد محنت کی قیمتِ رسد کو وہاں اونچا کرنا تھا جہاں یہ بہت پست تھی اور اُن پیشوں کی شرحوں میں "معقولیت" کے اصول کے مطابق اور اس بات کو سامنے رکھ کر توافق پیدا کرنا کہ دوسری جگہوں پر اس قسم کی کیا اُجرت رہی ہے۔ اس ایکٹ کا اطلاق نام بنام چار

صنعتوں پر تھا، درزی، کاغذ کے ڈبے بنانے والوں، مشینوں سے لیس بنانے والوں اور زنجیر بنانے والوں پر۔ ایکٹ کے تحت ٹریڈ بورڈ کو اختیار تھا کہ پارلیمنٹ کی منظوری سے اس قسم کی مشینری قائم کر سکتا تھا۔ جہاں اُس کو یقین تھا کہ اُجرتیں دوسرے پیشوں کے مقابلے میں غیر معمولی کم ہیں۔ اِن بورڈوں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اگرچہ وھٹ لے کونسلوں کے برعکس اِن کا قیام لازمی تھا تاہم ان کی نمائندہ حیثیت تھی کیونکہ یہ بیشتر اُن افراد پر مشتمل تھے جو آجروں اور مزدوروں کے نمائندوں کی حیثیت سے منتخب کیے جاتے تھے۔ چنانچہ اِن کے بیشتر اراکین متعلقہ پیشوں سے پورے طور پر واقف ہوتے تھے اور اِن معنوں میں کہا جا سکتا ہے کہ صنعت خود اپنے لیے قانون بناتی تھی۔ ریاست کے نقطۂ نگاہ کی نمائندگی کے لیے کچھ اراکین نامزد کر دیے جاتے تھے جو بیشتر ماہرِ معاشیات یا ممتاز سوشل ورکر اور کبھی کبھی وکیل ہوتے تھے اور فریقین کے درمیان ان کی آواز فیصلہ کن ہوتی تھی۔ بورڈ کا کام ایسی شرح مقرر کرنا تھا جو اس کے خیال میں کمترین اُجرت کی حیثیت سے معقول ہو۔ اگر یہ چاہے تو ضلعوں یا صنعت کے مخصوص حصوں کے لیے ضمنی بورڈ بھی مقرر کر سکتا تھا جو اپنی سفارشات بورڈ کے پاس بھیج سکتے تھے لیکن خود فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ قومی بورڈ کو اختیار تھا کہ وہ چاہے تو پورے پیشے کے لیے ایک اُجرت مقرر کرے یا ضمنی بورڈ کی سفارش پر مختلف حالات کے پیشِ نظر مختلف ضلعوں کے لیے مختلف سطح مقرر کرے۔ یہ شرحیں بورڈ کی توثیق کے بعد صنعت کی قانونی کمترین اُجرت یا اُجرتیں ہوتی تھیں جن کا نفاذ قانونی ہوتا تھا۔ ۱۹۱۳ء تک اس حلقے میں چار مزید پیشوں کا اضافہ کیا گیا اور ۱۹۱۵ء تک اس قسم کے تیرہ بورڈ قائم تھے جن کے تحت ۹ پیشے اور ۱۰ لاکھ مزدور آتے تھے۔ انگلستان میں قانونی کمترین اُجرت کی دوسری مثال صرف زراعت اور کوئلے کی صنعت میں ملتی ہے۔ دجنگ کے دوران حربی صنعتوں کو بطور خاص

ان میں شامل کر لیا گیا تھا۔ کول مائنز ایکٹ (۱۹۱۲ء) کے تحت جو اسی سال کی ہڑتال کے بعد پاس ہوا۔ بڑی کانوں کے ضلع بورڈوں کو وہ کمترین اُجرت مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا جس سے کم پانچ شلنگ [illegible] مزدوروں کی کمائی نہ ہونی چاہیے یہ بورڈ آجروں، مزدوروں اور آزاد چیئرمین پر مشتمل تھے۔ ۱۹۱۷ء میں کارن پروڈکشن ایکٹ کے تحت زراعت کے لیے ۲۵ شلنگ کمترین اُجرت مقرر ہوئی۔ دورانِ جنگ کا یہ انتظام ۱۹۲۰ء میں ختم کر دیا گیا اور ۱۹۲۴ء سے کمترین اُجرت کا تعین ضلع بورڈ کرتے رہے ہیں جن میں کسان اور کھیت مزدوروں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ لوگوں کو وزارت زراعت نامزد کرتی ہے۔ غرض کہ ان دونوں صورتوں میں اُجرتوں کی شرح کا تعین ضلع یا قومی بورڈ کے اختیار میں تھا۔

پہلی جنگ کے زمانے میں وہٹ لے کمیٹی (Whitley Committee) نے سفارش کی تھی کہ ٹریڈ بورڈوں کا دائرہ عمل وسیع کیا جائے نیز غیر منظم پیشوں کے مسائل کے ساتھ انہیں اجتماعی سودے کے بدلے کے طور پر اُن تمام غیر منظم پیشوں میں شروع کرنا چاہیے جہاں اجتماعی سودے کی کوئی دوسری مشینری نہیں ہے۔ ۱۹۱۸ء کے ترمیم شدہ بورڈ ایکٹ میں اس نیت کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس ایکٹ کے تحت وزیر محنت کو پارلیمنٹ کی خصوصی منظوری کے بغیر اختیار تھا کہ وہ اس کا نفاذ کسی بھی دوسرے پیشے پر کر سکتے تھے جہاں اُن کی رائے میں اُجرتوں کو منضبط کرنے کے لیے کوئی موثر مشینری موجود نہیں تھی۔ اِسکی وجہ سے ٹریڈ بورڈوں کی کافی توسیع ہوئی یہاں تک ۱۹۲۱ء تک مزید ۲۸ پیشوں میں ٹریڈ بورڈ قائم ہوگئے جن کے ۱۵ لاکھ مزدور آتے تھے جن میں سے تین چوتھائی عورتیں تھیں۔ دو لڑائیوں کی یہ بلند ترین سطح تھی جہاں تک کہ

اُجرتیں

کم‌ترین اُجرت کے اقدام ممکن ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں جب سرد بازاری شروع ہوئی اور قیمتیں گرنے لگیں تو آجروں کی طرف سے اس نظام کی توسیع کے خلاف شکایتیں ہونے لگیں۔ خاص شکایت یہ تھی کہ بہت سے بورڈ نہ صرف ہر پیشے کے کم اجرت مزدوروں کے لیے بھی الگ کم‌ترین اجرت مقرر کرتے تھے۔ ان شکایتوں کی طرف دھیان دیتے ہوئے حکومت نے رائی کاؤنٹ کیو کی صدارت میں ایک انکوائری کمیٹی مقرر کی جس نے ۱۹۲۲ء میں اپنی رپورٹ میں بورڈ کے اختیارات میں تخفیف کی سفارش کی۔ ابتک بورڈ کا قیام اس بنا پر ہوتا تھا کہ اس پیشے میں اجتماعی سودے کی کوئی معقول مشینری نہیں ہے۔ کمیٹی نے اب یہ سفارش کی کہ آئندہ سے اسکے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے کہ وہاں اجرت کی سطح غیر معقول حد تک پہنچی ہے۔ (جیسا کہ ۱۹۰۹ء کے ایکٹ کے تحت تھا) تجویز کیا گیا کہ پست درجے کے مزدوروں کے علاوہ باقی مزدوروں کی کم‌ترین اجرت کا نفاذ فوجداری قانون کے بجائے سول قانون کے تحت ہونا چاہیے۔ اس کی بھی سفارش کی گئی کہ ضلع بورڈوں کو مختلف ضلع وار شرحوں کے تعین کی زیادہ سہولتیں ہونی چاہئیں۔ کیو کمیٹی کی سفارشات کو عمل میں لانے کے لیے کوئی نیا قانون نہیں بنایا گیا لیکن وزارت محنت نے یہ اعلان کیا کہ آئندہ سے اس ایکٹ پر عمل کرتے وقت ان سفارشات کی پیروی کی جائے۔

تیسری دہائی کی ابتدا میں ٹریڈ بورڈ کا طریقہ دو نئے پیشوں میں شروع کیا گیا چاقو چھری بنانے اور موٹے کپڑے کی بنائی کے پیشے میں، جہاں عورتوں کی اُجرتیں بہت کم تھیں (کٹلری میں آدھی سے زیادہ عورتوں کو صرف ۶ پینس فی گھنٹہ اُجرت ملتی تھی) بعد کو بیکری اور فرنیچر میں بھی ایسے بورڈ بنا دیے گئے ۱۹۴۴ء تک ان بورڈوں کی تعداد ۵۲ ہو گئی۔ لڑائی سے قبل کی دہائی میں.

اُجرتیں اور حکومت

کمترین اُجرت کے قانون کے سلسلے میں ٹریڈ بورڈ کے علاوہ دو نئی باتیں رونما ہوئیں۔ انہوں نے کمترین اجرت کے یقین کے لیے آزاد ممبروں پر مشتمل قانونی بورڈ کی صورت نہیں اختیار کی بلکہ ان معاہدوں کو قانونی شکل دیدی گئی جو آجروں اور ٹریڈ یونینوں کے درمیان ہو چکے تھے اور متفقہ شرحوں کو پوری صنعت کے لیے کمترین اجرت لازمی طور سے قرار دے دیا گیا۔ سن ۱۹۳۴ء کے کاٹن انڈسٹری ایکٹ کے ذریعے کساد بازاری کی وجہ سے پیدا ہونے والے مخصوص مسائل سے نپٹنے کی کوشش کی گئی اور روئی کی کتائی میں اجرتی معاہدوں کو کم سے کم اجرت کی حیثیت سے لازمی قرار دیدیا گیا۔ سن ۱۹۳۲ء اور سن ۱۹۳۳ء کے ٹرانسپورٹ سے متعلق ایکٹ کے ذریعے یہ پابندی لگا دی کہ خاص قسم کے لائسنس صرف انہیں لوگوں کو دیے جائیں گے جو روڈ ٹرانسپورٹ کے ذریعے آجروں اور مزدوروں کے نمائندوں کے درمیان طے کیے گئے معاہدوں پر عمل درآمد کریں گے۔

روڈ ہالج ویجز ایکٹ سن ۱۹۳۸ء (Road Haulage Wages Act) ایک قدم اور آگے گیا۔ اس کے تحت ایک مرکزی اجرتی بورڈ قائم کیا گیا جس میں صنعت کے باہر کے کچھ آزاد ممبر بھی شامل کیے گئے۔ اس کے ذمے اُن تمام مزدوروں کے لیے ایک قانونی "معاوضہ" مقرر کرنا تھا جو اُن گاڑیوں پر ملازم تھے جو لائسنس کی دو بڑی قسموں میں آتی تھیں۔ دوران جنگ سن ۱۹۴۳ء ایک مخصوص ایکٹ کے ذریعے کمترین اجرت کا نفاذ کیٹرنگ کے پیشے میں ایک مخصوص قاعدے کے تحت کیا گیا۔ صنعت کی ضروریات کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیشن مقرر ہوا جس کی سفارش پر صنعت کے ان شعبوں میں اجرت بورڈ قائم ہونے تھے جہاں اجرتوں کے رضاکارانہ تعین کے لیے کوئی مشینری نہیں تھی۔

سن ۱۹۴۵ء میں ایک جامع ایکٹ پاس ہوا جس کا نام ویجز کونسل ایکٹ تھا

اس میں ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۸ء کے ٹریڈ بورڈ ایکٹوں کی بنیادی دفعات شامل تھیں۔ ٹریڈ بورڈ کا نام ویج کونسل کر دیا گیا اور انہیں کچھ مزید اختیارات دیے گئے: ضمانت یافتہ ہفتہ وار اُجرت کے تعین کا اختیار۔ آئندہ کے لیے وزیرِ محنت کو اختیار دیا گیا کہ وہ اُن جگہوں پر یہ کونسلیں قائم کر سکتے تھے جہاں اُجرتوں کو منضبط کرنے کی کوئی معقول مشینری نہیں تھی۔ ایکٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ لڑائی کے بعد ۵ برس تک آجروں کے لیے اُن شرائط پر قائم رہنا ضروری تھا جو اُن شرائط سے کم موافق نہیں تھیں جو اس پیشے یا صنعت یا ضلع میں آجروں اور مزدوروں کے درمیان طے پائی تھیں۔ اس طرح گویا زمانۂ جنگ کے قواعدِ اُجرت کو امن کے زمانے میں بھی جاری رکھا گیا۔ کونسل کی مقرر کردہ کمترین اُجرت کے برعکس آجروں کی یہ ذمہ داری معائنے کے ذریعے نافذ نہیں کی جا سکتی تھی اور خلاف ورزی کی کوئی سزا نہیں تھی۔

۳۔ کم از کم اُجرت کے مسائل

ٹریڈ بورڈوں کو جن اہم مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان میں سے ایک پارچہ کار مزدوروں کی کمترین اجرت کی شرح کا تعین اور غیر معمولی سست اور نا مستعد مزدوروں کو کمترین اُجرت سے کم پر کام کرنے کی اجازت دینے کا مسئلہ ہے۔ پارچہ کار مزدوروں کی اجرت کا تعین بہت پیچیدہ کام ہے کیونکہ پارچے کی تعریف کرنا بڑا مشکل ہے۔ پھر ہر ممکن قسم کے بارے میں ایسے قانون بنانا جن سے بچا نہ جا سکے، تقریباً ناممکن ہے۔ چنانچہ صورت صرف ایک ہی ہے کہ فی گھنٹہ اُجرت مقرر کرنے کی کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ کسی بھی پارچہ کار مزدور کو اُس سے کم نہ ملے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اُس سست مزدور کے لیے کیا کیا جائے جو ایک گھنٹے میں یہ کمترین اُجرت نہیں کما پاتا۔ اگر آجر کو یہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ وہ اُس مزدور کو نہ رکھے گا۔ اسی لیے ۱۹۰۹ء کے ایکٹ میں یہ دیا ہوا تھا کہ اگر پارچہ وار

شرح اتنی ہے کہ اس سے ایک "عام" مزدور ایک گھنٹے میں کمترین اُجرت کے برابر کما لیتا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ آجر نے قانون کی پابندی کر لی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ "عام" مزدور کی تعریف کیسے کی جائے۔ اس کے لئے بھی من مانی ترکیب اپنانی پڑی۔ فرض یہ کیا جاتا ہے کہ کل مزدوروں کا ایک معتد بہ حصہ ایسا ہوتا ہے جسے "عام" مزدور کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً مسٹر کیڈبری کا خیال ہے کہ ۸۰ فیصدی مزدور عام معمولی مزدور کہے جا سکتے ہیں۔ درزیوں کے ٹریڈ بورڈ کا تخمینہ زیادہ محتاط ہے، یعنی ۸۰ فیصدی۔ باقی کے لیے یہ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ غیر معمولی سست مزدور ہیں۔

یہ سست مزدور اگر مسلسل کمترین اُجرت سے کماتے رہے ہیں تو آجر کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ مزدور کسی معقول اعتبار سے غیر معمولی طور پر نا مستعد ہیں۔ اس کے علاوہ سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیا پارچہ کار مزدوروں کی کمترین شرح زمانی شرح پر کام کرنے والے مزدوروں سے زیادہ رکھی جائے کیونکہ یہ زیادہ انہماک سے کام کرتے ہیں اور ان کی پیداوار زمانی مزدور سے اوسطاً ایک چوتھائی یا ایک تہائی زیادہ ہوتی ہے۔

۱۹۱۸ء کے ایکٹ کے بعد بعض ٹریڈ بورڈوں نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ پارچہ کار مزدوروں کی فی گھنٹہ کے حساب سے کم سے کم نسبتاً اونچی رکھی جائے۔ جہاں تک معیاری شرح پر کام کرنے والے سست مزدوروں کا سوال ہے یہ رسم رہی ہے کہ ٹریڈ بورڈ آجروں کو مخصوص پرمٹ دیتے رہے ہیں کہ وہ ان مزدوروں کو کمترین شرح سے کم بھی رکھ سکتے ہیں۔ یہ بھی رسم رہی ہے کہ اُن مزدوروں کو جو کام سیکھ رہے ہیں کارآموزی کے سرٹیفکٹ دیے جاتے رہے ہیں تاکہ انہیں مخصوص اجرت دی جا سکے۔ اگر بورڈ یہ پرمٹ زیادہ آسانی سے جاری کرتا ہے تو کم سے کم اجرت سے بچنے کا امکان بڑھ جاتا ہے اور اگر بورڈ یہ پرمٹ دینے میں سختی کرتا ہے تو بہت سے مزدور جو عمر، بیماری یا عادت کی وجہ سے معمولی مزدور کے برابر نہیں کام کر پاتے وہ نکالے جا سکتے ہیں۔

اُجرتیں

یہی صورت کارآموزوں اور اُن کی مخصوص شرح کے ساتھ ہے۔ اگر یہ شرحیں بہت کم
رکھی جاتی ہیں تو آجر سستی محنت حاصل کرنے کے لیے بڑی تعداد میں نوجوانوں کو رکھیں گے
اور بعد میں جب وہ اس منزل پر پہنچ جائیں گے جہاں پوری اجرت کے حقدار ہوں گے تو
برطرف کر دیے جائیں گے۔ اِس کے برعکس اگر یہ شرحیں بہت اونچی مقرر ہوتی ہیں تو
آجروں کو نوجوان مزدوروں کو کام سکھانے میں کوئی فائدہ نہ نظر آئے گا چنانچہ پیشوں
میں نوجوان مزدور نہ شامل ہوسکیں گے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اِس مخصوص شرح کو مختلف علاقوں یا صنعت کے
مختلف حصّوں میں کم یا زیادہ کیسے کیا جائے۔ زیادہ تر جھگڑے اسی سوال پر رہے
ہیں۔ بعض صورتوں میں مختلف علاقوں کے مصارف زندگی مختلف ہوسکتے ہیں
چنانچہ اِن علاقوں کی صنعتی اجرتیں صرف اسی صورت میں برابر ہوسکتی ہیں جب
مصارف زندگی کے فرق کے مطابق اُجرت بشکل زر میں بھی فرق ہو۔ اس کے علاوہ
اگر مختلف علاقوں کی محنت کی قسم مختلف ہے تو انصاف صرف اسی صورت میں ممکن
ہے جب ایک علاقہ کے کم درجہ مزدوروں کو دوسرے علاقوں کے بہتر مزدوروں سے
کم اُجرت ملے۔ ایسی صورت میں یہ مناسب ہوگا کہ مختلف علاقوں کی کمترین شرح
ایک دوسرے سے مختلف ہو ورنہ اگر شرح کمتر علاقے کے مطابق مقرر ہوئی تو
دوسرے علاقے کے کمتر مزدور اپنا روزگار کھو بیٹھیں گے۔ اگر یہ شرح کمتر علاقے کے
مطابق مقرر ہوئی تو دوسرے علاقے کے بہتر مزدور نقصان میں رہیں گے۔ ایسے
ہی مسائل مختلف درجے کے مزدوروں کی شرحوں کے سلسلے میں پیش آتے ہیں۔
لیکن جہاں اس قسم کے فرق نہیں پائے جاتے۔ وہاں کی فرموں کو دوسری جگہوں سے
کم اجرت دینے کی اجازت اِس بنا پر نہیں دی جاسکتی کہ وہ زیادہ اجرت نہیں دے سکتیں
مثلاً لباس تیار کرنے والی چھوٹی فرموں، چھوٹے دوکانداروں اور کوئلے کی فرسودہ

اُجرتیں اور حکومت

کانوں کے مالکوں کو اس قسم کی شکایتیں اکثر رہی ہیں۔ لیکن انہیں اس قسم کی اجازت دینا غیر مستعد آجروں کی امداد کرنے کے مترادف ہوگا اور اس کا یہ مطلب ہوگا کہ محنت اور سرمائے کی ایک ایسے علاقے اور ایسے روزگار میں ٹھہرنے کی ہمت افزائی کی جا رہی ہے جہاں دوسرے علاقوں کے مقابلے میں یہ کم افادی ہیں۔ مسئلے کا حل یہ ہے کہ کم مستعد صنعتوں اور علاقوں کے غیر مستعد اور کمترین اُجرت کا بار نہ اٹھا سکنے والے حصوں سے زائد مزدوروں کو کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور اُن کے لیے دوسرے روزگار فراہم کیے جائیں۔ اگر محنت کی اس قسم کی منتقلی میں مشکلات حائل ہوں صرف تب ہی اس علاقے کی کمترین اُجرت دوسرے علاقوں سے کم رکھنے کا جواز ہو سکتا ہے۔ عام طور سے ٹریڈ بورڈ پورے پیشے کے لیے کمترین اجرت مقرر کرنے کے حق میں رہے ہیں (کمیٹی کے خیال میں ضرورت سے زیادہ اس کے حق میں رہے ہیں) اور صرف مخصوص حالات میں ہی ضلع وار فرق کی اجازت دی گئی ہے۔

کم سے کم اُجرتوں کے تعین سے زیادہ مشکل مسئلہ ان اجرتوں کا نفاذ رہا ہے یہ تقریباً ایک مسلّم اصول ہے کہ اگر کسی قانون کا نفاذ مزدوروں کی پہل پر چھوڑ دیا جاتا ہے تو بیشتر نہیں ہو پاتا ہے۔ اوّل تو مزدور قانون سے واقف نہیں ہوتے اور اگر وہ محسوس بھی کر رہے ہوں کہ اُنہیں دھوکہ دیا جا رہا ہے تو بھی وہ برطرفی کے ڈر سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے اس سے قطع نظر مزدوروں کے پاس طویل مقدمہ بازی کے لیے نہ وسائل ہوتے ہیں اور نہ قانونی تجربہ۔ جہاں ٹریڈ یونین مضبوط ہوتی وہاں یہ کام اس کا ہوتا ہے کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کی تفتیش کرے اور اس کی عدالتی چارہ جوئی کرے لیکن وہ صنعتیں جہاں اجرتی کونسلیں ہوتی ہیں وہ ہیں جہاں ٹریڈ یونین بھی نہیں ہوتی یا اگر ہوتی ہے تو صرف ایک حصّے کے لیے ہوتی ہے۔ چنانچہ وہاں کمترین اجرت کے نفاذ کی ذمہ داری دفتر معائنہ کی ہوتی ہے جو وزارت محنت

کی طرف سے قائم ہوتا ہے۔ شروع شروع میں نگرانی کرنے والا عملہ خوش اسلوبی سے ذمہ داری نبھانے کے لیے کافی نہ تھا۔ ۱۹۲۴ء میں مشکل سے تین فیصدی متعلقہ کاروبار کا معائنہ کیا گیا۔ معائنے کی اس رفتار کا مطلب یہ تھا کہ ایک فرم کا معائنہ ۳۰ برس میں ایک بار ہو سکتا تھا۔ آگے چل کر حالات کچھ بہتر ہوتے اور ۱۹۳۱ء تک انسپکٹروں کی تعداد ۹۳ تک پہنچ گئی اور ٹریڈ بورڈ ایکٹ کے تحت آنے والی فرموں سے ۲۵ فیصدی کا معائنہ ہر سال ہونا ممکن ہوا۔ اس کے بعد بھی قانون سے بچنے کی کافی گنجائش باقی رہی۔ جہاں تک پارچہ وار شرح پر کام کرنے والے مزدوروں کا سوال ہے انسپکٹروں کے لیے قانون کی خلاف ورزی کو پکڑنا بڑا مشکل ہے۔ ۳۳-۱۹۳۲ء میں انسپکٹروں نے جتنی فرموں کا معائنہ کیا اس میں ۳۰ فیصدی میں خلاف ورزی پکڑی گئی۔ ۱۹۳۱ء میں ۳۱ فیصدی فرموں میں خلاف ورزی پائی گئی۔[1]

۴۔ سرکاری ثالثی

جب سرکار کمترین اجرت مقرر کرتی ہے تو وہ یہ نہیں متعین کرتی ہے کہ اجرت کتنی۔ یہ سوداکاری پر چھوڑ دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ یہ طے پاتا ہے کہ اُجرت کمترین سطح سے کتنی اوپر ہو۔ سرکار صرف نچلی حد مقرر کرتی ہے جس سے نیچے اُجرت مقرر نہیں کی جا سکتی لیکن بعض صورتوں میں سرکار ایک قدم اور آگے جاتی ہے اور سوداکاری میں مدد کرنا چاہتی ہے۔ سرکار ایک ایسی مشینری قائم کر دیتی ہے جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ فریقین کے درمیان کتنی اجرت کا معاہدہ ہونا چاہیے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فریقین اس اجتماعی معاہدے کے پابند ہوتے ہیں اور اس کی حیثیت صرف سول معاہدے کی نہیں ہوتی بلکہ معاہدے کی خلاف ورزی قانونی جرم ہوتا ہے۔ یہ اقدام حکومت اپنی صواب دید پر بھی کر سکتی ہے یا صرف اس صورت

---

[1] وزارت محنت کی رپورٹ بابت [illegible]

مثلاً جب فریقین اس معاہدے کو درج رجسٹر کرا لیں اور اس طرح اس کو قانونی حیثیت دے دیں۔ لازمی تعمیل کی دوسری منزل یہ ہو سکتی ہے کہ اجتماعی معاہدے کو "عام قاعدے" بنا دیا جائے، یعنی اس کا نفاذ پورے پیشے پر ہو چاہے وہ پیشہ ابتدائی معاہدے میں شامل ہو یا نہ ہو۔ یہ بھی حکومت یا تو اپنے صواب دید کی بنا پر کر سکتی ہے (جیسا کہ کوئنس لینڈ میں ہوتا ہے) یا اُن فریقین کی درخواست پر جنھوں نے ابتدائی معاہدہ کیا ہے جیسا کہ انگلستان کی سوتی کپڑے کی صنعت میں سنہ ۱۹۳۴ء کے ایکٹ کے تحت ہوا تھا۔

زیادہ ترقی یافتہ شکل میں یہ نظام لازمی ثالثی کا ایک حصہ ہوتا ہے جہاں ثالثی بورڈ یا صنعتی عدالت یہ فیصلہ دیتی ہے کہ کسی پیشے کے لیے معقول اجرت کیا ہونی چاہیے اور فریقین کو اس فیصلے کی پابندی کرنی ہوتی ہے (نیو ساؤتھ ویلز، کوئنس لینڈ، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں ایسا ہی ہوتا ہے)۔ کبھی کبھی ثالثی عدالت صرف اُس وقت فیصلہ دیتی ہے جب اختلاف پیدا ہوتا ہے اور یہ فیصلہ فریقین پر عائد ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں عدالت خود پہل کر کے کسی وقت بھی فیصلہ دے سکتی ہے جو پورے پیشے کے لیے عام فیصلے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب سرکاری مداخلت اس منزل پر پہنچ جاتی ہے تو سودا کاری کی آزادی ختم ہو جاتی ہے اور اُجرتوں کو منضبط کرنا سرکار کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگرچہ حکومت مزدوروں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اُس کی مقرر کردہ اُجرتی شرح کو اجتماعی طور پر قبول کرنے سے انکار کریں۔ تاہم آجروں کو اس بات سے روکا نہیں جا سکتا کہ اگر وہ مقررہ اجرت کو زیادہ تصور کرتے ہیں تو روزگار کم کر دیں اور کم لوگوں کو ملازم رکھیں۔ آجروں کو ایسا کرنے سے صرف اس صورت میں باز رکھا جا سکتا ہے جب حکومت اپنے اختیارات کا زیادہ وسیع استعمال کر کے ایسا نہ ہونے دے۔

۵۔ اُجرتی پالیسی کا مستقبل

دوسری جنگِ عظیم کے بعد تین نئے واقعات رونما ہوئے، ایک تو افلاس سے تحفظ کے لیے

[illegible] سرکاری کنٹرول اور بعض حالات میں سرکاری ملکیت اور
[illegible] تدابیر سے مکمل روزگار پیدا کرنے کے پہلے سے زیادہ امکانات
پیدا [illegible] کا مرکز رہی ہے کہ اُجرت کے مسائل پر ان تین نئی باتوں کا کیا اثر پڑتا
ہے۔ اگر [illegible] افلاس کا ڈر نہ رہے اور بیروزگاروں کی فوج ختم ہو جائے تو بقول سر ولیم
بیورج "یہ بھی ایسا ہو گا کہ بازارِ محنت کے خریداروں کی بازار کے بجائے فروخت کرنے والوں کا
بازار بن جائے گا۔ ان نئے واقعات نے دو بنیادی سوال اٹھائے ہیں۔ پہلا سوال یہ
کہ آیا صنعتوں اور علاقوں کے درمیان محنت کی منتقلی ایک مناسب اجرتی پالیسی کے
ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے (کیونکہ اگر معاشی تبدیلیوں کے مطابق پیداوار کا نہج بدلنا
ہے تو اس قسم کی منتقلی بہت ضروری ہے) اور آیا یہ مناسب ہے کہ اجرتی پالیسی اس
مقصد کی تابع ہو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا نئے حالات اس کے متقاضی ہیں کہ سرکار
اور ٹریڈ یونینیں مل کر ایک اجرت کی مربوط مرکزی پالیسی بنائیں جو اس روایتی نظام سے
مختلف ہو جس کے تحت ہر صنعت میں خود مختار اجتماعی سودا کاری کے ذریعے اجرتیں
الگ الگ متعین ہوتی ہیں۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے اس کا جواب اس پر منحصر
ہے کہ آیا اس سے مراد بڑے پیمانے پر محنت کی وہ منتقلی ہے جو تیز عبوری دور میں
ضروری ہوتی ہے جیسی کہ لڑائی کے شروع اور آخر میں ہوتی ہے یا اس سے مراد محنت
کی منتقلی ہے جو عام زمانے میں ہوتی ہے اور جو بڑے پیمانے پر نہیں ہوتی۔ مؤخر الذکر
صورت میں بہت زیادہ تعداد میں لوگوں کی منتقلی کی ضرورت نہ ہوگی اور اتنا کافی ہوگا
کہ صنعت میں داخل ہونے والے نئے مزدوروں کو ان صنعتوں کی طرف موڑ دیا جائے
جو توسیع پذیر ہیں اور جن کا کوئی مستقبل ہے۔ دوسری طرف تنزل پذیر صنعتوں میں نوجوان
مزدوروں کی بھرتی بند کر دی جائے۔ اس قسم کی تدریجی منتقلی صنعتی تربیت کے
ایک نظام کے تحت اچھی طرح عمل میں لائی جا سکتی ہے جیسی کہ بھارت میں حکومت

مما جب فریقین اس معاہدے کو درج رجسٹر کرالیں اور اس طرح اس کو قانونی حیثیت دے دیں۔ لازمی تعمیل کی دوسری منزل یہ ہو سکتی ہے کہ اجتماعی معاہدے کو "عام قاعدے" بنا دیا جائے، یعنی اس کا نفاذ پورے پیشے پر ہو چاہے وہ پیشہ ابتدائی معاہدے میں شامل ہو یا نہ ہو۔ یہ بھی حکومت یا تو اپنے صواب دید کی بنا پر کر سکتی ہے (جیسا کہ نیوزی لینڈ میں ہوتا ہے) یا اُن فریقین کی درخواست پر جنھوں نے ابتدائی معاہدہ کیا ہے جیسا کہ انگلستان کی سوتی کپڑے کی صنعت میں ۱۹۳۴ء کے ایکٹ کے تحت ہوا تھا۔

زیادہ ترقی یافتہ شکل میں یہ نظام لازمی ثالثی کا ایک حصہ ہوتا ہے جہاں ثالثی بورڈ یا صنعتی عدالت یہ فیصلہ دیتی ہے کہ کسی پیشے کے لیے معقول اجرت کیا ہونی چاہیے اور فریقین کو اس فیصلے کی پابندی کرنی ہوتی ہے (نیو ساؤتھ ویلز، کوئنس لینڈ، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں ایسا ہی ہوتا ہے)۔ کبھی کبھی ثالثی عدالت صرف اس وقت فیصلہ دیتی ہے جب اختلاف پیدا ہوتا ہے اور یہ فیصلہ فریقین پر عائد ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں عدالت خود پہل کر کے کسی وقت بھی فیصلہ دے سکتی ہے جو پورے پیشے کے لیے عام فیصلے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب سرکاری مداخلت اس منزل پر پہنچ جاتی ہے تو سودا کاری کی آزادی ختم ہو جاتی ہے اور اُجرتوں کو منضبط کرنا سرکار کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگرچہ حکومت مزدوروں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اُس کی مقرر کردہ اُجرتی شرح کو اجتماعی طور پر قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ تاہم آجروں کو اس بات سے روکا نہیں جا سکتا کہ اگر وہ مقررہ اجرت کو زیادہ تصور کرتے ہیں تو روزگار کم کر دیں اور کم لوگوں کو لازم رکھیں۔ آجروں کو ایسا کرنے سے صرف اس صورت میں باز رکھا جا سکتا ہے جب حکومت اپنے اختیارات کا زیادہ وسیع استعمال کر کے ایسا نہ ہونے دے۔

۵۔ اُجرتی پالیسی کا مستقبل

دوسری جنگِ عظیم کے بعد تین نئے واقعات رونما ہوئے، ایک تو افلاس سے تحفظ کے لیے

[illegible] سرکاری کنٹرول اور بعض حالات میں سرکاری ملکیت اور [illegible] تدابیر سے مکمل روزگار پیدا کرنے کے پہلے سے زیادہ امکانات [illegible] چنانچہ یہ بات [illegible] مرکز رہی ہے کہ اُجرت کے مسائل پر ان نئی باتوں کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر [illegible] افلاس کا ڈر نہ رہے اور بیروزگاروں کی فوج ختم ہو جائے تو بقول سر ولیم بیوریج یہ بھی پیدا ہوگا کہ بازارِ محنت کے خریداروں کی بازار کے بجائے فروخت کرنے والوں کا بازار بن جائے گا۔ ان نئے واقعات نے دو بنیادی سوال اٹھائے ہیں۔ پہلا سوال یہ کہ آیا صنعتوں اور علاقوں کے درمیان محنت کی منتقلی ایک مناسب اجرتی پالیسی کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے (کیونکہ اگر معاشی تبدیلیوں کے مطابق پیداوار کا نہج بدلنا ہے تو اس قسم کی منتقلی بہت ضروری ہے) اور آیا یہ مناسب ہے کہ اجرتی پالیسی اس مقصد کی تابع ہو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا نئے حالات اس کے متقاضی ہیں کہ سرکار اور ٹریڈ یونینیں مل کر ایک اجرت کی مربوط مرکزی پالیسی بنائیں جو اس روایتی نظام سے مختلف ہو جس کے تحت ہر صنعت میں خودمختار اجتماعی سوداکاری کے ذریعے اجرتیں الگ الگ متعین ہوتی ہیں۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے اس کا جواب اس پر منحصر ہے کہ آیا اس سے مراد بڑے پیمانے پر محنت کی وہ منتقلی ہے جو تیز عبوری دور میں ضروری ہوتی ہے جیسی کہ لڑائی کے شروع اور آخر میں ہوتی ہے یا اس سے مراد محنت کی منتقلی ہے جو عام زمانے میں ہوتی ہے اور جو بڑے پیمانے پر نہیں ہوتی۔ موخرالذکر صورت میں بہت زیادہ تعداد میں لوگوں کی منتقلی کی ضرورت نہ ہوگی اور اتنا کافی ہوگا کہ صنعت میں داخل ہونے والے نئے مزدوروں کو ان صنعتوں کی طرف موڑ دیا جائے جو توسیع پذیر ہیں اور جن کا کوئی مستقبل ہے۔ دوسری طرف تنزل پذیر صنعتوں میں نوجوان مزدوروں کی بھرتی بند کر دی جائے۔ اس قسم کی تدریجی منتقلی صنعتی تربیت کے ایک نظام کے تحت اچھی طرح عمل میں لائی جا سکتی ہے جیسی کہ برطانیہ میں حکومت

امداد دے سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت ہے کہ روزگار دفتر کے ذریعے پروپیگنڈا کیا جائے اور مزدوروں کو روزگار کے مواقع کے بارے میں باخبر رکھا جائے۔ یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ آبادی کی متوقع کمی اور آبادی کی عمری ساخت میں زبردست تبدیلی کی وجہ سے صنعت میں نوعمروں کا تناسب گھٹ جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے نوجوان مزدور جنہیں ترقی پذیر صنعتوں کی طرف موڑا جاسکے ان کی تعداد نسبتاً کم ہوتی جائے گی۔

بہرحال اگر صنعتوں میں جہاں محنت کی طلب بڑھ رہی ہے اور اُن میں جہاں گھٹ رہی ہے، اجرت کی شرحوں اور کمائی میں تھوڑا اضافہ ہو تو وہ محنت کی ضروری مقدار کو توسیع پذیر صنعتوں کی طرف رجوع کرنے کے لیے کافی ہوگا۔ اس نظریے کی حمایت میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے کہ محنت کی منتقلی کی غرض سے مختلف پیشوں کی اجرتوں میں عمداً فرق پیدا کرنا مناسب ہے اور حتی الامکان اس سے گریز کرنا چاہیے۔ ایسا کرنا اُن مزدوروں کو سزا دینے کے مترادف ہے جنہوں نے اتفاقاً ایسی صنعت کو روزگار کے لئے پسند کیا جس میں مزید بھرتی کی گنجائش نہیں ہے اور اس کی وجہ سے مختلف صنعتوں میں کمائی اور مصارف کی سطح دونوں اعتبار سے فرق پیدا ہوجائے گا جو انصاف اور منطق کے خلاف ہے۔ یہ تفاوت اگر عارضی ہے تو اس سے منتقلی کی ترغیب بہت کم ہوگی اور اگر یہ عارضی سے زیادہ مدت کے لیے ہیں تو ٹریڈ یونینیں اِن پیشوں کی نامناسب اور پست اُجرت کو اونچا کرنے کے لیے تحریک پر آمادہ ہوسکتی ہیں۔

بہرحال اگر بڑے پیمانے پر محنت کو منتقل کرنے کی ضرورت ہے، جیسی کہ لڑائی کے فوراً بعد تھی، تو ممکن ہے کہ یہ مقصد صرف نوجوانوں کے داخلے کا رُخ موڑ کر نہ پورا کیا جاسکے اور محنت کو توسیع پذیر صنعتوں کی طرف رجوع کرنے کے لیے زیادہ اُجرت کی ترغیب فراہم کرنا ضروری ہو۔ دوسری لڑائی کے ختم پر ایک خاص مسئلہ یہ تھا کہ ضرورت اس بات کی تھی کہ محنت کو زمانۂ جنگ کی صنعتوں کو زمانۂ امن کی صنعتوں کی طرف منتقل

کیا جائے جہاں توسیع کی ضرورت تھی۔ لیکن صنعتوں کے درمیان اجرتوں کا فرق اس منتقلی میں مدد دینے کے بجائے اس میں رخنہ ڈالتا تھا۔ حربی صنعتوں میں اُجرت کی شرحیں اور کمائی کی سطح نسبتاً اونچی تھی۔ کان کنی اور کپڑے کی صنعتیں جہاں مزدوروں کی کمی تھی وہاں نئے مزدوروں کے لئے کوئی جاذبیت نہیں تھی کیونکہ وہاں اُجرتیں اچھی نہیں جو دو لڑائیوں کے درمیانی زمانے کے بحران کا اثر تھا۔ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مکمل روزگار کی صورت میں کان کنی جیسے خطرناک پیشوں میں صرف اس حالت میں نئے مزدور آئیں گے جب وہاں کی اجرتیں دوسری جگہوں سے نسبتاً اونچی ہوں۔ ایسی صورت میں مسئلے کے حل کی پہلی شرط یہ ہے کہ ان کم اُجرت پیشوں کی کمزوری پر قابو پانے کے لیے اُجرت کے ڈھانچے میں بنیادی تبدیلی لائی جائے۔

کسی اُجرتی پالیسی کے لیے ایک قومی پیداواری نظریے سے منسلک ہونا جس قدر ضروری ہے اُسی قدر یہ بھی ضروری ہے کہ اجرتوں کے تعین کا جو طریقہ ماضی میں رہا ہے اُس میں کافی تبدیلی لائی جائے۔ جیسے جیسے صنعتوں میں سرکاری ملکیت اور سرکاری انتظام بڑھتا جائے گا اور عمل کاری کی منصوبہ بندی بڑھتی جائے گی، اس سمت قدم بڑھانے کے امکانات بڑھتے جائیں گے۔ فی الحال اس ملک میں اس قسم کی کوئی تنظیم نہیں ہے جس کو ٹریڈ یونین کی دنیا کی مرکزی حکومت کہا جاسکے۔ لیکن بعض دوسرے ملکوں میں اس قسم کی تنظیمیں پائی جاتی ہیں اور اس قابل ہیں کہ عام معاشی پالیسی بنانے والے سرکاری اداروں کے ساتھ اونچی سطح پر بات چیت کرکے اُجرت کی پالیسی کے بارے میں لازمی فیصلے کراسکیں۔ یہاں ٹریڈ یونین ایک خود مختار ادارہ ہے اور ٹریڈ یونین کانگریس کی جنرل کونسل ان میں رابطہ پیدا کرانے سے زیادہ کچھ نہیں کرتی۔ بہرحال یہ ناممکن نہیں ہے کہ ٹریڈ یونینیں آپس میں مل کر اور لیبر سرکار سے بات چیت کرکے عام اصول وضع کرلیں اور اُجرتی پالیسی کا

بنیادی خاکہ تیار کرلیں جس کے مطابق ہر صنعت میں سوداکاری عمل میں آیا کرے۔ لیکن جہاں تک اس پالیسی کی تفصیل کا سوال ہے۔ اس میں اختلاف کی کافی گنجائش ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹریڈ یونین کی طرف سے اجرتوں کی سطح کے کسی بے لوچ تعین کی تجویز کی مخالفت ہوگی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر اُجرتوں کی اوپری حد سختی سے مقرر کی گئی تو ٹریڈ یونینیں اس کی مخالفت کریں د عام طور سے جب لوگ اُجرت کی پالیسی کی بات کرتے ہیں تو اُن کے ذہن میں ایک بے لوچ سطح ہوتی ہے، ٹریڈ یونینیں یہ چاہیں گی کہ اگر اُجرت بشکلِ زر کے بڑھنے پر پابندی لگائی جائے تو ساتھ ہی اور منافع کی گنجائش پر بھی پابندی عائد ہونی چاہیے اور اُجرتوں کی پیداآوری کے ساتھ اس طرح منسلک ہونا چاہیے کہ پیداوار میں اضافے کے ساتھ پیداوار میں اُجرتوں کا حصہ بھی بڑھے۔ اگر اس قسم کے اقدام کیے گئے تو اس سے اجرت کے مسائل کی تاریخ میں ایک ایسا نیا باب کھل سکتا ہے جس کے خدوخال فی الحال صرف دھندلے نظر آتے ہیں لیکن اِس وقت جبکہ یہ کتاب لکھی جارہی ہے۔ ٹریڈ یونین کانگریس نے اِس تجویز کی مخالفت کی ہے کہ اجرتوں کی کوئی قومی پالیسی ہو یا ٹریڈ یونینوں کے اپنی اُجرتی پالیسی بنانے کے حق پر کوئی پابندی عائد کی جائے۔

بنیادی خاکہ تیار کرلیں جس کے مطابق ہر صنعت میں سودا کاری عمل میں آیا کرے۔ لیکن جہاں تک اس پالیسی کی تفصیل کا سوال ہے۔ اس میں اختلاف کی کافی گنجائش ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹریڈ یونین کی طرف سے اجرتوں کی سطح کے کسی بے لوچ تعین کی تجویز کی مخالفت ہوگی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر اُجرتوں کی اوپری حد سختی سے مقرر کی گئی تو ٹریڈ یونینیں اس کی مخالفت کریں۔ عام طور سے جب لوگ اُجرت کی پالیسی کی بات کرتے ہیں تو اُن کے ذہن میں ایک بے لوچ سطح ہوتی ہے۔ ٹریڈ یونینیں یہ چاہیں گی کہ اگر اُجرت بشکلِ زر کے بڑھنے پر پابندی لگائی جائے تو ساتھ ہی اور منافع کی گنجائش پر بھی پابندی عائد ہونی چاہیے اور اُجرتوں کی پیداآوری کے ساتھ اس طرح منسلک ہونا چاہیے کہ پیداوار میں اضافے کے ساتھ پیداوار میں اُجرتوں کا حصہ بھی بڑھے۔ اگر اس قسم کے اقدام کیے گئے تو اس سے اجرت کے مسائل کی تاریخ میں ایک ایسا نیا باب کھل سکتا ہے جس کے خدوخال فی الحال صرف دھندلے نظر آتے ہیں لیکن اِس وقت جبکہ یہ کتاب لکھی جارہی ہے۔ ٹریڈ یونین کانگریس نے اِس تجویز کی مخالفت کی ہے کہ اجرتوں کی کوئی قومی پالیسی ہو یا ٹریڈ یونینوں کے اپنی اُجرتی پالیسی بنانے کے حق پر کوئی پابندی عائد کی جائے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ واساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

ہندوستانی معیشت

مرتبہ:
الک گھوش/محمد خلیق
صفحات: 669
قیمت:-/134 روپے

آڈیٹنگ کے اصول اور پریکٹس

مرتبہ:
آر۔ جی۔ سکسینا/صادق احمد
صفحات: 907
قیمت:-/31 روپے

ہندوستانی معیشت

مرتبہ:
برج کشور، این۔ کے۔ بھٹناگر
صفحات: 189
قیمت:۔ 5.30 روپے

ہندوستانی صنعتوں میں انصرام عملہ

مرتبہ:
نجم الحسن
صفحات: 167
قیمت:۔ 8/75 روپے

کھاتہ نویسی اور کھاتہ داری

مرتبہ:
کیو۔ ایچ۔ فاروقی
صفحات: 333
قیمت:-/76 روپے

اُصول معاشیات

مرتبہ:
سیّد علی
صفحات: 192
قیمت:۔ 47 روپے

कौमी काउन्सिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066